بعون صانع مکین و مکان و بفضل خالق زمین و زمان

کتاب حذاقت انتساب در بیان حالات بادشاہان خاندان تیموریہ و غدر ۱۸۵۷ء و تعمیرات
شاہجہان آباد و جامع مسجد و لال قلعہ و عمارات کہنہ و مزارات مع کیفیت دربار دہلی منعقدہ
۱۹۰۳ء و تذکرہ حضرات اولیاء اللہ و علماء و فقراء و حکماء و روساء و شعراء موجودہ شہر دہلی مسمے

یادگار دہلی

مولفہ جناب والد ماجد حضرت مولوی سید احمد صاحب ولی اللٰہی سلمہ اللہ الاحد نبیرہ قدوۃ العارفین
زبدۃ السالکین فخر المتکلمین جناب مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ
جسکو پہلی مرتبہ کمترین خلائق سید رؤف احمد ولی اللٰہی خلف مولف موصوف نے اپنے

مطبع احمدی دہلی متعلق مدرسہ عزیزیہ میں ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء طبع کرایا

تعداد طبع ۱۳۰۰
رجسٹری شدہ
قیمت فی جلد عہ

فہرست مضامین مجمو[illegible] یادگار دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

المفتقر الی اللہ الصمد احقر سید احمد ولی اللّٰہی خلف مولوی سید معز الدین مرحوم نبیرہ مولانا سید ناصر الدین صاحب علیہ الرحمۃ و نواسہ قطب العارفین سند المفسرین سید المحدثین حافظ آیات رب العلمین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی خلف فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت مولانا مرشدنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس اسرارہم و رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عرض کرتا ہے کہ مجازی بادشاہوں کے تاریخی حالات بیان کرنے اور کسی ملک یا شہر کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے خدا کی حمد ضرور ہے جو سب سے بڑا اور حقیقی بادشاہ ہے جسنے اول تمام عالم کو پیدا کیا اور سیدھی راہ چلانے - طرز معاشرت سکھانے - باہمی معاملات بتانے کیلئے بڑے بڑے منتظم مدبر حاکم بھیجے جنہوں نے خدائی قانون کو مدلل اور محکم طور پر لوگوں کو سمجھا دیا اور وہ حکم عدولیاں جو ناواقفی اور جہالت کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لوگوں سے ہوتی رہیں عمدہ طریقہ سے رفع کرتے رہے خصوصاً ہمارے سچے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنکا ظہور سب سے آخر میں ہوا تمام نبیوں اور رسولوں سے سبقت لیگئے اور رحمۃ للعلمین - رسول اللہ - خاتم النبیین کا خطاب حاصل کیا - جو وقت دربار شاہی سے طلبی کا حکم صادر ہوا تو منظور شدہ قوانین اور سابق مثلوں اور گزشتہ نظیروں کا مجموعہ خلفاء کو سونپ کر بحضوری میں پہونچ گئے جبتک خلفاء کا زمانہ رہا تیس ۳۰ برس تک وہی دستور العمل جاری رہا اسکے بعد ذاتی سلطنتیں شروع ہوئیں قدیم قانون کی پابندی ہتک کا باعث سمجھی جانے لگی پاس شدہ امور میں تغیر پیدا ہوا زمانہ کی بیچین طبیعت جو کہ ایک طرح ایک حالت پر رہنا پسند نہ کرتی تھی جامہ میں نہ سمائی اور بڑھ بڑھکر کارروائیاں کرنی شروع کیں - یہانتک کہ ہر ملک - ہر شہر - ہر قصبہ - ہر گانوں پر اسکی بیچینی کا پورا اثر ظاہر ہوا اور ہر چیز زمانہ کے انقلاب کا پورا نمونہ بنگئی - ایک دلی ہی دیکھو کتنا بڑا رونق کا شہر ہے مگر تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ دلی کا تغیر بالکل زمانہ کا صحیح مثنیٰ ہے - گو ہو وقت میرا اصلی مقصود یہ نہیں کہ دلی کی مبسوط تاریخ لکھوں اور اسکے تمام حالات ایک ایک کرکے قلمبند کروں کیونکہ مجھسے پہلے ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند   تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

البتہ سنہ ۱۸۵۷ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک کے وہ واقعات جو شاہجہاں آباد اور اسکی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں مجموعی حیثیت سے بیان کے قابل نظر آتے ہیں اور خصوصاً ایسے موقع پر کہ شہنشاہ ہندا ایڈورڈ ہفتم

ھٹتا اور بستا چلا آیا مگر پھر اسکی آن بان نرالی ہے سہ بگڑنے میں بھی زلف اُسکی بنا کی ✤
اس شہر میں راجہ جدہشٹر سے لیکر راے پتھورا تک مختلف قوموں کے ایک سو بیالیس راجہ
گدی نشین ہوئے اور ہر راجہ اپنے زمانہ میں قلعے اور عمارات بناتا یا ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت ✤
پُرانا قلعہ جو شاہجہاں آباد سے دو ڈھائی کوس جنوب کی طرف واقع ہے راجہ اسوکھا
تا تعمیر بتاتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ سمت ۴۴ میں راجہ انند پال نے اس جگہ قلعہ بنایا
۔ بعض کہتے ہیں کہ راجہ اننگ پال کی تعمیر ہے مگر ممکن ہے کہ اسی جگہ یکے بعد دیگرے
ہر ایک نے قلعہ بنایا ہو یا سب نے اسی کی درستی کی ہو اس وقت قدیمی عمارت کا کوئی نشان
معلوم نہیں ہوتا مگر ممکن ہے کہ ہمایوں نے ۹۴۰ھ ہجری میں جب اس کی تعمیر کرائی تو کچھ
کچھ نشانات موجود ہوں ✤
مہرولی۔ غیاث پور۔ تغلق آباد وغیرہ سب پُرانی دلی کے آبادی کے نشانات ہیں
آخر کار راجہ جسنے اس میں قلعہ بنایا راے پتھورا پرتھی راج ثانی ہے۔ اس قلعہ کے نشانات
قصبہ مہرولی میں قطب کی لاٹ کے قریب ابتک نمایاں ہیں اس نے ۹۴ برس ہینز اکر د حکومت
، اجمیر اسکا دار السلطنت رہا اور اس کا بھائی کھانڈے راؤ دلی کا حاکم تھا اُس کے
زمانہ میں شہاب الدین غوری کے حملے ہندوستان پر ہونے لگے۔ ۱۱۹۱ء
میں اُس نے بھٹنڈا فتح کیا اور تمام شہر میں اپنا بندوبست کر کے واپس ہونے کو تھا کہ سرحد
کے سردار کا عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ راے پتھورا والی اجمیر اپنے بھائی
کھانڈے راؤ حاکم دلی کو ہمراہ لئے۔ دو لاکھ فوج جرار اور تین ہزار فیل جنگی سے بھٹنڈے
پر آندھی بھونچال کی طرح چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے فوراً منادی کرادی
کہ جب تک اس مہم کا فیصلہ نہ ہو جائے غزنی کے طرف قدم اُٹھانا حرام ہے اور فوراً
فوج جرار ہمراہ لے کر روانہ ہوا تلاوڑی کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنا
سامنا ہو گیا۔
رات بھر مورچہ بندی اور فوج کی درستی ہوتی رہی صبح ہوتے ہی تمام لشکر کیل کانٹے
سے درست ہو کر میدان میں جم گیا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر سردار اپنی فوج
کو سنبھالے تھا بہادر سلطان زرہ بکتر چار آئینہ سجے سر پر خود فولادی کمر میں شمشیر
اصفہانی پشت پر سپر کندھے پر کمان زین پر گرز گاؤ سر دوھر کمند ابریشمی شکار بند میں

کی تاجپوشی کے دربار کا زمانہ قریب ہی صرف ایک مہینہ باقی ہے اور جسمیں تمام والیان ریاست مدعو ہیں اس شہر کی موجودہ کیفیت دکھانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

میرا منشا صرف یہ ہے کہ دلی کی موجودہ حالت۔ اسکے اہل کمال کا ذکر۔ اسکی باقیماندہ عمارات کا تذکرہ ہر مقام کے نقشے دیکر مختصر عبارت میں تحریر کروں جس سے خصوصاً دربار کے مہمانوں اور عموماً باہر سے آنیوالوں کو مشہور مقاموں کی سیر نہایت آسان ہوجائے اور یہ چھوٹی سی کتاب ان کے لئے ہر موقع کا ایک بولتا ہوا فوٹو بنجائے۔

مگر قدیم عمارت کے نقش و نگار اور اُنکے ٹوٹے آثار اپنے اولوالعزم بانیوں کی یاد دلاتے ہیں اور رہ رہ کر گذشتہ سوانح لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسلیئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے خیال سے معمولی طور پر اس قدیم دار الخلافہ کے بعض مشہور تاریخی واقعات اور عجائب حالات ابتدائے زمانہ سے موجودہ وقت تک اس طریق پر دکھادیئے جائیں کہ جس سے ہماری کتاب کے پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے ایک دفعہ دلی کا تمام نقشہ گذر جائے جو حقیقتہً نہایت ہی عبرتناک سین ہے اور جسکی نظیر دُنیا کے صفحات تواریخ پر مشکل سے مل سکے گی۔

دلی

حقیقت میں ایک دلربا معشوقہ ہے جو ہر زمانہ میں اپنی دلفریبی کے جوہر دکھاتی رہی ہے۔ اوّل اہل ہنود اسکی اٹھکیلیوں کے دلدادہ اور کافر فریبیوں کے شیدائی ہوئے اسکے بعد یہ شعبدہ باز مسلمانوں کی طرف مائل ہوئی اور اپنے تیر نظر سے ایک ایک کا شکار کرنا شروع کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ جان نثاروں کا صرف نام باقی رہ گیا مگر اہل اسلام کی سچی محبت اور دلی توجہ خالی نگئی چند ہی روز میں اسکی حالت خراب اور ناگفتہ بہ ہوگئی اور یہ ہر وقت اپنے گذشتہ جانبازوں کے فراق میں آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی اسکے پرانے خیرخواہ قدیم ہمدرد کو جو مدت سے اسکی دلفریبیوں کا متوالہ بنا ہوا تھا رحم آیا اور اُسنے عنایت تشفی اور دلاسہ دیکر نہایت محبت اور تپاک سے اسکو اپنے آغوش میں لیلیا جس سے اسکی حالت از سر نو درست ہوئی اور دلی پھر دلی ہوگئی۔

اسکا پہلا نام اندر پرست ہے۔ اس میں راجہ اندر کے جشن ہوا کرتے تھے وہ ہمیشہ دان پُن کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کے پوجاری لوگ اس میں پوجا پاٹ کرنے کو اپنا فخر سمجھنے لگے اور اندر پرست **موسوما** بینی **دلی** کے نام سے مشہور ہوا یہ شہر ہمیشہ سے راجاؤں اور بادشاہوں کا دار السلطنت رہا اور اسی وجہ سے برابر تاخت و تاراج ہوتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ

بڑھا اور نہر سرسوتی کو بیچ میں ڈال دونوں لشکر اُتر پڑے - پرتھی راج نے ایک خط
لہ سپہ سالار اسلام کو ہماری جرار فوج کا حال معلوم ہوا ہوگا - بہتر ہے کہ جوانوں کی جوانی
پر اُن کے ماں باپ کے بڑھاپے پر رحم کرکے یہیں سے پھر جاے ہم پیچھا نکرینگے
ورنہ یاد رہے کہ ایک جاندار اس میدان سے جیتا نہ جائے گا +

شہاب الدین نے نہایت دھیما ہوکر جواب لکھا کہ راجہ نے جو صلاح دی عین شفقت
ہے مگر اس لشکرکشی میں مجھ کو کیا اختیار - بھائی کو لکھتا ہوں اُن کے حکم کا منتظر ہوں -
راجہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو تمام اہل دربار ہنس پڑے اور لشکر میں فتح کے شادیانے
بجنے لگے اور سب بےفکر ہوکر راگ رنگ میں مشغول ہوگئے +

ادھر شہاب الدین نے سرشام فوج کو کمر بندی کا حکم دیا اور خیمے اُسی طرح قائم رکھے
اور راتوں رات کئی کوس کا چکر دیکر دریا پار اُتر گیا صبح کو راجہ کے لشکر میں کوئی سوتا بھی نہ
اُٹھا تھا کہ دفعتہً پہلو میں آ دمامہ جنگی پر چوٹ لگا اس دھمامے سے کرنائی پھونکی کہ سوتے
جاگتے سب اُچھل پڑے تمام فوج میں کھلبلی پڑ گئی مگر راجہ نے ہوش حواس درست کر کچھ فوج
تیار کرکے سامنے کی اور باقی انبوہ کو سمیٹ سماٹ پھر میدان میں لا جمایا - اُدھر
شہاب الدین نے فوج کے چار حصے کر چار سپہ سالاروں کے ماتحت کر دیے کہ باری باری
سے جائیں اور جان لڑائیں - راجپوت نہایت جی توڑ کر لڑے عین گھمسان میں شہاب الدین
شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا حریف نے پیچھا کیا - جب اُس کی جمعیت پریشان اور
بے انتظام ہوگئی تو اُس نے دوسرے غول سے تازہ دم حملہ کیا مگر راجہ کی فوج بے شمار تھی
سلئے کچھ مطلب نہ نکلا +

جب ٹھیک دوپہر ہوئی تو پرتھی راج ایکسو پچاس راجہ ساتھ لیکر درخت کے سایہ میں آیا
اور سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی تلسی کی پتی زبان
پر رکھ کیسر کے ٹیکے پیشانیوں پر دیئے +

ادھر شہاب الدین بھی بارہ ہزار سپاہی جن کے سروں پر فولادی خود جواہرات
سے مرصع دھرے تھے ہمراہ لیکر جدا ہوا - اول خود تاج شاہی اُتار کفن سر سے باندھا پھر
شمشیر اصفہانی کھینچ اُس کا میان توڑ کر پھینک دیا - بادشاہ کا یہ حال دیکھکر سب نے کفن
سر سے لپیٹ لئے اور یمانی تلواریں کھینچ ڈاڑھیاں مُنہ میں لے اسطرح جوش میں آکر حملہ کیا کہ یا اپنی جگہ

آدیزاں علم کے سایہ کے نیچے نیزہ تانے کھڑا تھا اور عربی گھوڑا جسپر پوست پلنگ کی پاکھر پڑی
تھی رانوں میں سے نکلا جاتا تھا اُدھر حریف بھی نوک نیچے سے درست ہاتھی پر بیٹھا دونو
لشکروں کو غور سے دیکھ رہا تھا آخر رہ نہ سکا اور تڑپ کر ہاتھی سے کود گھوڑے پر سوار ہو
سپاہگری کا بانکپن دکھاتا بھالے کے ہاتھ نکالتا سرداروں کے سامنے آیا اور لشکریوں
کا دل بڑھانے لگا۔ اُدھر لشکر شاہی کے بائیں ہاتھ پر جو افغان پراجمائے کھڑے تھے
آگے بڑھے اور خلجیوں نے بھی باگیں لیں مگر راجپوتوں نے متفقہ قوت سے وہ زبردست
حملہ کیا کہ شاہی فوج کے بہادر پیترا بھول گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ خلجیوں کے پرے
نے گھونگٹ کھایا مگر سپہ دار نے سپہ قلب میں اُسی طرح جما ہوا تیر پر تیر چلاتا اور شہاب ثاقب
برساتا رہا اچانک ایک مصاحب نے خبر دی کہ لشکر فرار ہو گیا اب حضور کس کی راہ دیکھتے ہیں
گھوڑے کی باگ پھیریئے یہ سنتے ہی بادشاہ شعلہ کی طرح بھڑک اُٹھا اور غصہ میں آگ بگولا
ہو گیا اور رہی سہی ٹوٹی پھوٹی فوج کو للکارا اور گھوڑے کو ڈپٹا کر بجلی کیطرح دشمن پر جا پڑا
نیزہ و تلوار سے گذر کر خنجر اور کٹار پر نوبت آئی کھانڈے راؤ کی نظر اچانک بادشاہ پر پڑی
کٹاری تو لگ گئی فوراً اپنے فیلبان کو آواز دی کہ خبردار جانے نہ پائے اُسنے ہاتھی کو ریلا
شہاب الدین بھی چمک کر اس طرح جھپٹا کہ گھوڑے کے دونو ہاتھ ہاتھی کے مستک پر تھے
اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیزہ مارا کہ کئی دانت ٹوٹ گئے مگر خود بھی زخم کاری کھایا ڈگمگا کر
گھوڑے سے گرا چاہتا تھا کہ ایک غلام باوفا جست کر کے پیچھے جا بیٹھا اور گھوڑا اڑا کر برق
کی طرح نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام بھاگا بھٹکا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ بادشاہ
لاہور کا انتظام کر کے غزنی کو روانہ ہوا اور بھاگنے والوں کے منہ میں توبڑے
چڑھا کر تشہیر کرایا اور راجہ سے بدلہ لینے کی تدبیریں کرنے لگا دوسرے ہی [illegible] برس میں
ہزار سوار لیکر دوبارہ دلی کی طرف چلا۔ لاہور میں پہنچکر راجہ کو نامہ لکھا کہ میں اپنے
بڑے بھائی کے حکم سے جو خراسان سے پنجاب تک کا بادشاہ ہے فوج لیکر اس طرف
آیا ہوں۔ پرتھی راج کو جو ہندوستان کے راجاؤں میں مہاراجہ ہے لکھا جاتا ہے
کہ وہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے ؛

جب یہ مراسلہ راجہ کی نظر سے گذرا تو بہت کچھ پیچ و تاب کھایا اور جواب میں کڑے
لفظ لکھے اور تین لاکھ راجپوتوں کا لشکر لے مقابلہ کو روانہ ہوا اُدھر شہاب الدین بھی

کے موجود ہے ؛

ناصرالدین محمود ۱۲۴۶ء میں بہرام شاہ اسکے بعد علاءالدین مسعود پھر کچھ دنوں بعد سلطان ناصرالدین محمود تخت نشین ہوا رائے پتھورا کے قلعہ میں قصر ہزار ستون بنایا۔ بیس برس سلطنت کی غیاث الدین بلبن اسکا وزیر نہایت بیدار مغز اور رعایا پرور تھا اسنے شہر کو رونق دی۔ رعایا کو خوش رکھا ناصرالدین کے بعد

غیاث الدین بلبن ۱۲۶۶ء میں غیاث الدین بلبن خود بادشاہ بن بیٹھا اور ۱۲۸۶ء تک سلطنت کرتا رہا اُسنے ایک قلعہ بنایا اور مرزغن نام رکھا اس وقت اسکے کچھ نشانات تو نظر نہیں آتے مگر کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ کے قریب تھا اسلئے اس آبادی کو غیاث پور کہتے ہیں ؛

سلطان تیمور اسکے زمانہ میں امیر تیمور کے حملے شروع ہوئے اور انہی حملوں میں اسکا پیارا بیٹا محمد شاہ قتل ہوا اور یہ غم اُسکی جان لے کر ٹلا قطب صاحب کی اگلی آبادی کی حویلیوں کے کھنڈر میں اس کا مقبرہ موجود ہے ؛

کیخسرو بلبن کے بعد محمد شاہ کا بیٹا کیخسرو تخت نشین ہوا مگر لوگوں کی سازش سے معزول ہوا اور بغرا خاں بادشاہ ہوا لیکن چند ہی روز میں کیقباد کو سلطنت سونپ کر آپ علیحدہ ہو گیا ؛

کیقباد ۱۲۸۶ء میں کیقباد بادشاہ ہوا ۱۲۹۰ء تک سلطنت کی لب دریا قلعہ بنایا کیلو کھڑی نام رکھا اب اس موقع پر ہمایوں کے مقبرہ کے پیچھے چھوٹا سا گاؤں بستا ہے جس کو موضع کیلو کھڑی کہتے ہیں ؛

سلطان جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء سے خلجیوں کی سلطنت شروع ہوئی سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ ہوا۔ تقریباً ۶ سال بادشاہت کی کوشک محل بنایا۔ جس کے کچھ نشان حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ کے پاس بتاتے ہیں ؛

سلطان علاءالدین خلجی ۱۲۹۶ء میں علاءالدین خلجی بادشاہ ہوا۔ اسنے ایک قلعہ بنایا سری نام رکھا قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں جانب اس کے نشانات نظر آتے ہیں قطب کی لاٹھ کے مقابل ایک لاٹھ اور بنوانی شروع کی اور اُس سے بھی اونچی کرانی چاہی مگر پوری نہ ہونے پائی۔ ٹوٹی پھوٹی اب بھی موجود ہے۔ اس جلیل القدر بادشاہ کی قبر مسجد قوۃ الاسلام کے پہلے درجہ کے پیچھے جو اور در مسجد کے سے نظر آتے ہیں اسکے جنوبی گوشہ میں ایک ٹوٹے سے کھنڈر میں واقع ہے ؛

مبارک شاہ مشہور سلطان خسرو ۱۳۱۶ء میں مبارک شاہ تخت نشین ہوا خسرو خان کو وزیر بنایا اُسنے بادشاہ کو مروا ڈالا اور ۱۳۲۱ء میں خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان خسرو کے نام سے مشہور رہا ؛

نے جم کھڑے تھے یا پلک مارتے خاص راجہ کے قلب لشکر میں جاکر دھواں دھار ہو گئے اور جو
جو سر لشکر اِدھر اُدھر لڑ رہے تھے وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے اس گھمسان کا رَن
پڑا کہ دم کے دم میں ہزاروں کا کھیت پڑ گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی کھانڈے راو
مارا گیا راے پتھورا دریاے سرسوتی کے کنارہ گرفتار ہو کر مارا گیا راجہ جتوڑ قتل ہوا
تمام فوج تتر بتر ہو گئی ۞

بادشاہ نے راتوں رات لاہور۔غزنی کو فتحنامے روانہ کرکے دوسرے دن لشکر کا [illegible]
کیا اور آگے روانہ ہوا اجمیر کو فتح کرتا ہوا **دلی** میں آیا۔ پرتھی راج کے بتخانہ کی جگہ مسجد قوۃ الاسلام
کی بنا ڈالی اور اپنے عزیز غلام قطب الدین ایبک کو دلی کا فرمانروا مقرر کر ادھر اُدھر راجاؤں
تاج بخشیاں کرتا اور کچھ اپنے حاکم بٹھاتا ہوا **دلی** سے لاہور کو روانہ ہوا۔
اور پھر غزنی کو چلا گیا ۞

سلطان قطب الدین ایبک قطب الدین ایبک دلی کا بادشاہ ہوا اور قلعہ پر شاہی پھریرا اُڑنے لگا
اُس نے راے پتھورا کی قلعہ میں قصر سفید بنایا جس کا اب نشان نہیں۔ ۱۲۰۰ء کے قریب ایک
مینار کی تعمیر شروع کی جو اب قطب صاحب کی لاٹ مشہور ہے ۞

آرام شاہ اُس کے بعد آرام شاہ بن قطب الدین تخت پر بیٹھا مگر آرام طلب تھا ایک سال کے بعد

سلطان شمس الدین التمش شمس الدین التمش نے جو قطب الدین کا غلام تھا اور پھر داماد
ہو گیا تھا آرام شاہ کو معزول کرکے خود سلطنت سنبھالی شمسی تالاب بنایا جو ٹوٹا پھوٹا اب
بھی موجود ہے۔ قطب مینار کو بہت اونچا تعمیر کرایا اور اپنے آقا یا پیر قطب الدین کے نام پر قطب
مینار نام رکھا اور مسجد کو وسعت دی چھبیس برس سلطنت کی حضرت قطب الدین بختیار کاکی
علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور وصال کے بعد اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ کہتے ہیں کہ اسکو سلطنت حضرت
خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی دُعا سے ملی یہ بادشاہ کبھی بے وضو نہ رہتا تھا رات کو
وضو کرانے کے لئے خدمتگاروں کو نہ جگاتا۔ مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا۔کلاہ دوزی
یا تحریر کی اُجرت سے خورونوش کرتا شریعت کا پابند تھا اس کے زمانہ میں مزامیر وغیرہ کی قطعی
ممانعت تھی اس کا مزار قطب مینار کے قریب موجود ہے ۞

سلطانہ رضیہ بیگم ۱۲۳۶ء میں التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ مہرولی میں
قطب صاحب کی درگاہ کے پاس اسکی باؤلی مشہور ہے اور رضیہ بیگم کا مزار بلبلی خانہ قریب کلاں مسجد

بادشاہ کی قبر ہے +

مبارک شاہ — ۱۴۲۱ء میں اس کا بیٹا سید مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ قلعہ مبارک آباد بنایا جو منصور کے مقبرہ کے سامنے تھا اب اس جگہ گاؤں بستا ہے اور مبارک پور کوٹلہ کہلاتا ہے +

سادات میں سے ۱۴۳۵ء میں سلطان سید محمد شاہ اور ۱۴۴۵ء میں سلطان سید علاؤ الدین یہ دو بادشاہ اور ہوئے۔ اس کے بعد لودھی خاندان کو عروج ہوا اور۔

بہلول لودھی — ۱۴۵۰ء میں بہلول لودھی بادشاہ ہوا۔ دلی کو از سر نو درست کیا اس کا مقبرہ روشن چراغ دہلی کے پچھواڑے واقع ہے +

سکندر لودھی — ۱۴۸۸ء میں سکندر لودھی تخت نشین ہوا۔ آگرہ کو دار السلطنت بنایا۔

سلطان ابراہیم لودھی — ۱۵۱۷ء میں سلطان ابراہیم لودھی تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت میں امیروں کو خوف پیدا ہوا۔ دولت خاں حاکم ملتان نے اپنا بچاؤ نہ دیکھکر افغانستان سے ظہیر الدین بابر کو بلایا اس نے ۱۵۲۴ء میں آتے ہی پہلے لاہور پھونکا پھر دیپال پور والوں کو قتل کرتا ہوا سرہند کے قریب آپہنچا اس عرصہ میں دولتخاں نے بدعہدی کی اور باغی ہوکر پہاڑوں میں بھاگ گیا +

گو بابر دل کا قوی اور ارادہ کا مضبوط تھا مگر مصلحت وقت سمجھکر کابل کو لوٹ گیا اور پھر بہت جلد ہندوستان کی فتح کا ارادہ کیا بارہ ہزار سوار لیکر پہاڑوں میں دولتخاں کو مغلوب کرتا ہوا ۱۵۲۶ء میں پانی پت پہنچا۔

دلی کا بادشاہ ابراہیم لودھی اس کے کوچ کی خبر سنکر پہلے سے پانی پت میں مورچہ بندی کر چکا تھا۔ اور ایک لاکھ سوار پیادہ اور ہزار ہاتھیوں کی جمعیت سے مستعد تھا۔ لودھی کی کثیر فوج کے سردار بابر کا قلیل لشکر دیکھکر بغلیں بجانے لگے۔ مگر بابر کے بہادر لوگ لودھی کے ٹڈی دل کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور کم من فئۃ کے سہارے بل مارتے تھے +

جس وقت دو نو لشکروں کا سامنا ہوا لودھی کی فوج تخر کے ساتھ آگے بڑھی اور اس تھوڑی سی جماعت کو لاشئے محض سمجھکر بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا مگر بابر کے برق رفتار لشکر نے دشمن کی فوج پر وہ بجلیاں گرائیں کہ تھوڑی دیر میں کائی کی طرح پھٹ کر الگ ہوگیا اور ابراہیم لودھی ۱۶ ہزار فوج کے ساتھ مارا گیا اور بابر نے دلی

ظہیر الدین بابر بادشاہ — میں آکر تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور اپنے ولی عہد ہمایوں کو آگرہ

غازی بیگ تغلق غازی بیگ تغلق نے جو ملتان کا صوبہ دار تھا چڑھائی کی اور ۱۳۲۱ء میں خسرو خاں کو قتل کر آپ تخت پر بیٹھا اور سلطان غیاث الدین تغلق نام رکھا بلم گڈہ کے قریب ایک شہر اور قلعہ بنایا تغلق آباد نام رکھا اسکے ٹوٹے پھوٹے نشانات شاہجہاں آباد سے جنوبی طرف (۹) کوس کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہیں اور اسی ویران قلعہ کے پاس مغرب کی طرف اس کا مقبرہ ہے +

سلطان محمد تغلق ۱۳۲۵ء میں اسکا بیٹا سلطان محمد تغلق عرف الف خان عادل شاہ بادشاہ ہوا اور خونی مشہور ہوا تغلق آباد کے پاس مسجد بنائی عادل آباد نام رکھا اس کو عمارت ہزار ستون کہتے ہیں اسکے زمانہ میں دلی کی حالت خراب ہوئی دیوگڈہ دار السلطنت بنا +

فیروز تغلق ۱۳۵۱ء میں فیروز تغلق بن محمد تغلق بادشاہ ہوا اور سلطان فیروز شاہ مشہور ہوا فیروز آباد بسایا - ایک قلعہ بنایا جو اب ناپیدا ہے - ایک اور عمارت بنائی اس پر پتھر کی لاٹھ لگائی اسکے کھنڈر اب "تک لب دریا موجود ہیں اور لاٹھ بھی قائم ہے اس کو فیروز شاہ کا کوٹلہ کہتے ہیں - یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں +

فیروز شاہ ایک خوش وضع اور رنگیلا بادشاہ تھا عیش و عشرت کے بہت سے سامان کیے - قطب صاحب کے جھرنہ کا بند نہایت خوشنما بنوایا - اس میں شمسی تالاب سے پانی آتا تھا اور تغلق آباد کے قلعہ کی خندق میں گرتا تھا +

سلطان جی کی مسجد میں جو کٹورہ لٹکتا ہے ۷۴۹ ہجری میں اسی بادشاہ نے چڑھایا حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کی درگاہ اسی نے بنائی بدیع منزل تعمیر کرایا جو اب بجے منڈل کے نام سے مشہور ہے اسکے نشانات قطب کے راستہ میں صفدر جنگ یعنی منصور کے مقبرہ کے آگے نظر آتے ہیں +

سلطان غیاث الدین ثانی و سلطان ہمایوں شاہ و سلطان محمود ۱۳۸۸ء میں سلطان غیاث الدین ثانی تخت پر بیٹھا اور ۱۳۹۴ء میں سلطان ہمایوں شاہ اور اسکے بعد سلطان محمود بادشاہ ہوا - دلی میں ابتری پھیلی پس تیمور نے چڑھائی کرکے دلی پر قبضہ کیا محمود گجرات کی طرف بھاگا امیر تیمور سولہ دن دلی رہ کر وطن مالوف کو روانہ ہوا سلطان محمود پھر دلی میں آیا اسکے انتقال کے بعد سید خضر خان حاکم ملتان

خضر خان نے دلی پر قبضہ کیا اور ۱۴۱۴ء میں تخت پر بیٹھا اور اپنے آپ کو امیر تیمور کا نائب مشہور کیا لب دریا قلعہ بنایا - جسکے نشانات ناپدید ہو گئے - البتہ اسی جگہ خضر کی گمٹی کے نام سے ایک معمولی عمارت کے کھنڈر موضع اوکھلہ کے متصل موجود ہیں - غالباً وہ اس

طرف سواروں کے برسے جائیں۔

صبح ہوتے ہی پٹھانوں نے بابر کی فوج کے میمنہ میسرہ کو آگھیرا مگر توپ خانہ والوں نے وہ فیر کیئے کہ دھوئیں اڑادیئے۔ گو مخالف نے مرٹ کر دوچار حملہ کیئے مگر کہاں تک آخر جی چھوڑ دیئے۔ بابر نے میدان کا رنگ بدلا دیکھکر دو دستہ فوج ہمراہ لے ایکدم دھاوا کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ پٹھانوں کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ آخر سب کو نوک دم بھاگن پڑا۔

یہ بہادر بادشاہ بیس برس کابل میں حکمران رہا۔ اس کے بعد دلی کو پائے تخت بنایا اور پھر چند سال کے بعد عدم کو روانہ ہوا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت بابر نے دلی پر قبضہ کیا تو اپنے صاحبزادہ ہمایون کو آگرہ روانہ کیا۔ ہمایون جسوقت آگرہ پہنچا تو بے تکلف قلعہ میں داخل ہوا۔ اور دروازوں کا بند وبست کر فوراً فصیلوں پر فوج پھیلادی۔ ابراہیم لودھی کی ضعیفہ والدہ دو تین یتیم بچے ساتھ لئے حاضر ہوئی اور دعا دیکر ایک بیش قیمت لعل نذر کیا۔ ہمایون نے شاہانہ مراعات فرمائی اور محلسرا میں بھجوادیا اور خورد ونوش کے لئے ایک معقول رقم مقرر کی۔

ہمایون بادشاہ جب بابر کا انتقال ہوا تو ہمایون مستقل بادشاہ ہوا اور تخت نشینی کا جشن کیا اور دل کھولکر سیم وزر لٹایا۔ اتنے خوان اور کشتیاں بھر بھر کر تقسیم کیں کہ تخت نشینی کی تاریخ کشتی زر ہوگئی۔ اس کے بعد بھائیوں کو ملک عنایت کئے۔ دلی کو از سر نو آباد کرنا چاہا قلعہ کی تعمیر کرائی دین پناہ نام رکھا۔ چند روز کے بعد ملک گیری کا شوق ہوا کن میں پہنچا آج یہ قلعہ لیا کل وہ شہر فتح کیا اسی طرح ہر طرف فتح کے نشان اڑاتا پھرتا تھا کہ شیر خاں نے بنگالہ پر حملے کرنے شروع کیئے ہمایون یہ خبر سنکر ادھر پہنچا ادھر بھائیوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کی۔ ایک ہمایوں دو دو بلا میں مبتلا ہوگیا۔ آخر شیر خاں کو شکست دیکر آگرہ کو روانہ ہوا۔ بھائیوں کو نصیحت آمیز نامہ لکھے مگر وہ کس کی سنتے تھے کانوں کان اڑا گئے۔

برسات کا موسم ندی نالے چڑھے ہوئے دور دراز کا سفر۔ بیچ بیچ ہوکر فوج ادھر ادھر ہونے لگی شیر خاں موقع پاکر نہنگ کی طرح آکودا۔ اور عیاری سے بادشاہ کو گونہ اطمینان دلاکر اچانک حملہ کر دیا۔ فوج تو پہلے سے شکستہ دل تھی بھاگ نکلی جدھر جس کا منہ اٹھا چلا گیا۔ رہی سہی دریا میں کود پڑی۔ کچھ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی ہمایون نے دریا میں گھوڑا ڈالا۔ مگر منجدھار میں پہنچکر غوطے کھانے لگا۔ بادشاہ نہایت حیران پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک دیکھا

روانہ کیا۔ ۱۵۲۷ء میں رانا سانگا کو شکست دی اور ۱۵۲۸ء میں چندیری کو فتح کیا پھر بنگالہ پر قبضہ کیا +

بابر اپنی سوانح عمری تزک بابری میں فخریہ بیان کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان پر حملے کئے تو اُن کے ساتھ فوجیں بھی زیادہ تھیں اور اُس وقت اس ملک میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ اس صورت میں ہندوستان کو فتح کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور مجھکو دیکھئے کہ میں نے صرف بارہ ہزار سوار سے اُس وقت میں کہ جب ہندوستان میں ایک جانب تو ابراہیم لودھی اور دوسری طرف رانا سانگا بڑے قوی دشمن مقابلہ پر تھے اس ملک کو فتح کیا اور اپنی سلطنت قائم کی +

ہم بابر کے اس قول کو نہایت وقعت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بے شک وہ بڑا بہادر اور مستقل مزاج بادشاہ تھا۔ ابراہیم لودھی کی لڑائی اُس کی بہادری کی بڑی دلیل ہے اور اُس کی مستقل مزاجی کا کافی ثبوت یہ ہے۔ کہ اس کو دشمنوں میں گھر جانے سے کبھی بددلی پیدا نہیں ہوئی ہر چند مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں مگر کبھی اس کے دل میں بھاگ جانے کا خطرہ نہیں گذرا۔ جس وقت اس نے دلی کا تخت سنبھالا چاروں طرف سے اس پر انگلیاں اُٹھنے لگیں اور ہندیوں اور افغانوں نے سازش کر کے بلوا شروع کیا۔ محمود جو شاہ مقبول کا بھائی تھا ایک لاکھ کی جمیعت سے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ اور بابر ہر طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آگیا۔ وزیروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ جی چھوٹ گئے بار بار رائے دیتے تھے کہ بھاگ چلئے نکل چلئے دریائے سندھ پر چل رہئے۔ مگر اس کی عالی ہمتی ہرگز تقاضا نکرتی تھی کہ اتنی بڑی سلطنت یوہیں چھوڑ دی جائے۔ جب دیکھا کہ سرداروں میں بزدلی پھیل گئی تو نہایت جوانمردی سے جواب دیا کہ غیرت کا مقتضا یہی ہے کہ اُن سے جنگ کی جائے اور بیٹھے بٹھلائے ملک ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ اور فوراً اپنے اُس فعل سے جس کی وجہ سے لوگ اس کو امام نہ بناتے تھے اعلان کے ساتھ توبہ کی یعنی شراب قطعاً چھوڑ دی اور اُس کے روپہلے سنہرے برتن تمام خیرات کر ڈالے۔ بہادر جوان اپنے بادشاہ کو اتنا مستعد دیکھکر دشمن پر دانت پیسنے لگے اور تلواریں میانوں سے نکالکر حکم کا انتظار کرنے لگے۔ بابر کو اپنے توپخانہ پر بہت بڑا بھروسا تھا لہذا اُس نے فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ دشمن کے مقابل توپیں قائم کیں اور اُن کے پیچھے پیادے کھڑے کئے اور توپوں کی بائیں

زرنج ورات گیتی مشو خنداں ازین دل   کہ آئین جہاں گاہی چنیں گاہے چنیں باشد

ہمایون کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آنسو بھر آئے شاہ ایران بھی آبدیدہ ہوا فوراً اُس گویّے کو اٹھا دیا۔ اور دوسری چوکی حاضر ہوئی ایک عرصہ تک اسی طرح گلچھرے اڑتے رہے جب ہمایون ضیافتیں کھاتے کھاتے تھک گیا تو شاہِ ایران نے نہایت شان وشوکت سے رخصت کیا اور بارہ ہزار قزلباش کا لشکر ایک جانباز بہادر کی سرداری سے ساتھ کیا۔ اور شگون کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کے نام سپہ سالاری مقرر کی ہمایون نے بھی وعدہ کیا کہ فتح کے بعد قندھار شاہزادہ کے نام پر کر کے سلطنت ایران سے متعلق کر دیا جائیگا +

ہمایون نے ایران سے آتے ہی قندھار فتح کیا پھر کابل آکر کامران کو نکالا اور خود تخت پر بیٹھا شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ گھر گھر عید ہو گئی +

اب شیر خاں کا حال سنئے اُدھر تو ہمایون صحرا نورد دیاں کرتا ایران پہنچا اور پھر کابل کا حکمران ہوا۔ اِدھر شیر خاں نے دلی میں پنجے جمائے اور دلی کا بادشاہ بنکر شیر شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پرانے قلعہ کی درستی کرائی شیر گڈھ نام رکھا۔ شیر منڈل بنایا۔ جو اب بھی باقی ہے فیروز شاہ کے کوٹلہ سے یہاں تک جہاں اب ہمایوں کا مقبرہ ہے جدید شہر آباد کیا اور دلی شیر شاہ نام رکھا جیلخانہ کے سامنے اس شہر کا دروازہ اب تک موجود ہے جس کو لال دروازہ کہتے ہیں پہلے کابلی دروازہ کہتے تھے۔ اس کے زمانہ میں کھاری باولی کی بنا پڑی غدر تک اس کے نشانات اچھی طرح نظر آتے تھے۔ اب دوکانوں میں دب گئے کچھ کچھ نشان نظر آتے ہیں۔ اب جگہ بازار ہے جسکو کھاری باولی کہتے ہیں۔ مسجد فتح پوری کے پاس واقع ہے +

شیر شاہ نے اپنے زمانہ میں رفاہ عام کے بہت سے کام کئے گنگا سے سندھ تک سڑک بنوائی اس کے دونو طرف درخت لگائے۔ دو دو میل پر سرائیں بنوائیں کنوئیں کھدوائے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا +

سلیم شاہ سلیم شاہ نے لب دریا ایک مستحکم قلعہ بنایا۔ سلیم گڈھ نام رکھا جو اب لال قلعہ سے ملحق ہے۔ کھاری باولی کی تعمیر پوری کی لاہوری دروازہ کی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ ایک شکارگاہ تیار کرائی۔ جو نیلی چھتری کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی نشان باقی ہے +

سلیم شاہ چونکہ اپنے باپ جیسا لائق نہ تھا اس کے زمانہ میں سلطنت کو زوال آیا اُس کے مرنے کے بعد ہندوستان پانچ بادشاہوں میں تقسیم ہو گیا سکندر شاہ بن سلیم شاہ دلی میں

کہ لشکر کا ایک سقّہ مشک پر تیرتا چلا آتا ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر آواز دی کہ اے آبحیات کے فرشتہ بہشت کا کام کر ڈوبتے کا ثواب لے اور مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ دو پہر کی بادشاہت اور پیٹھ پر ڈال بادشاہ کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آگرہ آکر وعدہ وفا کیا اور دو ہی پہر میں اُس نے اپنے تمام بھائی بندوں کو نہال کر دیا۔ اور مشکیں کاٹ کاٹ کر چمڑے کا سکّہ چلایا +

چھ مہینے کے بعد شیر خاں نے پچاس ہزار سوار کی جمعیت سے پھر چڑھائی کی ہمایون بھی ملکی انتظام سے غافل نہ تھا۔ ایک لاکھ فوج سے مقابل ہوا مگر فقط ہراولوں میں دو دو ہاتھ ہو کر رہ گئے ایک مدت تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی جنگ نہ ہوئی بادشاہ کے لشکر میں تنگی پیدا ہو گئی لوگ ایک ایک کر کے چلنے شروع ہوئے۔ ادھر برف پڑنے لگی مینہ برسنے لگا۔ آسمانی سوار چاروں طرف پھیل گئے۔ ادھر بجلی بیگ تازیانہ اڑاتے ہیں کڑاک کڑاک کر ڈانٹ بتھاتے ہیں۔ اُدھر رعد خاں وہ للکار بتاتے ہیں کہ بہادروں کے دل ہلے جاتے ہیں۔ بادل خاں نے اولوں کی وہ گرابیں ماریں کہ رہے سہے ہوش اڑا دیے شاہی فوج میں بھگڑ پڑ گئی شیر خان نے جست کر ایک ایک دو دو کو نکلنا شروع کیا ہمایوں دریا اتر مشکل سے آگرہ پہنچا +

شیر کے منہ خون لگ گیا تھا چند روز کے بعد پھر آگرہ کا قصد کیا ہمایون گھبرا کر نکلا سندھ بیکانیر وغیرہ ہوتا ریگستان کے صدمے اٹھاتا ایران کی سرحد میں پہنچا۔ شاہ ایران نے جو دم دم کی خبریں لیتا تھا تمام قلمرو میں شاہی مہمانی کا انتظام کر دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ ہمایون ہندوستان کا بادشاہ آتا ہے ہر حاکم استقبال کو جائے اور مراسم شاہانہ بجا لائے جس وقت ہمایون سیستان میں پہنچا حاکم کو مع فوج سرحد پر حاضر پایا ہمایون شاہانہ جلوس کے ساتھ شہر میں پہنچا دربار کیا وزرا اُمرا نے نذریں دیں۔ غرض تمام رستہ ہر منزل پر یہی سامان ہوتے دار الخلافہ میں پہنچا تو دونو بادشاہوں میں بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔ دھوم دھام سے دعوت ہوئی روز نوروز رہنے لگا جشن اڑنے لگے۔ سیر و شکار کے جلسے ہوتے رہے +

ایک دن ارباب نشاط حاضر ہوئے مجلس گرم ہوئی۔ ایک گویّے نے یہ غزل شروع کی ؎

ہمایوں منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد　　مبارک کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

دونو بادشاہ اور اہل دربار سنکر اُچھل پڑے مگر دوسرا شعر یہ جو گایا۔

چھوڑ جائیں +

خان خاناں نے تمام سرداروں کو بلا کر خوب ڈانٹا اور غیرت دلائی کہ تمہارے آقا نے تمہارے ساتھ کیا کیا سلوک کئے کیسی کیسی عزتیں بخشیں اب تم اس طرح ہٹے جاتے ہو افسوس سفید ڈاڑھیوں پر یہ روسیاہی اٹھاتے ہو۔ اکبر بھی سنبھلکر ہو بیٹھا اور کہنے لگا کہ خان بابا میری رائے تمہارے ساتھ ہے۔ ہم بغیر مرے مارے ہندوستان نہ چھوڑینگے میدان سے منہ نہ موڑیں گے ؎

آفت زدہ دل کو بھی مسل جائے تو اچھا	ہاتھوں سے کلیجہ مرا مل جائے تو اچھا
اگر بزم میسر نہیں ہاں رزم کی ٹھہرے	بیچین ہے دل یوں ہی بہل جائے تو اچھا
افروختہ ہو آتشِ جنگ آج تو بہتر	شوریدہ جگر آگ میں جل جائے تو اچھا
خار آنکھوں میں ہے غیر کا دلی پہ تسلط	کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
تم ڈرتے ہو ٹھہرو یہیں میں جاتا ہوں تنہا	جھگڑا چکے یہ ردو بدل جائے تو اچھا

شاہی سے نہ کچھ عشق نہ کچھ تاج سے الفت
اک لب پہ ہے دم یہ بھی نکل جائے تو اچھا

پس اب تو یہی ٹھنی ہے کہ یا تخت یا تختہ +

اکبر کے اس کلام سے چھوٹے بڑوں کو جرات ہوئی خانخاناں فوراً تلوار ٹیک کر اٹھ کھڑا ہوا رستہ میں فوج بھی آملی ہیمو ڈھوسر بھی گو نام کو بقال تھا۔ مگر عقل کا پورا تھا۔ ایک لاکھ فوج اور توپ خانہ لیکر آگے بڑھا پانی پت میں دو دو پانی ہوئے۔ دونو فریق بڑے زور کی لڑائی لڑے آخر ہیموں گرفتار ہوکر قتل ہوا +

اس جنگ سے فراغت ہوئی تو اکبر دار الخلافہ دلی میں آیا۔ دوبارہ تخت نشینی کا جشن کیا مراد والوں کو مرادیں دیں پھر ملک گیری کو اُٹھا۔ احمد آباد۔ گجرات۔ مالوہ۔ کشمیر۔ خاندیس۔ بنگال وغیرہ فتح کئے برار کو صلح سے لیا۔ اس کے وقت میں علما فضلا اور باکمال لوگوں کی بڑی قدر ہوئی۔ چنانچہ اکبر کا نورتن* مشہور ہے۔ یہ بادشاہ بڑا اقبالمند۔ مدبر۔ منتظم منصف مزاج۔ علم دوست تھا +

کہتے ہیں کہ اسکے عہد میں مسٹر ٹامس بہادر سفیر انگلستان کا قدم ہندوستان میں آیا بادشاہ نے

* نورتن ہیں۔ فیضی۔ ابو الفضل۔ راجہ ٹوڈرمل بیربل۔ ملا دوپیازہ ظریف)

سکندر شاہ تخت نشین ہوا مگر پرانی بےعنوانیاں اور نئی ہوگئیں۔ لوگوں کو ہمایون کی تلاش ہوئی۔ کابل خط جانے لگے۔

ہمایون جو ۹ برس سے کابل میں حکومت کرتا تھا کیل کانٹے سے بالکل درست تھا ہندوستان کی خرابیاں اور سلطنت کا تنزل دیکھکر فوراً تیار ہوگیا اور کابل سے لام بندھ گیا آتے ہی متواتر اس زور شور کے حملے کئے کہ سکندر کی فوج لوہا مان گئی آخر دلی پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف فرمان جاری کئے پرانے قلعہ کو درست کیا عجیب غریب مکانات بنائے۔ نہایت خوشنما مسجد تیار کرائی جو اب بھی موجود ہے شیر منڈل کو کتب خانہ بنایا۔

ہمایوں کو ہئیت اور نجوم کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ سات ستاروں کے بموجب سات مکان بنوائے۔ ہفت منزل نام رکھا۔ ان میں ہر ستارہ کے مناسب کاروبار ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ زہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ اس کے دیکھنے کو کوٹھے پر چڑھا جب اترنے لگا تو اذاں ہوگئی اذاں سننے بیٹھ گیا جب اذاں ختم ہوچکی تو جریب پکڑ کر اٹھنا چاہا مگر جریب ہاتھ میں سے پھسل گئی اور نیچے گر پڑا اور پھر جانبر نہ ہوا (ہمایوں پادشاہ از بام افتاد) تاریخ ہوئی۔

اس کی بیگم نے اس کا مقبرہ تعمیر کرایا اور عرب سرا بسائی جو اب بھی موجود ہیں۔

جس وقت ہمایوں کا انتقال ہوا اس کا بیٹا جلال الدین اکبر جو گردش کے ایام میں امرکوٹ میں پیدا ہوا تھا افغانوں سے لڑ رہا تھا۔ ارکانِ دولت نے ادھر تو جلال الدین اکبر کو عریضہ لکھا ادھر بادشاہ کا مرنا مشہور نہ کیا یہی کہتے رہے کہ ضعف بہت ہے اس لئے دربار نہیں کرتے اور کبھی کبھی شکیبی شاعر کو جو بادشاہ سے بہت مشابہ تھا شاہانہ لباس پہنا کر دیوان عام کے کوٹھے پر بٹھا دیتے۔ سب لوگ نیچے میدان میں کھڑے ہو کر مجرا کر لیتے۔

جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء میں جلال الدین اکبر کلانور میں تخت پر بیٹھا تو اس راز کو کھولا۔

جلال الدین اکبر ابھی کلانور میں تھا کہ ہیمو ڈھوسر ایک لاکھ فوج اور ہزار ہاتھی لیکر دلی پر چڑھ آیا اور تمام شہر پر قبضہ کر لیا۔

اُدھر اکبر نے دلی کا ارادہ کیا جالندھر میں خبر سنی کہ ہیموں نے دلی فتح کر لی افسران فوج سے مشورہ لیا سب نے صلاح دی کہ کابل پھر چلئے۔ اکبر کی عمر بہت کم تھی سنتا رہا مگر کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ بیرم خان کو الگ لیجا کر کہا کہ باپ دادا کا نام تمہارے ہاتھ ہے اب کیا صلاح ہے۔ اس ملک پر کتنی مصیبتیں اٹھائیں کتنی جانیں گنوائیں۔ اور اب یونہیں

جو دس برس میں بنکر پورا تیار ہوا اور نئی دلی کی بنیاد پڑی۔ میر عمارت نے عرضی لکھی خود بدولت ہوادار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کو ملاحظہ کیا سر سے پاؤں تک سنگ سرخ سے گلرنگ اس پر سنگ مرمر کے حاشیہ کا نرالا ڈھنگ ایک اُمنگ بڑھاتا تھا برجیاں دلربا فصیلیں اور مرغولیں خوشنما عمارتیں اور باغات پر فضا۔ باغوں کی نہریں نہایت دلکشا۔ نقار خانہ۔ دیوان عام۔ دیوان خاص۔ میزان کا دالان بیٹھک۔ خوابگاہ تسبیح خانہ۔ برج مثمن۔ رنگ محل۔ اسد برج۔ جاجہ خانہ۔ توپ خانہ۔ مہتاب باغ۔ حیات بخش باغ۔ چوبین مسجد۔ خان سامانی۔ باورچیخانہ۔ ساون بھادوں۔ غلام گردش۔ گلال باڑی پائیں ڈیوڑھی۔ چھوٹی بیٹھک محل۔ ولیعہدی محلسرائے۔ عیش محل۔ تومحلہ۔ ہر دو بازار۔ دیگر مساجد۔ دیا محل۔ رنگ محل دیگر۔ صاحبزادوں کے محل۔ باون چوک۔ شاگرد پیشہ عورتوں کے لیے۔ توشہ خانہ۔ سلح خانہ۔ خزانہ۔ جواہر خانہ۔ کتب خانہ۔ آبدار خانہ۔ دفتر خاص چاندنی محل +

یہ سب چیزیں نہایت خوش قطع اور دلچسپ نظر آتی تھیں +

حضور نہایت خوش ہوئے جشن کا سامان شروع ہوا۔ اول شامیانہ دربار عام کے آگے تنا جو دس برس میں بنکر تیار ہوا تھا دربار خاص میں سہا منڈل خیمہ استادہ ہوا۔ یہ دونو بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے تھے ان پر ہزاروں گز کشمیر کے پشمینے اور مخمل زربافت خرچ ہوئے تھے۔ دو تو سونے کے ستونوں اور چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے۔ ان کے آگے خوشنما شامیانے اطلسی و زربافی سنہری روپہلی چوبوں پر تانے گئے۔ ایوان عالی جس طرح طلائی چھت کی میناکاری سے گوناگون تھا ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارسی کمخوابوں سے بوقلموں تھا صدر سے لیکر پا انداز کے ایک ایک مکان تک در و دیوار کو مخمل زربافت بادلہ کمخواب پردہ ملے۔ فرنگی دیبائے رومی اطلس چینی سے نگارخانہ چین کر دیا۔ صدر میں تخت طاؤس سجایا گیا +

تخت طاؤس تخت طاؤس دنیا کی عجائبات کا ایک نمونہ تھا۔ ساڑھے چھ کروڑ روپیہ میں تیار ہوا تھا پشت کا تختہ جس پر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا دس لاکھ روپیہ کا تھا۔ بارہ مرصع ستونوں پر متفرق محرابیں۔ جڑاؤ میناکاری کی چھت۔ چھت سے پایہ تک خالص کندن اور آبدار جواہر سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ اور تین سیڑھی بلند چبوترے پر یہ عالم تھا گویا ایک ستارہ کا نگینہ ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے اس کی رو کار کی محراب پر ایک درخت طلائی بھاری دھرا تھا

بہت کچھ اعزاز فرمایا اور انگریزی تجارت کی اجازت دی ٭ مگر صحیح یہ ہے کہ سفیر جہانگیر کے وقت میں آیا٭

نورالدین جہانگیر ۱۶۰۵ء میں اکبر کا بیٹا سلطان نورالدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ نورجہاں سے شادی کی نورجہاں گو عورت تھی مگر بہادری اور دلیری میں مردوں سے بھی کچھ نمبر بڑھی ہوئی تھی چنانچہ کسی نے لطیفہ کہا ہے۔

نورجہاں گرچہ بظاہر زن است ۔۔۔ در صفِ مرداں زنِ شیر افگن است

چونکہ نورجہاں پہلے شیر افگن خان کے ساتھ منسوب تھی اس لئے یہ شعر اور بھی زیادہ لطف دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ گلاب کا عطر اس نے یا اس کی ماں نے نکالا۔ نورجہاں کے مزاج میں نکتہ سنجی اور لطیفہ گوئی کا پورا مادہ تھا ایک مرتبہ بادشاہ نے قبا پہنی تو اس میں لعل کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اُس نے فوراً شعر کہا ؎

ترا نہ تکمۂ لعل است در لباسِ حریر ۔۔۔ شدست قطرۂ خونِ منت گریباں گیر

ایک مرتبہ سیر باغ کو نکلی نقاب منہ پر ڈالے روشوں پر ٹہلتی پھرتی تھی مرزا صیدی شاعر بھی کہیں سے آنکلے نورجہاں کو تو پہچانا مگر منہ پر نقاب پڑی ہوئی خوشنما معلوم ہوئی۔ تو بے ساختہ شعر کہا ؎

برقع برخ افگندہ بروناز بباغش ۔۔۔ تا نکہتِ گُل بیختہ آید بدماغش

نورجہاں سنتے ہی پھڑک اُٹھی اور پانسو روپیہ انعام دیئے اور شعرائے دربار میں شامل کیا٭ جہانگیر علم دوست تھا اکثر کوئی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں رہتی مگر جب سے نورجہاں کا قدم آیا مصحفِ رخ کی تلاوت ہونے لگی۔ اس کے دام گیسو میں ایسا گرفتار ہوا کہ پھر نکل نہ سکا اور اسی کی رنگ رلیوں میں لگ گیا٭

انگریزی تجار کو سورت۔ احمد آباد۔ مدراس۔ کلکتہ۔ کھمبایت وغیرہ میں کوٹھیاں بنانے کی اجازت دی۔ جب وفات کا وقت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ شہریار کو تخت پر بٹھایا جائے مگر آصف جاہ وزیر اور مہابت خان نے فوراً دکن کو قاصد دوڑایا اور شہزادہ خرم کو بلا بھیجا شہزادہ فوراً روانہ ہوگیا۔ اور آگرہ ہوتا ہوا دلی پہنچا۔ اور جشن شاہانہ سے دربار کر کے جابجا فرمان جاری کر دیئے اور شہاب الدین شاہجہان کے نام سے مشہور ہوا۔

شہاب الدین شاہجہان اس نے نہ صرف پہلی عمارات کی درستی کرائی بلکہ جاہ و حشم کے ہجوم کے لئے آگرہ و لاہور کے قلعوں میں گنجائش نہ تھی تو ایک کروڑ کی لاگت سے دلی میں لال قلعہ تیار کرایا

ایک دن شاہجہاں کے سامنے دو مست ہاتھی لڑ رہے تھے۔ خود بادشاہ جھروکوں میں بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے۔ اکثر شاہزادے امیرزادے تماشا دیکھ رہے تھے۔ عالمگیر بھی چودہ برس کی عمر میں گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی بھاگا اور اس کی طرف آیا سب بھاگ گئے مگر یہ بہادر اُسی جگہ اڑا رہا۔ جب ہاتھی اس پر حملہ کرکے آیا تو اُس کے کان میں اس زور سے برچھا مارا کہ سر میں غرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ کر دے مارے۔ گھوڑا اس طرح چمکا کہ یہ پشت سے گرا اور پھر اُٹھتے ہی تلوار سونت ایک ہاتھ سونڈ پر مارا۔ اتنے میں اور لوگ آگئے اور ہاتھی بھاگ گیا +

اس کے زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہوا فتاوی عالمگیری مرتب ہوا۔ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے چھڑا دیا گیا۔ مگر پھر دیوان حافظ سرہانے رکھا رہتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ لوگ حافظ کا مطلب نہیں سمجھتے اور حقیقت میں مجاز کے چسکیاں لیتے ہیں +

سلطان محمد معظم بہادر شاہ ۱۷۰۷ء میں اس کا بیٹا سلطان محمد معظم بہادر شاہ جس کو شاہ عالم بھی کہتے ہیں تخت پر بیٹھا +

جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء میں جہاندار شاہ بادشاہ ہوا۔ اور اپنے بھتیجے فرخ سیر کے ہاتھ سے مارا گیا +

فرخ سیر ۱۷۱۳ء میں خود فرخ سیر نے تخت سنبھالا۔ اس نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ میں سنگ مرمر کی جالیاں بنوائیں۔ اور آستانہ کا دروازہ تیار کرایا +

محمد شاہ ۱۷۱۹ء میں اورنگ زیب کا پوتا محمد شاہ تخت پر بیٹھا اور ناچ رنگ میں مشغول ہو گیا۔ مہتاب باغ اور حیات بخش دونو باغوں کو سجا کر طلسمات کا نمونہ کر دیا۔ نہروں میں نواڑے پڑے رہتے بادشاہ اس میں بیٹھا مزے اُڑاتا۔ برسات آتی تو قطب صاحب کے ہرے بھرے جنگل میں جا رہتا۔ حکم تھا کہ ابر سیاہ ہمارا نقیب ہے۔ جب گرجنے کی آواز آئے فوراً کمر بندی ہو جایا کرے۔ ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ نظام الملک آصفجاہ کو انتظام کے لیے دکن سے بلایا مگر وہ سلطنت کا رنگ بدلا دیکھ کر واپس ہو گیا +

آصفجاہ کا جانا تھا کہ نادر شاہ ایرانی کابل ہوتا ہوا دلی کے ارادہ سے آگے بڑھا جب بہت ہی قریب آگیا شہر میں کھلبلی پڑ گئی۔ بادشاہی آرام طلب فوج نے یہ دن کاہے کو دیکھا تھا سنتے ہی سٹ پٹا گئی +

جوں توں کرکے جنگ کا سامان فراہم کیا۔ خدا خدا کرکے دو مہینے میں کرنال پہنچے اور برات کی

جیسے سبزہ والماس سے سرسبز اور لعل و یاقوت سے گلرنگ کیا تھا۔ ادھر ادھر اس کے دو مور زنگار رنگ کے جواہرات سے مرصع چونچ میں موتیوں کی تسبیحیں لیئے اس طرح کھڑے تھے گویا اب ناچنے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں چتر زرنگار جن میں موتیوں کی جھالر جھلملاتی تھی آگے ایک شامیانہ کہ جواہرات اور موتیوں کی آبداری سے دریائے نور کی طرح لہراتا تھا اور ایک لاکھ روپیہ کی لاگت میں تیار ہوا تھا سونے روپوں کی چوبوں پر استادہ تھا اس کے گرد کرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے مرتبہ سے سجی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب کے لیئے کئی گز تک حاشیہ چھوڑ کر چاندی کا خوبصورت جالیدار کٹہرا لگا تھا۔ غرض دربار آراستہ ہوا اور شاہزادہ وزیر امیر راجہ مہاراجہ عہدہ دار منصبدار منشی متصدی سپاہی پیادے اپنے اپنے موقعہ پر موجود تھے درباری لوگ آتے اور پہرے پہرے پر اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے مگر رعب شاہی کا یہ عالم کہ قدم تھرتھراتے تھے۔ دربار میں پہنچکر تین سلام گاہوں پر تسلیم بجالاتے تھے جب نقیب آواز دیتا تھا کہ آداب بجالاؤ جہاں پناہ بادشاہ سلامت عالم پناہ بادشاہ سلامت تو دل لرز جاتے تھے کٹہرے کے پاس کورنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض نذریں گذرنی شروع ہوئیں اور منصب اور جاگیریں بٹنے لگیں رات کو دیوان عام میں جشن ماہتابی ہوا۔ نوروز تک برابر جشن رہا +

قلعہ میں اور ضروری عمارات بنائیں محلسرا تیار کرائی۔ شہر کی چار دیواری بنوائی جامع مسجد تیار کرائی اُس کے مصارف کے لیئے کئی گاؤں وقف کیئے جو شاہی مقبوضات کے ذیل میں ضبط ہو گئے۔ بخارا سے صحیح النسب سید امام بلایا جس کی بزرگ اولاد اب تک منصب امامت پر بدستور چلی آتی ہے۔ زینت النساء دختر بادشاہ نے زینت المساجد بنائی جو دریا گنج میں لب دریا واقع ہے۔ دوسری بیٹی جہاں آرا نے باغ لگایا جو اب کمپنی باغ کہلاتا ہے +

اورنگ زیب عالمگیر شاہجہاں کے چار بیٹے تھے اس کے جیتے جی ہی آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور بھائیوں میں خوب کٹا چھنی ہوئی آخر ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ بیجاپور گولکنڈہ وغیرہ فتح کیئے۔ لال قلعہ کے اندر موتی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ قلعہ کے دو دروازوں کے آگے گھوگھس تعمیر کرایا جس پر اب توپ رکھی رہتی ہے۔ یعنی اندر کا دروازہ شاہجہانی ہے اور خندق کے پاس کا دروازہ عالمگیر نے بنایا +

شجاعت اس کی خانہ زاد لونڈی تھی بہادری اس کے نام کی قسم کھاتی تھے +

بشاہاں مے دہند- اس لیاقت اور سنجیدگی پر دو تو بادشاہ بہت خوش ہوئے لطیفہ نادر شاہ نے محمد شاہ کی ایک خاص کنچنی نور بائی کا گانا سنا- بہت محظوظ ہوا اور انعام دیکر کہا نور بائی سوئے بندر اسپاہ کن بیا کہ با ایرانت بریم نور بائی سنتے ہی حیران ہوئی کہ اب کیا کروں مگر فوراً اس نے ایک غزل گائی ؎

من شمع جاں گدازم تو صبح دلکشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکت اینچنینم دور آنچناں کہ گفتم — نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

نادر شاہ بہت خوش ہوا اور اس کا مطلب سمجھکر اپنے ارادہ سے در گذرا- اور جب جانے لگا تو صد ہا خزانہ اور جواہر سمیٹے گئے سمیٹے اور تخت طاؤس تک لیگیا +

محمد شاہ پھر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور تیس برس سلطنت کر کے عالم بقا کو روانہ ہوا +

احمد شاہ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ تخت پر بیٹھا +

عالمگیر ثانی ۱۷۵۴ء میں جہاندار شاہ کا بیٹا عالمگیر ثانی تخت نشیں ہوا- اس کے وقت میں سلطنت میں بد نظمی پھیلی مرہٹوں نے سر اُٹھایا احمد شاہ درانی نے آکر نادر شاہ کی طرح قتل عام کا حکم دیا اور دلی کو تاخت و تاراج کیا اُس کے چلے جانے کے بعد غازی الدین وزیر نے بادشاہ کو قتل کر کے لاش جمنا میں پھکوا دی اور ۱۷۶۱ء میں

شاہ عالم اس کے بیٹے شاہ عالم کو تخت پر بٹھایا مرہٹوں نے زور کیا- احمد شاہ درانی پھر آیا اور پانی پت میں مرہٹوں سے جنگ عظیم ہوئی- ۰ ہزار مرہٹے قتل کئے اور بہت سامان غنیمت لیکر چلا گیا- غلام قادر ایک شخص نے شاہ عالم کو اندھا کر دیا جس سے مرہٹوں نے پھر دلی پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو قید کیا- لارڈ لیک انگریزی فوج لیکر دلی میں آیا اور شاہ عالم کو مرہٹوں سے چھڑا کر پنشن مقرر کر دی اب دلی میں برائے نام بادشاہت رہگئی اور ۱۸۰۳ء سے دلی میں انگریزی سلطنت قائم ہوگئی +

اکبر ثانی ۱۸۰۶ء میں اکبر ثانی تخت نشیں ہوئے مثمن برج میں سنگ مرمر کا جھروکہ بنوایا پھر اسی طرح ۱۸۳۷ء میں تیموریہ خاندان کا آخری بادشاہ ابو الظفر سراج الدین الملقب بہادر شاہ تخت نشیں ہوا انہوں نے قلعہ میں ظفر محل اور جل محل تیار کرایا- شاہدرہ کے قریب شاہ باغ بنوایا- انکی حکومت قلعہ کے اندر محدود تھی باہر کمپنی کا اختیار تھا لیکن تاہم اعزاز شاہی قائم تھا گورنر جنرل تک تعظیم دیتے تھے کمشنر اور ریذیڈنٹ ٹوپی اتار کر سلام کرتے تھے بہادر شاہ دربار شاہی کیا کرتے تھے حسب دستور امرا اور وزرا ہاتھ باندھے نیچی نگاہیں کئے اپنے اپنے مرتبوں پر کھڑے رہتے تھے- انعام اکرام برابر ہوتا تھا بعض بعض عمارتیں بڑی شاندار تھیں چاندنی چوک اور دریبہ میں روپیوں اشرفیوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے- جوہریوں کی دکانوں پر لاکھوں کے مال فروخت کے لئے سجے ہوئے تھے- قلعہ کے عین سامنے خاص بازار اور خانم کے بازار ایسے آباد تھے کہ صبح سے لیکر

طرح جا اترے۔ آخر نادر شاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ عیش پروردہ فوجیں پریشان ہو کر بھاگیں خان دوران زخمی ہوا۔ برہان الملک شجاعت کی داد دے رہا تھا دل کھول کر لڑ رہا تھا۔ ہاتھی پر بیٹھا تیر پر تیر چلا رہا تھا کہ قزلباشوں نے چاروں طرف سے آگھیرا۔ ایک نیشاپوری اُسکا ہموطن گھوڑا دوڑا کر پہنچا اور آواز دی کہ اے محمد امین دیوانہ شدہ بکہ جنگ میکنی وبچہ اعتماد میکنی برہان الملک نے ہاتھ روک لیا اور نادر شاہ کے پاس گیا۔ اس نے جرم بخشی کر کے بہت عنایت کی اور دو کروڑ مصارف جنگ لیکر یہیں سے لوٹ جانے پر راضی ہوگیا۔ برہان الملک نے نادر شاہ کو بادشاہ سے ملایا بڑے لطف سے ملاقات ہوئی +

نادر شاہ نے لوٹ جانے کا سامان کر دیا مگر بعض بد اندیشوں نے برہان الملک کی خیر خواہیوں کو اپنی طرف منسوب کر کے محمد شاہی دربار میں خطاب پائے جس سے اس کو برہمی پیدا ہوئی اور اُس نے نادر شاہ کو خزانہ کے بے شمار جواہرات کی طمع دلائی۔ نادر شاہ یہ سنکر شہر میں آیا خزانہ پر قبضہ کیا۔ شہر کے لوگوں نے اس کے آدمی مارنے شروع کئے رات بھر شہر میں تلوار چلی اور کسی کو خبر نہ ہوئی صبح کو نادر شاہ کو اطلاع ہوئی بہت سے اپنے آدمی بچشم خود قتل ہوئے دیکھے آنکھوں میں خون اتر آیا۔ روشن الدولہ کی مسجد میں تلوار کھینچکر بیٹھ گیا۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ گلی کوچوں میں خون کے نالے بہ گئے۔ گھروں میں آگ لگ گئی۔ بڑے بوڑھوں کی فریادیں آسمان تک جانے لگیں۔ ایک بڈھے خواجہ سرا نے محمد شاہ سے تمام حال عرض کیا۔ بادشاہ آبدیدہ ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببیں　　شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچگیا۔ تو سب نے آصفجاہ سے رجوع کی۔ وہ تلوار گلے میں ڈال سر برہنہ نادر شاہ کے سامنے خاموش جا کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا پوچھا کہ چہ میخواہی۔ اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی　　مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شرما کر سر جھکا لیا تلوار میان میں کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم +

ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے دوڑے شہر میں امن ہوگیا۔ بادشاہ نے نادر شاہ کی دعوت کی کھانے کے بعد عمدۃ الملک نے چائے کی پیالی بھری۔ مگر سوچا کہ پہلے کس کو دوں اپنے بادشاہ کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ نادر سر اڑا دے۔ نادر کو دوں تو ایسا نہو کہ بادشاہ جی میں برا مانے آخر اس کی تیزی طبع نے جوہر دکھلائے اور اُس نے محمد شاہ کے سامنے پیالی کر کے کہا کہ شاہاں

کہ تخت پر بیٹھو ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں ضعیف العمر بادشاہ ایسی بیکسی کی حالت میں ان کے ہاتھوں کا کھلونا ہوگیا۔ کہ جس طرح چاہا رکھا جو چاہا کیا۔ اتنے میں انگریزی فوج آگئی اول بادلی کی سرائے پر لڑائی ہوئی پھر تین مہینہ کے محاصرہ کے بعد دلی فتح ہوگئی اور انگریزی قلعہ شکن توپوں نے کشمیری دروازہ کی فصیل اور دروازہ دونو اڑا دیئے اور ایک ایک کوچہ لیتے لیتے قلعہ تک آن لیا پانچ چھ روز تک شہر میں خونریزی ہوتی رہی۔ گورے کالوں میں امتیاز نہ تھا آنکھیں بند کرکے تلوار چلنے لگی بزن بکش بزن بکش کے سوا کوئی آواز کان میں نہ پڑتی تھی بندوقوں کے فیروں سے کلیجے لرزتے تھے۔ توپوں کی ہیبتناک آوازیں دیواروں کی جڑیں تک ہلائے دیتی تھیں۔ ابھی بیٹھے ہیں کہ شائیں سے گولی نکل گئی۔ دن سے گولہ آپڑا۔ یہ ہاتھ بیکار ہوگیا وہ سر ٹوٹا مغز بھٹ گیا۔ ناک اڑ گئی۔ کان جھڑ گیا۔ چھجہ ٹوٹا۔ منڈیر گری۔ چھت آپڑی۔ یہ گولا ٹوٹا وہ سارا گھر جل گیا۔ ۵۷ء کیا تھا بلائے ناگہانی تھی۔ نہ کھانے کو دانہ۔ نہ پینے کو پانی۔ بھوک کے مارے پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھاتے ہیں۔ پیاس کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ بچے سسک سسک کر مرے جاتے ہیں ہاتھ لیوا نہ پانی دیوا ہزاروں باپوں کو لاولدی کا خطاب ملا۔ ہزاروں بچوں کے سر پر یتیمی کا تاج رکھا گیا۔ بوڑھے اور مارے گئے۔ نکلے اور پکڑے گئے۔ تمام شہر میں جنگی انتظام ہوگیا شہر خالی کردینے کا حکم ہوا لنگڑے لولے لوگ یتیم مسکین بچے رانڈ بیوہ عورتیں بے سروسامان نکل نکل کر بھاگیں۔ وہ پردہ دار بیبیاں جنہوں نے کبھی ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا جنگلوں اور بیابانوں میں بے سروسامان ماری ماری پھرتی تھیں۔ جنہیں اپنی جان سنبھالنی مشکل تھی وہ اسباب تو کیا لیکر نکلتیں۔ خود ہی چلنا دشوار تھا۔ بھوکوں دم نکلنے لگا پاؤں میں چھالے پڑ گئے یہ گری وہ گری ؎

چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ بسمل کی تڑپ   ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پاؤں ٹوٹا کسی کے دانت جھڑ گئے کوئی کمر پکڑے روتی ہے۔ کوئی جوں توں کرکے گرتی پڑتی بھاگی چلی جاتی ہے۔ اس پر لٹیروں کا یہ حال کہ جسکو دیکھا نوچ لیا جتنا زیور پایا اتار لیا نہ مردوں کو عورتوں کی خبر نہ عورتوں کو مردوں کی اطلاع۔ ایک عجیب عالم ہو رہا ہے ہر شخص دشمن دکھائی دیتا ہے۔ جھاڑ کا شیر بنا جاتا ہے۔ لٹتے چھپتے جان بچاتے پھرتے ہیں۔ بغاوت کی تہمت سے جی لرزا جاتا ہے۔ مخالفت کے خوف سے جاڑا چڑھا آتا ہے۔ زندگی بلائے جان معلوم ہوتی ہے۔ کہیں پناہ نہیں نظر آتی ہے اپنے پرائے دشمنی پر آمادہ ہیں بھائی کو بھائی کھائے جاتا ہے بادشاہ

آدھی رات تک شانہ سے شانہ چھلتا تھا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بادشاہ شاعر تھے ذوق ان کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے اہل کمال اس وقت دلی میں موجود تھے۔ اس زمانہ میں فن کشتی اور موسیقی نے بڑی ترقی کی دریا پر تیرائی کے میلے ہوا کرتے۔ شہزادے خود تیرا کرتے۔ پھول والوں کی سیر جشن نوروزی سے کہیں بڑھکر ہوتی۔ ہفتوں پہلے قطب صاحب میں مکانوں کی صفائی ہونے لگتی۔ دنیا بھر کا سامانِ عیش و عشرت وہاں جمع ہو جاتا۔ ہر شخص عمدہ سے عمدہ لباس پہنکر نکلتا۔ امریوں میں جھولے پڑجاتے چاروں طرف قناتیں کھنچ جاتیں شہزادیاں وزیرزادیاں جھولا جھولتیں غرض چند روز کے لیے امریاں پرستان بن جاتیں +

۱۸۵۳ء تک یہی رنگ رلیاں رہیں دن عید رات شب برات ہوتی رہی اس کے بعد ہوائے باد مخالف کے جھونکے نورسیدہ کلیوں کو مرجھانے لگے عیش و عشرت کے سدا بہار پھول فساد کی گرم گرم ہواؤں سے کملانے شروع ہو گئے ۱۸۵۶ء میں اور بھی خرابی کی صورتیں نظر آنے لگیں کمپنی نے لکھنؤ کے بادشاہ واجد علی شاہ کو تخت سے اتار کر کلکتہ بھیج دیا۔ انکے مددگاروں نے بلوا شروع کیا۔ چونکہ بادشاہت اب برائے نام تھی۔ دراصل بادشاہ سرکار انگریزی کے پنشن خوار تھے۔ اور فصیل قلعہ کے اندر تک بادشاہی محدود تھی۔ اور بعض امور میں دو عملی کی وجہ سے بدانتظامی بھی رہتی تھی۔ اس لیے دلی کے گورنر جنرل اور اُن کے مشیروں کی یہ تجویز تھی کہ بادشاہ کو مع خاندان قطب صاحب یا کہ اور عمدہ مقام میں اعزاز کے ساتھ رکھنے کے واسطے جگہ تجویز کیجائے +

اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں وہ قیامت خیز واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے تیموریہ خاندان کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا سرکاری فوج کی غلط فہمی اور نادانی نے محض ایک بے بنیاد واقعہ پر بلوہ عام برپا کر دیا۔ اور جو کچھ نمکخوار فوج کی جانب سے بدعنوانی و بے وفائی ظہور میں آئی وہ نہایت ہی افسوسناک ہے اگر گورنمنٹ انگلشیہ رحم و انصاف کو کام میں نہ لاتی تو آج دلی کی صورت بھی نظر نہ آتی۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی نے بہت ہی جلد مفسد فرو کر نیکے بعد تمام رعایا کو عفو تقصیر اور امن و امان کا اعلان دیکر مطمئن کر دیا +

جس وقت باغی فوج اور گرد نواح کے لٹیرے میرٹھ کو خراب کر چکے تو دلی کی طرف روانہ ہوئے اور صبح ہوتے ہی دلی پہنچ گئے۔ کلکتی دروازہ پر آئے مگر دروازہ بند پایا راج گھاٹ کے دروازہ سے گھس شہر میں داخل ہوئے قتل و غارت شروع کی بہادر شاہ جو کئی پشت سے سلطنت کو سلام کئے بیٹھے تھے اور بڑھاپے میں رہا سہا بادشاہی کا خطاب بھی کھو چکے تھے بے سروسامان قلعہ کی چہار دیواری میں محصور پڑے تھے۔ ایسی شریر فوج کا کیا کر سکتے تھے۔ کوئی تدبیر بن نہ پڑی آخر شہر میں قتل ہونا شروع ہوا اور قلعہ میں بادشاہ کو اغوا کیا

شاہجہاں آباد

گویہ شہر اپنے بعض قدیمی یا قرب جوار کی عمارات کے لحاظ سے اب بھی پرانی دولتوں کا یادگار ہے مگر حقیقت میں شاہجہان بادشاہ کا لگایا ہوا گلزار ہے بارھویں سال جلوس ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ وزیروں امیروں کی کوٹھیاں بنیں۔ عمدہ عمدہ چوک قائم ہوئے۔ موقعہ موقعہ پر حوض بنے۔ نہریں چھوٹیں۔ فوارے لگے۔ لال قلعہ تیار ہوا۔ اس میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ مکانات بنے باغات لگے۔ عالیشان جامع مسجد تیار ہوئی۔ اس کے عقب میں دونوں پہلوؤں پر دارالشفا۔ دارالبقا بنے۔ شرقی جنوبی پہلو پر دارالہدے تیار ہوا۔ دارالشفا میں بڑے بڑے خاندانی طبیب ملازم رہتے تھے۔ دارالبقا میں طلبہ پڑھتے تھے۔ دارالہدے میں بڑے بڑے کامل استاد علوم کا درس دیتے تھے۔ شہر کی زیب و زینت سے فراغت ہوئی تو شہر پناہ کی بنیاد پڑی اول ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرف سے کچی بنائی گئی۔ پھر ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے صرف سے پختہ کرائی گئی

فصیل

پانچ چھ میل لمبی ہے۔ دیواروں کا عرض چار گز۔ اونچائی کنگروں تک ۹ گز۔ اس میں ستائیس برج ہیں (ہر برج کا قطر دس گز) +

اور چودہ دروازے تھے ۱۲ شاہجہانی اور ایک بہادر شاہی جن میں سے اس وقت نو موجود راجگھاٹ دروازہ۔ مسجد گھاٹ دروازہ۔ دلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجمیری دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ کیلہ گھاٹ دروازہ۔ نگمبود دروازہ۔ کلکتی دروازہ (یہ دروازہ بہادر شاہ بادشاہ نے بنایا ہے) ان کے علاوہ اور پانچ دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے +

دروازوں کے علاوہ ۱۰ کھڑکیاں تھیں جن میں کل تین کھڑکیاں باقی ہیں۔ فراش خانہ کی کھڑکی۔ اجمیری دروازہ کی کھڑکی۔ نگمبود دروازہ کی کھڑکی۔ حال میں آمد و رفت کی سہولت کی غرض سے فصیل توڑ کر دو رستے اور نکالے گئے ہیں ایک دلی دروازہ کے قریب دوسرا ترکمان دروازہ کے قریب اسکے علاوہ نئی نئی سڑکیں بنی ہیں صدر جو کسی زمانہ میں فصیل سے باہر ایک مقام تھا بالکل شہر سے ملگیا ہے گویا دریائے جمن سے ہندو راؤ کے باڑہ تک ایک شہر ہو گیا ہے گو قدیم حالت کے اعتبار سے اسکی صورت

گرفتار ہو گئے اور ۱۸۵۸ء شروع ہوتے ہی ملکی انتظام ہونے لگا بادشاہ پر بغاوت کی اعانت کا جرم لگا اور رنگون بھیجے گئے۔ لوگوں کو شہر میں آنے کی اجازت ہوئی۔ عدالتیں قائم ہوئیں۔ کاروبار جاری ہوئے بعض بعض اوقاف جیسے جامع مسجد۔ فتح پوری۔ زینت المساجد۔ لال مسجد۔ سنہری مسجد وغیرہ اور انکی جائدادیں شاہی عمارات کے ذیل میں ضبط ہو گئیں۔ زیر فصیل قلعہ۔ خاص بازار و خانم کا بازار۔ فولاد پورہ اور زیر جامع مسجد۔ دار البقا۔ دار الشفا کی جو آبادی تھی۔ اور اس میں جسقدر عمارات بنی ہوئی تھیں فوجی آئین اور بعض ضروریات کی وجہ سے مسمار کی گئیں۔ لیکن اس موقع پر بھی گورنمنٹ نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کی ایک بڑے متقدر بزرگ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کو بکمال احتیاط قائم رکھا +

معاونین اور خیرخواہوں کو جاگیریں تقسیم ہوئیں۔ شہر میں ہر طرح امن قائم ہو گیا۔ تجارت اور تعلیمی سلسلہ کو ترقی ہوئی اور رشتہ حاکم اور محکوم میں اس درجہ اخلاص بڑھا کہ ۱۸۷۶ء میں انگلینڈ کے ولی عہد بہادر ہندوستان میں آئے تو دلی کو بھی اپنے قدوم سے مشرف کیا اور دلی والوں نے عموماً خوشی منائی اسکے دوسرے سال ملکہ معظمہ ہند نے اہل ہند کو اور بھی اعزاز بخشا کہ قیصر ہند کا خطاب اختیار کیا اور اُس کے جشن کیلیے پرانے پایۂ تخت دلی ہی کو منتخب کیا۔ اور یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو بڑے دھوم سے دربار کیا اور اور پھر ہمیشہ ہندوستان میں ایک نائب السلطنت مقرر ہو کر آتا رہا چنانچہ اس زمانہ میں لارڈ کرزن صاحب بہادر نائب السلطنت ہندوستان میں موجود ہیں +

جنوری ۱۹۰۱ء میں پھر غم کی تیرہ و تار گھٹائیں اٹھیں اور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے دار فانی سے رحلت فرمائی تمام رعایا اپنے قدیم محسن سرکار کے اخلاقی برتاؤ یاد کر کے مہینوں آٹھ آٹھ آنسو روئی ایک عالم سیاہ پوش ہو گیا سب سے زیادہ دلی نے سوگ منایا جو ہزاروں مصائب اٹھا کر اپنی مہربان مادر کی آغوش میں آرام سے بیٹھی ہوئی تھی مگر ۱۹۰۲ء میں شہنشاہ ہند ایڈورڈ ہفتم نے فوراً ہی آنسو پونچھ دیے اور تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی رعایا پروری شروع کی اور بیچاری دکھیا دلی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں جشن شاہی کا سرمہ لگایا اور اپنی تاجپوشی کے دربار کے لیئے اسی کو منتخب کیا چنانچہ آجکل تیاریاں ہو رہی ہیں +

یہاں تک اُن بادشاہوں کی سرگذشت تھی جو آجتک دلی میں حکمرانی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً نئی نئی عمارتیں بنا کے اور شہر کو رونق پر رونق دیتے رہے اب شہر کی موجودہ کیفیت اور اُس کی باقیماندہ عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے جو باوجود سالہا سال گذر جانے کے پھر اپنی آن بان دکھا رہی ہیں اور اپنی خوش منظر تعمیر پر آپ ہی غش کھا رہی ہیں اور چونکہ موجودہ دلی شاہجہان کی آباد کی ہوئی ہے۔ اس لیئے اس کو شاہجہان آباد سے تعبیر کرنا بہتر ہے +

دو لاکھہ اٹھہ ہزار تین سو پچاس ہے اس شہر میں دیسی و ولایتی سامان پارچہ و آرایش و شیشہ آلات اور ہر ایک قسم کی اشیا بکثرت فروخت ہوتی ہیں بلکہ تمام حصہ ملک میں اکثر سامان اسی شہر سے جاتا ہے مسافروں کے واسطے سراؤں اور ہوٹلوں کی کثرت ہے۔ سواری کی یہ حالت ہے کہ اسوقت تقریباً چار سو بیاسی گاڑیاں ہر وقت تیار رہتی ہیں جن میں اول درجہ کی بتیس اور دوم درجہ کی چھتیس اور سوم درجہ کی ایک سو چالیس اور یکے ۲۸۲ بہلیے ۵۰ امرا اور روسا کی سواری کے جانور ایک ہزار ایک سو تراسی روسا کی گاڑیان پانسو ہیں اور اسوقت دربار کے موقع پر تو کیا کہنا ہے ہر طرف گاڑی ہی گاڑی نظر آتی ہے جنگلون تک میں شہر کا مزہ آرہا ہے۔ شاہجہان آباد اپنی تجارتی حیثیت سے بہت ترقی کر رہا ہے اسمیں ہر جنس کی بڑی بڑی منڈیان اور ہر صنعت اور حرفت کے بڑے بڑے کارخانہ موجود ہیں۔ جگہ جگہ مسجدین جگہ جگہ مناور جگہ جگہ دہرم سالہ قایم ہیں ہر محلہ میں سرائے ہر کوچہ میں شفاخانہ موجود۔ چنانچہ مختلف قسم کی عمارت شہر کا اندازہ نقشہ ذیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

مکانات مع دکاکین وغیرہ	۹۰۵۷۶	ہوٹل انگریزی	تقریبا ۸
مشہور بازار	۱۶	دہرم سالہ	تقریباً ۱۰
مساجد	تقریباً ۵۰۰	حمام گرم و سرد	تقریباً ۲۵
گرجا	تقریباً ۷	اسپتال سرکاری	تقریباً ۳
مناور	تقریباً ۲۰۰	مدارس سرکاری انگریزی	۶
سرائے	تقریباً ۱۰	مدارس اسلامیہ	تقریباً ۸

اب ہم تمام شاہجہان آباد اور اوسکے متعلقات کی سیر کراتے ہین اور جامع مسجد کو جو آج ہندوستان میں اپنا نظیر نہین رکھتی ہرگز نہ [illegible]

جامع مسجد

یہ عالیشان جہان نما مسجد ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے جو اسکے نیچے چھپ چھپا گئی سنہ ۱۰۶۰ ہجری میں شہاب الدین شاہجہان بادشاہ کے حکم سے بننی شروع ہوئی سعد اللہ خان دیوان اعلے و فاضل خان خانسامان کو اہتمام سپرد ہوا۔ کہتے ہیں کہ جسوقت بنیاد رکہنے کا وقت آیا تو بادشاہ ظل اللہ نے فرمایا کہ اسکی بنیاد وہ شخص رکہے جسکا تہجد اور تکبیر اولی کبھی قضا نہیں ہوئی ہو۔ یہ سنکر سبہوں نے گردنیں جہکا لیں اور کچھہ جواب نہ دیا۔ جب بہت دیر ہوگئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھہ میں یہہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج راز افشا ہوتا ہے۔

بدلی نظر آتی ہے ؎

چنانچہ اب یہ شہر تجارت کی توسیع اور ریلوں کے اجتماع اور حرفت اور صنعت کی مشینوں اور کارخانوں کے قیام اور دیگر مختلف وجوہات سے دن بدن بفضلہ تعالیٰ گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد میں بھی روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسکے بازار بہت وسیع عمارتیں بنہایت رفیع گلیاں صاف کوچہ شفاف دکانیں خوش قطع دوکاندار باوضع جگہ جگہ نل جاری نہروں کی آبیاری تجارت کی گرم بازاری عالموں کا معدن عاملوں کا مخزن امیروں کا ماوا غریبوں کا ملجا غرض جو آن ہے نرالی ہے جو بات ہے ٹکسالی ہے حضرت جد امجد مولانا مخدومنا شاہ عبد العزیز محدث فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے ؎

یا من یسائل عن دهلی وحالتها
اے شخص جو دہلی کے حالات اور دیگر بلاد
انها درة والكل كالصدف
اور دلی موتی ہے اور تمام شہر ایسے ہیں جیسے سیپ
سكانها جمال الارض قاطبة
اسکے رہنے والے زمین کی خوبصورتی ہیں اور جس
لم تنفتح عينه الا على الصحف
کی آنکھ کھلی تو صحیفوں پر کہ گویا قرآن ہی پر نظر پڑیگی
لا غرو ان زينة الدنيا بزينتها
اگر دنیا اسکی زینت سے مزین ہوگی تو تعجب کیا ہے

على البلاد وما حازته من شرف
سے اسکی بابت اور اسکے شرف سے استفسار کرتا ہے
فاقت بلاد الورى عزا ومنقبة
یہ تمام شہروں سے عزت اور منقبت میں فوقیت لیگئی ہے
خلقا وخلقا بلا عجب ولا صلف
خلق اور خلق دونوں میں عجب وغیرہ سے بری ہے
كم مسجد زخرفت فيها منارته
بہت سے مسجدیں ہیں جنکے منارہ ایسے سجے اور بلند
كم من اب قد علا باب ذوي شرف
بہت سے باب ہیں جو شریف بیٹوں کی وجہ سے معزز ہوگئے
انهار خلد جرت في اسفل الغرف
جیسے جنت کی کھڑکیوں کے نیچے نہریں

ان البلاد اما وهي سيدة
بیشک تمام شہر باندیاں ہیں اور دلی انکی آقا اور سردار
غير الحجاز وغير القدس والنجف
سوائے مکہ مدینہ اور بیت المقدس اور نجف کے
بها مدارس لو كان البصير بها
اسمیں تنے مدارس ہیں کہ اگر بصیر آدمی
لو قابلته شموس الفجر تنكسف
ہیں کہ آفتاب بھی مقابل ہے تو اسکو گہن لگ جائے
وما جرى جرى من تحتها تحكي
اسکے نیچے دریائے جمن کا پانی اسطرح بہتا ہے

چونکہ اس سرزمین میں دار السلطنت بننے کی قابلیت کچھ خاص طور پر خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اسلئے کیا عجب ہے کہ جیسا اکثر مشہور ہوتا رہتا ہے کہ حضور والیسرائے بہادر کا صدر مقام دہلی قرار پائیگا یہ شہر بھی دار السلطنت بننے کی عزت حاصل کرکے اپنے گزشتہ پچاس سال کی تلافی مافات کردے اسوقت اس شہر کا رقبہ ۱۲۷۷ مربع میل ہے اور حدود اربعہ اس ضلع دہلی کے حسب ذیل ہیں شمال میں کرنال جنوب میں گڑگانوہ مشرق میں دریائے جمن مغرب میں رہتک اور خاص شاہجہان آباد کی آبادی

(۳) کوئی امر شورش کا اندرون مسجد کہ موجب تحقیر و اہانت یا بدخواہی سرکار ہو نہ ہونے پاویگا اگر اتفاقاً کوئی بات وقوع میں آئی اور ہمارے تدارک و اختیار سے باہر ہوا اس کی اطلاع بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرینگے ✣

(۴) مرمت شکست و ریخت کی کرتے رہینگے اور حساب و کتاب کرایہ دوکانات وتہ بازاری وغیرہ مال وقف کا بخوبی درست رکھینگے ✣

(۵) منجملہ ہم مہتمان کے جو کوئی کم ہو جائے کسی سبب سے تو اُس کی جگہ دوسرا بہ تجویز خود مقرر کر لینگے ✣

(۶) اقرار کرتے ہیں کہ اگر خلاف مرضی سرکار کوئی امر ظہور میں آئے تو سرکار کو اختیار ہے کہ دروازہ مسجد بند کر دے ✣

المرقوم ۲۴ - نومبر سنہ ۱۸۶۲ء

العبد العبد العبد

مرزا الٰہی بخش عفی عنہ | محمد صدرالدین | محمد ابراہیم

العبد العبد العبد

محمد حسین | نصیرالدین | تراب علی | حافظ داؤد

العبد العبد العبد

محمد تفضل حسین | محبوب بخش | حافظ میر محمد امام

بقلم تراب علی

ہدایت

(۱) بعد نماز پڑھنے کے سب آدمی مسجد سے باہر چلے جائیں ✣

(۲) کوئی شخص رات کو مسجد میں نہ رہے سوائے موذن اور امام مسجد کے ✣

(۳) قوم ہنود اندر مسجد کے جاویں کچھ مزاحمت نہیں - مگر ادب سے جاویں ✣

(۴) افسران صاحب سول و ملٹیری و دیگر صاحبان انگریز کو اجازت اندر جانے کی ہے کچھ جوتا اتارنے کی احتیاج نہیں ہے الا امید ہے کہ کتا ساتھ نہ ہوگا اور چرٹ وغیرہ نہ پینگے

(۵) گورہ لوگ فوج کے اندر نہ جانے پاوینگے - بلا پاس افسر کمان یا صاحب ضلع کے ✣

(۶) دو دو سنتری دو دروازہ پر متعین نہ رہینگے - بطرف جنوب و شمال اور اُن کی تنخواہ ذمہ

آج راز افشا ہوتا ہے۔ اور پھر تشریف لا کر بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ پانچہزار راج مزدور بیلدار سنگتراش۔ ہر روز کام کرتے تھے۔ اس پر ۶ برس میں تیار ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ صرف مزدوری میں صرف ہوا۔ پتھر کی قیمت اس میں شامل نہیں ہے۔ سنا ہے کہ پتھر ہر قسم کا راجاؤں اور نوابوں نے بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ جب بن بنا کر تیار ہو گئی۔ عید الفطر قریب تھی۔ میر عمارت کو حکم پہنچا کہ عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھینگے۔ ہزاروں من ملبہ پڑا ہوا۔ جگہ جگہ پاڑیں بندھی ہوئیں اتنی جلدی مسجد کا صاف ہو کر آراستہ ہو جانا بالکل غیر ممکن تھا۔ فوراً حکم سلطانی پہنچا کہ جو چیز جس کو ملے اٹھا لے جائے پھر کیا تھا ذرا سی دیر میں مسجد صاف ہو گئی تنکہ تک باقی نہ رہا۔ اُسی وقت جھاڑ پونچھ فرش فروش کر دیے گئے دیکھتے دیکھتے شیشہ و آلات سے آراستہ ہو کر اچھی خاصی دلہن بن گئی۔ حضور میں عرضی گذری کہ مسجد آراستہ ہے۔ صبح عید تھی نماز کا وقت ہوا قلعہ میں شادیانے بجنے لگے حضور کی سواری نکلی۔ قلعہ کے دروازہ سے مسجد کے شرقی دروازہ تک سواروں کی قطار۔ آگے آگے نقیب و چوبدار پیچھے پیچھے شہزادگان والا تبار نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ چار طرف سے لوگوں کا ہجوم ہوا۔ مسجد بھر گئی دوگانہ ادا کیا۔ شہر میں عید منائی گئی +

اب مسجد میں پنج وقتہ جماعت ہونے لگی۔ امام۔ مؤذن فراش وغیرہ سب بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو گئے مسجد جنت کا ٹکڑا بن گئی۔ شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ کے زمانہ میں جامع مسجد پر وہی جوبن رہا۔ مگر سنتے ہیں کہ حضرت ابوظفر بہادر شاہ کے وقت میں کچھ بے عنوانیاں ہونے لگیں۔ غدر میں مسجد ضبط ہو گئی نماز بند ہوئی پھر اچوکی قائم ہوا۔ کئی برس یہی حال رہا اس کے بعد ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ انگریزی نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کے استدعا سے اس اقرارنامہ پر واگذاشت فرمائی اور دس ممبر مقرر کئے گئے۔ اور ایک ہدایت دروازہ میں چسپاں ہوئی

نقل اقرار نامہ مہتمان مسجد جامع

ہم اشخاص مفصلہ ذیل جو باتفاق ہمدگر مہتمم جامع مسجد قرار پائے ساتھ کمال شکر گذاری سرکار ابد پائدار بخوشی و رضا و رغبت اقرار کرتے ہیں +

(۱) یہ کہ ہم لوگ ذمہ وار ہیں کہ کچھ دنگا و فساد مسجد میں نہ ہونے پائیگا +

(۲) اگر کوئی مقدمہ متعلقہ مسجد کی بابت واقع ہو تو ہم بطور خود اس کا فیصلہ کرینگے +

چونکہ اپنے معابد میں بھی جوتا پہنکر جاتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کو اسکی اصلاح کا خیال نہ آیا تھا جسوقت مسلمانوں نے مؤدبانہ طور پر حضور وائسرائے بہادر سے اس امر کی بابت استدعا کی حضور ممدوح نے بکمال الطاف شاہانہ اور مراحم خسروانہ منظور فرمایا۔ اور ہنگام ورود دہلی داخلہ مسجد کے وقت سب سے پہلے خود ہی جوتے پر موزہ چڑہانے کی عملی کارروائی بھی فرمائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ دو ہزار روپیہ عنایت فرمائے۔

البتہ مسلمانوں کی عرضداشت یا حکام وقت کی تفہیم میں اس قدر سہو اغلطی رہگئی کہ وہ شاید مسجد کے صرف مسقف حصہ کو اصل مسجد سمجھے۔ اس بنا بر مسجد کے صدر حصہ کے مسقف مقامات میں موزہ چڑہانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ اور باقی صحن مسجد اور گرد کی عمارتیں جو صدر ضلع کی طرح داخل مسجد ہیں اس عملدرآمد سے مستثنے رہیں۔ لیکن امید ہے کہ جلد تر یہ غلط فہمی رفع ہو جائیگی۔ اور ہمارے منصف مزاج ہر دلعزیز وائسرائے بہادر اس کی اصلاح فرماکر مسلمانوں کے دلوں کو پورے طور پر خوش فرمائینگے۔ اسوقت بھی دستور العمل جاری ہے

ممبروں کی تعداد وہی دس ہے۔ تمام انتظام بہت خوبی سے ہوتا ہے۔ ہر ممبر علاوہ ذاتی شرافت اور آبائی عزت و ریاست کے نہایت لائق۔ معاملہ فہم۔ جزورس۔ دوراندیش۔ امانتدار۔ خیرخواہ سوکار ہی۔

ممبران کمیٹی منتظمہ جامع مسجد دہلی

۱۔ شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۲۔ نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی۔
۳۔ خانصاحب غلام محمد حسن خاں۔ بی۔ اے۔ میونسپل کمشنر ضلع دہلی۔
۴۔ مولانا حاجی سید احمد صاحب امام مسجد جامع دہلی۔
۵۔ خانصاحب حکیم ظہیرالدین خاں آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۶۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خاں آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۷۔ خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی دہلی۔
۸۔ منشی کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی۔
۹۔ منشی حکیم احمد سعید خاں صاحب میونسپل کمشنر دہلی۔

مہتممان مسجد کے ہو گی۔

یہ ہدایت نامہ واسطے آگاہی جملہ کسان خاص و عام کے چسپان کیا گیا ہے دروازہ مسجد پر تاکہ اس ہدایت مندرجہ بالا کے موجب عمل درآمد ہے اور جو کوئی خلاف اسکے کریگا اس سے موجب مواخذہ کا ہو گا۔

۲۷- نومبر ۱۸۶۲ء

مسجد کے واگذاشت ہونے کی خوشی ایسی خوشی نہ تھی کہ صرف شاہجہان آباد میں محدود رہتی بلکہ تمام ہندوستان اور اطراف ممالک میں اسکا عمدہ اثر پیدا ہوا اور بچہ بچہ سرکار کے اقبال کی دعا مانگنے لگا۔

اور وہ اندرونی کدورت جو نااہلوں کے اغوا سے دلوں کو سیاہ کرتی تھی صفائی سے بدل گئی ہر شخص محبت کا دم بھرنے لگا۔

مگر ہدایت کی دفعہ ۴ جو حقیقت میں دلوں کی پرتال کا برقی آلہ اور انکے خیالات کی جانچ کا فوری معیار تھا لوگوں کا دل دکھاتی رہتی تھی گو اپنے قدیم محسن کے ہزاروں لاکھوں احسانوں کے سامنے کوئی لب نہ ہلاتا تھا۔ مگر حقیقت میں اس امر کو تمام مسلمان نہایت مکروہ خیال کرتے تھے لیکن اس امر کی اصلاح و رفع ادبی ایک ہمایوں وقت اور مبارک دن پر منحصر تھی۔ وہ مبارک دن وہ ہے جس میں ہز اکسلنسی لارڈ کرزن صاحب بہادر وایسرائے ہندوستان ہو کر آئے۔ اور آنے سے پہلے شاہانہ الطاف کا مینہ برسانا شروع کیا جس سے ہندوستان کی مردہ زمین ہری بھری ہو کر سبزۂ رخسار پر مینہ آنے لگیں۔ عشق

فرقت میں لیے رہے ہیں مزے وصل یار کے   باد بہار لوٹ ہماری خزاں پہ ہے

جو وقت آپنے ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا ۱۸۹۹ء میں قدیمی دار الخلافہ کا عزم فرمایا۔ میمنہ پر اخلاق۔ میسرہ پر اشفاق۔ پیچھے پیچھے شاہانہ الطاف کی پلٹنیں۔ اقبال نقیب۔ شوکت چوبدار۔ روشن ضمیری مشعل بردار نہایت شان و شوکت سے تشریف لائے اور آتے ہی مسیحائی کی جھلک دکھائی۔ مردہ دلوں میں روح دوڑائی۔ سابق ہدایت کی ترمیم فرمائی۔ خانہ خدا کی تعظیم فرمائی۔

وہ سلامت رہیں ہزار برس   ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اسوقت تک بھی یہ ضابطہ کسی اہانت یا دلشکنی کی غرض سے جاری نہ تھا بلکہ عیسائی لوگ

مجمع کی اجازت ہے اور بلا اجازت کمیٹی منتظم مسجد کے اندر وعظ کی بھی ممانعت ہے +
(۱۰) دروازہ ہا سے شمالی اور جنوبی پر دو کانسٹبل تعینات رہینگے اور اُن کی ذمہ داری ہوگی کہ ان قواعد کی تعمیل ہوتی رہے +

دستخط

مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء
صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع دہلی

کل آمدنی جائداد مسجد کی تقریباً دو ڈھائی ہزار ہے اور اسی کے قریب قریب خرچ ہے متفرق آمدنی جو رئوسا وغیرہ سے ہوتی ہے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ نواب کلب علی خان صاحب بہادر مغفور والی ریاست رامپور نے ایک لاکھ پچپن روپیہ ۱۸۸۶ء میں مرحمت فرمایا جس سے تمام مسجد کی مرمت اور پالش ہوئی ۱۸۸۷ء سے شروع ہوئی سید زمان شاہ صاحب نگراں تھے سنہ ۱۹۰۱ء میں ختم ہوئی۔ بہاولپور کے روپیہ سے مینار درست ہوئے علیٰ ہذا القیاس +
مسجد کا کل سرمایہ ایک معتبر کوٹھی میں جمع رہتا ہے۔ اور تمام دفتر اور کاغذات مسجد کے جنوبی دروازہ کے متصل حجرہ میں رہتے ہیں +
اس مسجد کی کرسی اتنی اونچی ہے کہ آس پاس کے دو منزلہ مکانات کی چھت اور اس کا صحن ہم سطح ہیں اس کے تین

گنبد

ہیں نہایت خوبصورت اور کلاں ۹۰ گز طول ۳۰ گز عرض میں دونو طرف دو مینار نہایت بلند ہر مینار میں ایک سو بیس سیڑھیاں۔ اوپر بارہ دری کی برجیاں جنپر بیٹھ کر دور دور کا عالم نظر آتا ہے۔ تمام شہر ایک کٹورا سا دکھائی دیتا ہے۔ سبزہ کا لہلہانا دریا کا لہرانا عجب لطف دکھاتا ہے۔ گویا ہر مینارہ جہاں نما بن جاتا ہے +
سنا گیا ہے کہ استاد نے ان میناروں کو اس صنعت سے بنایا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی مینار گرے تو صحن ہی میں گرے جو مسجد کی اور عمارت کو ذرا ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ دو دفعہ کے تجربہ سے یہی ثابت ہوا اول معین الدین نور اللہ مرقدہ کے عہد میں شمالی مینار پر بجلی گری جس سے وہ اور اس کے نیچے کا فرش دونو شکستہ ہو گئے مگر اور عمارت کو ضرر نہیں پہنچا سرکار دولتمدار نے اپنے صرف سے مرمت کرائی دوسری مرتبہ ۱۸۹۵ء میں جنوبی مینار پر بجلی گری جب

(۱۰) حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

تختۂ دستور العمل متعلقہ مسجد جو دروازہ پر آویزاں رہتا ہے

(۱) بجز خادمان مقررۂ مؤذن اور اُن اشخاص کے جن کو کمیٹی منتظمہ خصوصیت کے ساتھ اجازت دے کسی اور شخص کو رات کے وقت مسجد کے اندر رہنے کی اجازت نہیں +

(۲) تمام اہل یورپ کو جو مسجد کے دیکھنے کے واسطے جائیں چاہیے کہ مسجد کے اُس حصہ میں جو بشکل گنبد مغربی سمت چوک میں واقع ہے داخل ہونے سے پیشتر اپنے بوٹوں پر غلاف چڑھالیں جو اُن سیڑھیوں پر ملینگے جن کے ذریعہ سے اُس حصہ میں آمد و رفت ہوتی ہے +

(۳) سپاہیان اہل یورپ (گورہ) کو بلا پاس کمان افسر یا دفتر برگیڈر کے مسجد میں جانے کی اجازت نہوگی +

(۴) کسی باشندہ ایشیا کو جو مسلمان نہو بلا حصول پاس جو ڈپٹی کمشنر بہادر یا منتظم کمیٹی نے عطا کیا ہو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں +

ایسے آدمیوں کو دربان بتائیگا کہ پاس کہاں سے ملیگا +

(۵) مسجد کے اندر حقہ پینے کی اجازت نہیں۔ سیر کنندگان کو۔ ستار۔ حقہ۔ ساز۔ سرود۔ دباجہ) اور ایسی دیگر اشیاء کہ جو بروے اصول اہل اسلام ناجائز ہوں مسجد کے اندر لیجانے کی ممانعت ہے +

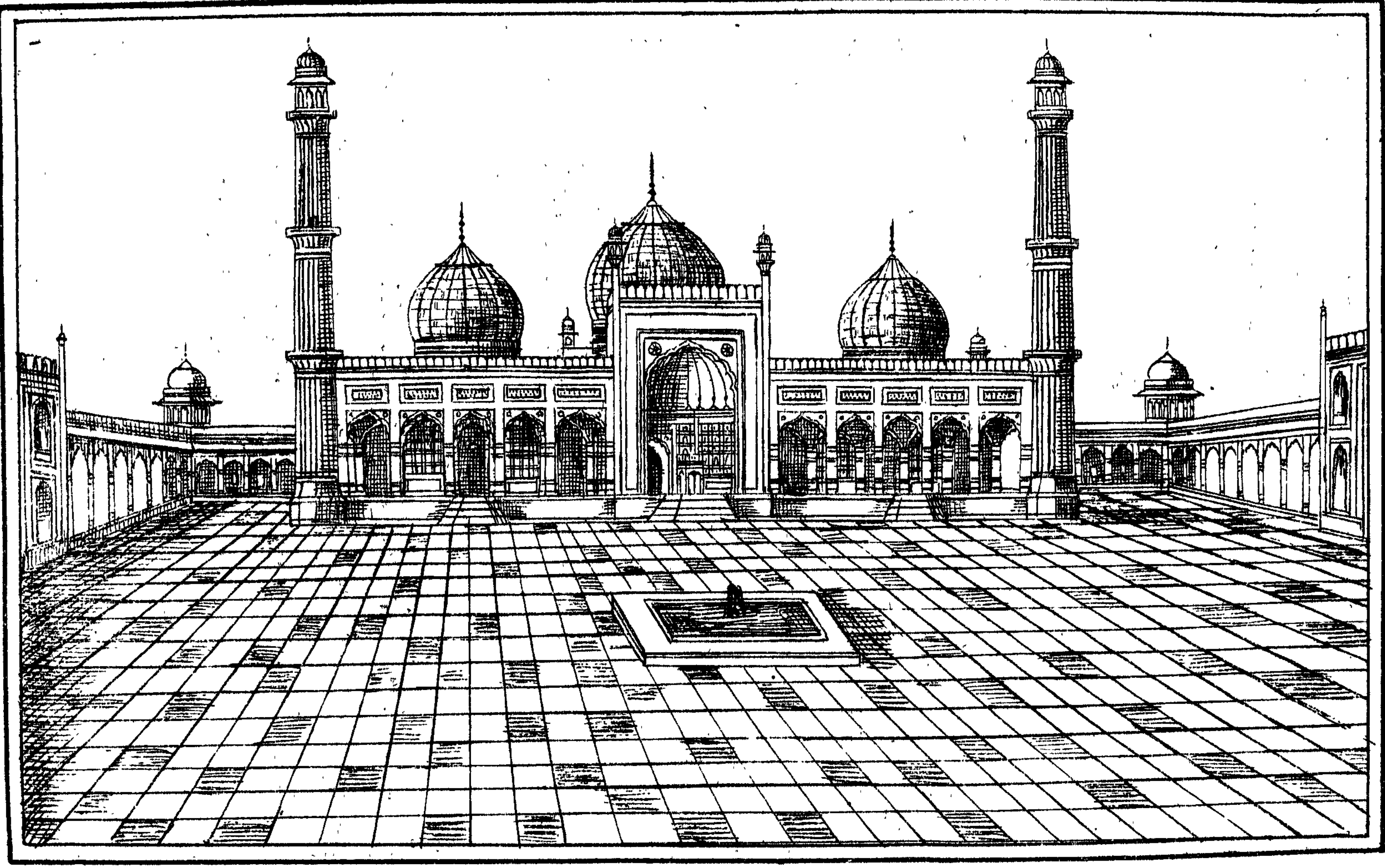
(۶) جو اشخاص مسجد کے اندر عکس اُتارنا چاہیں اُن کو لازم ہے کہ کمیٹی منتظم سے خاص اجازت حاصل کرلیں +

(۷) سیر کنندگان کو چاہئے کہ جو اہل اسلام نماز میں مشغول ہوں اُن کے سامنے سے نہ گذریں اور نہ اُن کے آگے کھڑے ہوں اور نماز کے وقت شرقی حصہ مسجد میں ٹھہرے رہیں +

(۸) مسجد کے اندر کرسیاں یا بنچ لیجانے کی بلا اجازت منتظم کمیٹی کی ممانعت ہے۔ اور اگر کسی تقریب میں اجازت حاصل کرنے کے بعد لے جائی جائیں تو بجرد ختم ہونے اس تقریب کے جس کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی اُن کو وہاں سے علحدہ کردینا چاہئے +

(۹) مذہبی بحث کی مسجد کے اندر اجازت نہیں ہے۔ نہ سوائے اغراض نماز کے اور کسی

جامع مسجد کا نقشہ اندر سے



بھی اور عمارت محفوظ رہی - اور نواب صادق علیخان صاحب بہادر مرحوم والی بہاولپور نے چودہ ہزار روپیہ کے عطیہ سے اس کی مرمت کرائی - گو یہ مینار مخروطی شکل کے بنے ہیں - مگر صانع نے ایسی تقسیم کی ہے کہ نیچے کھڑے ہو کر دیکھیے تو نیچے سے اوپر تک یکساں گولائی نظر آتی ہے - ہم اس جگہ مسجد کا اندر سے نقشہ دیتے ہیں - جس سے مسجد کا حسن - میناروں کی بلندی - گنبدوں کی گولائی صحن کا لطف - حوض کا نظارہ یہ تمام باتیں نہایت خوبی کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں ٭

نماز خوانی کا دالان

جس پر تین گنبد ہیں - فرش سے تقریباً تین ہاتھ اونچا کرسی دار نہایت دلچسپ بنا ہے سنگ مرمر کا فرش اس میں سنگ موسٰے کی مصلّے نما تحریریں ۸۹۹ مصلے - دیواروں میں قد آدم سنگ مرمر اس میں سنگ موسٰے کی دھاریاں اوپر تمام سنگ سرخ اسمیں سنگ مرمر کی پچی کاریاں - خالص سنگ مرمر کا ممبر پاکیزہ منظر اندر کو سات محرابیں دائیں بائیں دو دو در کھلے ہوئے ننھے ننھے جالیدار خوبصورت کٹہرے لگے ہوئے باہر کے رخ صحن کی طرف گیارہ محرابیں - بیچ میں پیش طاق بلند دائیں بائیں پانچ پانچ محرابیں اُن پر کتبے لگے ہوئے جن میں بادشاہ کا نام تاریخِ تعمیر زر مصارف کندہ ٭

کتبہ در اول شمال کی طرف سے

بفرمان شہنشاہ جہان بادشاہ زمین و زمان گیہان خدیو کشورستان گیتی خداوند گردون توان موسس قوانینِ عدل و سیاست مشید ارکان ملک و دولت بسیار دان عالی فطرت قضا فرمان قدر قدرت فرخندہ رائے خجستہ منظر فرخ طالع بلند اختر آسمان حشمت انجم سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ

کتبہ در دوم

مظہر قدرت الٰہی مورد کرامت نامتناہی مظہر کلمات اللہ العلیا مروج الملۃ الحنیفیۃ البیضاء ملجأ الملوک والسلاطین خلیفۃ اللہ فی الارضین الخاقان الاعدل الاعظم والقاآن الاجل

وطیب ہوائے روح افزایش از روضہ رضوان حکایت کردہ و عذوبت ماء معین حوض دلنشیں لطافت آمایش از چشمہ سلسبیل خبر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال سال ہزار و شصت ہجری موافق سال چہارم از دور سوم جلوس میمنت مانوس بساعت خجستہ ✦

کتبہ در ہشتم

وطالع شایستہ ابتنا و پیرایہ تاسیس یافت و در عرض مدت شش سال بحسن سعی کار پردازان کاردان کارگذار و فرط اعتنا و اہتمام کارفرمایان صاحب اقتدار و بذل جد و جہد استادان ماہر دانشور و وفور کوشش ہیشہ کاران چابک دست صاحب ہنر و اتفاق مبلغ دہ لکھ روپیہ صورت انجام وطراز اختتام پذیرفت و مقارن اتمام در روز عید فطر

کتبہ در نہم

بفر قدوم اقدس بادشاہ ظل اللہ صافی نیت خدا آگاہ زیب و زینت گرفت و اقامت نماز عید دادائے وظائف اسلام چون مسجد الحرام در روز عید الضحیٰ مرجع طوائف انام گردید و مبانی اسلام و ایمان را متانت و رصانت کرامت فرمود سیاحان ربع مسکون و مسالک نوردان کوہ و ہامون را آراستہ عمارتے باین رفعت وحصانت در آئینہ بصر ✦

کتبہ در دہم

و مرآت خیال مرتسم نگشتہ۔ وحقائق گذاران وقائع دہر و فکرت پردازان نظم و نثر را کہ سوانح نگاران بدائع ارباب ملک و دولت وصنائع شناسان اصحاب مکنت و قدرت اند افراختہ بنائے باین شکوہ وعظمت بر زبان قلم و قلم زبان نگذاشتہ فرازندہ کاخ ہستی وطرازندہ بلندی و پستی ایں بنیان رفیع را کہ قرۃ العین بینش و زینت بخش کارخانہ آفرینش است ✦

کتبہ در یازدہم

پائدار داشتہ صدائے تسبیح مسبحانش را ہنگامہ آرائے ذاکران مجامع ملکوت و زمزمہ

الاکرم ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی لازالت رایات دولتہ منصورۃ و اعدا حضرتہ مقہورۃ کہ دیدۂ بصیرت حق بینش از شیشۂ انوار ہدایت انما یعمر مساجد اللّٰہ +

کتبہ در سوم

من آمن باللہ و بالیوم الآخر مستنیر ست و آئینۂ ضمیر صدق گزینش از اشعۂ مشکاۃ روایت احب البلاد الی اللہ مساجدہا فروغ پذیر این مسجد کوہ اساس گردوں مماس کہ کریمۂ المسجد اسس علی التقوی بیان بنیان پایدار اوست و بہ نیروی الغنی فی الارض رواسی ان تمید بکم کتابہ ایوان ستوار قبہ فلک شانش از طبقات آسماں گذشتہ و شرفۂ طاق سپہر نشانش با وج کیوان پیوستہ

کتبہ در چہارم

گر ز طاق و قبہ و مقصورہ اش جوئے نشاں ہیچ نتواں گفت غیر از کہکشان و آسماں
فرد بودے قبہ گر گردوں نبودے ثانیش طاق بودے طاق گر جفتش نبودے کہکشاں

فروغ شمسۂ پیش طاق جہاں نمایش روشنی بخش مصابیح سموات پرتو کلس گنبد عالم آرائش نور افزائے قنادیل جنات۔ منبر سنگ مرمرش چوں صخرۂ مسجد اقصے مرقات +

کتبہ در پنجم

مقام قاب قوسین او ادنے محراب فیض گسترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی بشارت نشان ولقد جاءہم من ربہم الہدے ابواب رحمت آمایش صلائے واللہ یدعوا الی دار السلام بمسامع خاص و عام رسانیدہ۔ منار سپہر مدارش ندائے و یجزی الذین احسنوا بالحسنے از ذروۂ رواق گنبد فیروزہ فام گذرانیدہ سقف رفیع باصفایش تماشا گاہ روحانیاں کرہ افلاک +

(در ششم بریا ہادی بخط طغرا لکھا ہے)

کتبہ در ہفتم

صحن وسیع و دلکشائش سجدہ گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فضلائے فیض انتما

کوثر محمد رسول اللہ صلعم ۱۱۸۰ھ

رسول دیدہ اند آنجا ولی و اہل اللہ　　بجاست گر شود ایں سنگ ہم زیارتگاہ
بنے کہ سال بہ تحسین و آفرین ہاتف　　بگفت احاطہ جائے نشست رسول اللہ

بانی جائے ادب محمد تحسین محلی بادشاہی

بیچ میں خوبصورت فوارہ اس میں رہٹ کے کنوئیں سے پانی آتا ہے جو مسجد کے شمالی دروازہ کی طرف واقع ہے۔ باوجود اتنی اونچائی کے پانی بہت خوبی کے ساتھ فرش کے نیچے نیچے چلا آتا ہے +

جنوبی شمالی شرقی

تین دروازے ہر دروازہ شاندار ہر دروازہ کے دائیں بائیں دو دو دالان بیچ میں ایک ایک حجرہ۔ در و دیوار میں تناسب طاق و محراب میں تقابل کنگرہ مرغولہ میں تطابق چاروں کونوں پر چار برج نیچے چار چار دروازہ کے حجرے غرب کی جانب شمالی برج کے حجرہ میں حافظ امیر الدین صاحب تشریف رکھتے ہیں اسی جانب جنوبی برج میں امام صاحب کا نشیمن ہے۔ شرقی جانب شمالی برج کے پاس ایک خوشنا قبہ ہیں

آثار شریف

ہیں جس میں حسب ذیل تبرکات بیان کرتے ہیں۔ نشان قدم شریف۔ کفش مبارک جبہ شریف۔ موئے ریش مبارک۔ چند پارہ قرآن نوشتہ حضرت حسنین رضؓ۔ قرآن شریف کامل محررہ حضرت علی رضؓ +

یہ قبہ جس میں آثار شریف رکھے ہیں حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ مغفور کی یادگار ہے

شرقی دروازہ

یہ دروازہ جنوبی شمالی دونو دروازوں سے بڑا ہے۔ بادشاہ جب قلعہ سے تشریف لاتے تھے تو اسی دروازہ سے آتے تھے ابتک یہی دستور ہے کہ ویسرائے ہند جب کبھی مسجد

تہلیل مہلالنش ر انشاط افزاے سر معتکفان جوامع جبروت دار اد وروش منابر معمورۂ جہاں را بخطبۂ دولت جاوید طراز این بادشاہ وداد گر دین پرور کہ بمیامن ذاتِ مقدس مبارکش ابوابِ امن وامان بر روے روزگار کشادہ است آراستہ دارا دبحق الحق و اہلہ۔

کتبہ نور اللہ احمد۔

پیش طاق

باوجود اس قدر بلند ہونے کے نہایت خوشنما کشیدہ اور تنا ہوا۔ اس پر یا ہادی کا دلفریب طغرا بنا ہوا آگے سنگ باسی کا +

مکبّر

چونکہ مسجد میں نمازیوں کی کثرت مور وملخ سے زیادہ ہوتی ہے خصوصاً الوداع میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی ہے۔ مسجد۔ صحن۔ دالان۔ چھتیں۔ چھجے۔ برج سب بھر کر تمام ٹھڑکیں رک جاتی ہیں۔ تکبیر کی آواز نہیں آتی ہے دو چار صفوں میں گونج کر رہجاتی ہے۔ اس لئے شہزادہ سلیم ابن معین الدین اکبر نے یہ مکبر بنوایا جس وقت مکبّر اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل لرز جاتے ہیں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ۔ کا سماں بندھ جاتا ہے وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ کا نقشہ کھنچ جاتا ہے +

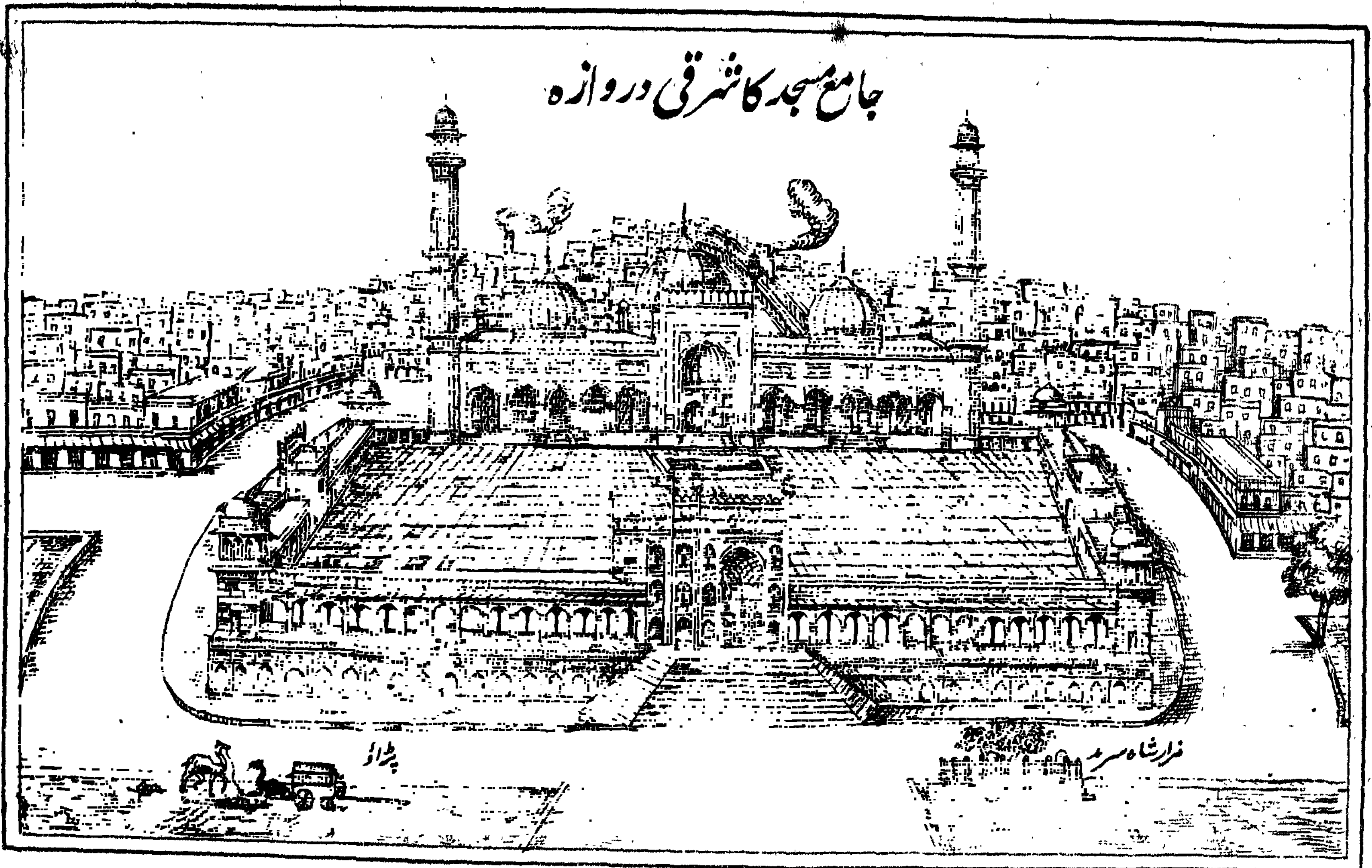
صحن

تمام سنگ سرخ کا نہایت وسیع اور دلکشا۔ ایکسو چھتیس گز عرض وطول اور باوجود اس قدر وسعت کے ڈھلاؤ ایسا عمدہ کہ کہیں نشیب وفراز نہیں معلوم ہوتا۔ اور برسات میں ایک قطرہ تک پانی کا نہیں ٹھہرتا۔ بیچوں بیچ صحن کے فرش سے ایک ہاتھ اونچا۔

حوض

نہایت خوشنما پندرہ گز سے بارہ گز خالص سنگ مرمر اس میں سنگ موسے کی تحریریں چاروں کونوں پر چار لال ٹینیں ایک گوشہ* غربی پر چھوٹا سا سنگ مرمر کا کٹھرا

* محمد تحسین خاں محلی نے اس جگہ آنحضرت صلعم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اس سبب یہ کٹھرا بنوادیا ہے یہ اشعار اس پر کندہ ہیں +



جامع مسجد کا شرقی دروازہ

کی زیارت کو آتے ہیں تو اسی دروازہ سے تشریف لاتے ہیں۔ اس میں کئی حجرے نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں اوپر ایک عالیشان مکان ادھر اُدھر تین دالان مسجد کی طرف ایک جھروکہ ہے جس میں اکثر حکام آکر بیٹھتے ہیں سڑک کی طرف دائیں بائیں دو دو حجرہ تین تین در دروازہ کے اوپر نہایت خوشنما چھوٹی چھوٹی برجیاں +

اس دروازہ کے آگے روزانہ چار گھڑی دن سے چوک لگتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا جانور فروخت ہوتا ہے۔ کبوتر۔ بٹیر۔ لال۔ پدی۔ بئے وغیرہ پنجروں میں نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکے پنجرے ہاتھوں میں لئے نئی نئی آوازیں لگاتے ہیں۔ اس دروازہ کی جانب ۳۵ سیڑھیاں ہیں۔ سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھئے جامع مسجد کا چکر چھوڑ کر تین سڑکیں نظر آتی ہیں ایک وہ جو جامع مسجد سے سیدھی قلعہ میں چلی گئی ہے دوسری جنوبی سڑک جو میدان پریڈ چھوڑ کر آبادی کے پاس پاس نواب صاحب پاٹودی کی مسجد کے برابر ہوتی ہوئی دریا گنج کو چلی گئی ہے۔ تیسری شمالی سڑک ہے جو شفاخانہ کے پاس ہوتی ہوئی چاندنی چوک جانے والی سڑک میں جا ملی ہے! اس دروازہ کا حسن اور سڑکوں کی روش نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

مزار ہرے بھرے صاحب و صوفی سرمد

شرقی دروازہ کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر کسی قدر شمال کی جانب لب سڑک نیم کے درخت کے نیچے صوفی سرمد کی سرخ رنگ کی قبر ہے اور اُن کے سرہانے شاہ ہرے بھرے صاحب کا سبز رنگ کا مزار ہے۔ دونو صاحبوں کی بابت زبانی خبریں بہت کچھ مشہور ہیں۔ مگر تحقیق حال کسی جگہ سے نہیں ملا +

کہتے ہیں کہ صوفی سرمد یہودی سے مسلمان ہوئے تجارت کرنے لگے ایک عرصہ تک دنیاوی خرید فروخت میں مشغول رہے اس کے بعد شحنۂ عشق نے چونکایا محبت کے ولولے پیدا ہوئے دل دینے کی ٹھہری جوشیلی طبیعت روز بروز اپنے جوہر دکھلانے لگی۔ چند ہی روز میں مجاز کے چھلکتے ہوئے زینہ پر جا چڑھایا اور جھٹ پٹ لب بام پہنچا دیا۔ شہر ٹھٹھہ میں ایک ہندو کے لڑکے سے محبت ہوئی۔ مگر فوراً غلبہ حال نے دامن کھینچا۔ اور صوفی پر مستی کا عالم طاری ہوا پھر تو اپنی بھی خبر نہ رہی جامۂ ظاہری تنگ سے تنگ تر ہونے لگا۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

حضرت قطب العالم مولانا شیخ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے تقریباً ۲۰۰ قدم کے فاصلہ پر سبز کٹہرا نظر آتا ہے
آپ کے اوصاف آپکے کرامات بیان سے باہر ہیں صاحب تفرید و تجرید تھے ستر حال میں
کوشش کرتے تھے۔ آپ کا نسب قریشی ہے آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور اللہ مہندس
علیہ الرحمہ ہے۔ جامع مسجد کا کتبہ آپ ہی نے لکھا ہے +

حضرت شیخ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہوئے لفظ غنی تاریخ ہوئی گویا آپ کا تاریخی نام
غنی ہوا۔ اوائل عمر میں علم کا شوق ہوا۔ درسی کتابوں سے فراغت پائی تو محبت الٰہی نے دل
میں جوش مارا کامل پیر کی تلاش ہوئی بیت اللہ شریف پہنچے۔ پھر ایک مجذوب کی بشارت
کے موافق مدینہ شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی چند
روز کے بعد قطبیت ملی۔ مدینہ سے مکہ شریف واپس آئے تو جو شخص آپ کو دیکھتا تھا۔
قطب عالم کہکر پکارتا تھا +

اس کے بعد جہاں آباد میں تشریف لائے تدریس میں مشغول ہوئے خورد نوش کا سامان اگرچہ
کفایت سے بھی کم تھا مگر دل غنی تھا۔ بادشاہ فرخ سیر نے ہر چند چاہا کہ آپ کو مکان دے وظیفہ
مقرر کرے مگر آپ نے کچھ نہ منظور کیا صرف ۶؍ جو اپنے ملک سے کرایہ مکان کے آتے تھے
اسی میں بسر کرتے تھے فقر کو فخر سمجھتے تھے دن کو قال اللہ۔ رات کو فقط اللہ اللہ۔ لوگوں کا ہجوم
تھا عموم میں خصوص خصوص میں عموم تھا۔ جو آتا سمجھاتے۔ خدا کا نام بتاتے۔ چاروں سلسلوں
میں اجازت تھی۔ پاکیزہ نسبت تھی چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ میں قطب المدینہ سے مجاز
تھے نقشبندیہ طریقہ میں حضرت میر محترم کے محرم راز تھے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔
سینکڑوں طالب بنے۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اورنگ آبادی مولانا عبد الصمد حضرت
شاہ محمد ہاشم۔ مولانا شاہ ضیاء الدین۔ خواجہ یوسف حضرت خواجہ شریف۔ مولانا شاہ جمال
جے پوری۔ ایسے ایسے لوگ خلیفہ ہوئے۔

تعلیم کے ساتھ تصنیف کا بھی خیال تھا۔ سواء السبیل۔ تسنیم۔ عشرہ کاملہ۔ تفسیر کلیمی۔
کشکول۔ رو روافض۔ مرقعہ۔ وغیرہ کتابیں تصنیف کیں +

۲۴۔ ربیع الاول ۱۱۴۲ہجری کو وصال ہوا +

ادھر تو صوفی صاحب کی مستی نے رنگ دکھایا اُدھر لڑکا بھی مال و دولت چھوڑ صوفی مشرب میں آیا اور پیا پے بادۂ محبت کے اتنے جام پئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اور دونو صاحب باہم شاہجہاں آباد میں آئے صوفی کا جذب زوروں پر تھا لوگوں کا جھمگٹ رہنے لگا۔ شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ قدرتی طور سے مجذوبوں کا دیوانہ تھا صوفی صاحب کا شہرہ سن فوراً حاضر ہوا اور پھر ایسی عقیدت ہوئی کہ اکثر آنے لگا۔ ادھر تو صوفی کی خدمت میں آتا اُدھر بادشاہ کو ملاقات پر اکساتا۔ مکرر سکرر ذکر کرنے سے بادشاہ کو خیال ہوا۔ عنایت خاں رشتہ کو تفتیش حال کے لئے مقرر فرمایا۔ عنایت خاں نے ہر چند جستجو کی کہ صوفی کے حقیقت حال سے اطلاع ہو مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست   کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

آخر مایوس ہو کر عنایت خاں نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است   کشفے کہ ظاہر ست ازاں کشفِ عورت است

بادشاہ نے فرمایا کہ بیک گز کرباس دہن خلق تواں دوخت +

جب عالمگیر کا زمانہ ہوا تو اس نے صوفی کو بلایا اور کپڑے نہ پہننے کی بابت سوال کیا صوفی نے جواب دیا ؎

آنکس کہ ترا سریر سلطانی داد   ما را ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید   بے عیباں را لباسِ عریانی داد

ایک دفعہ ملا شیخ عبد القوی نے بادشاہ کے اشارہ سے سرمد صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ چرا عریاں میباشی۔ سرمد نے جواب دیا کہ شیطان قوی است آخر بہت سی گفتگو کے بعد ملا صاحب اور دیگر علما نے سرمد کے قتل کا فتوے دیا جس وقت مقتل میں لے گئے سرمد نے یہ شعر پڑھا ؎

سرمد اگر از تنم شوقیکہ با ما یار بود   قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

چوتھے سال جلوس ۱۰۷۰ھ میں مقتول ہوئے اُن کے مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے

شاہِ سرمد بعہدِ عالمگیر   چوں سفر ساختہ بخلدِ بریں

گفت تاریخ اکبرِ مسکیں   لحد مرقد شہید سرمد ایں

صوفی سرمد کے مزار سے آگے سامنے میدان میں

لوح مزار پر یہ قطعہ کندہ ہے

فضل وکمال خویش بود - مرہم قلب ریش بود ٭ سال وصالش گفتہ ہاتف - قطب زمان خویش بود

آپ کے تین فرزند تھے اول صاحبزادہ ابوسعید جلال الدین حامد - دوم صاحبزادہ محمد فضل اللہ سوم صاحبزادہ محمد احسان اللہ - اور تین صاحبزادیاں - اول حضرت بی بی رابعہ - دوم حضرت بی بی فخر النسا - سوم حضرت بی بی زینت الحیواۃ عرف بی بی مصری +

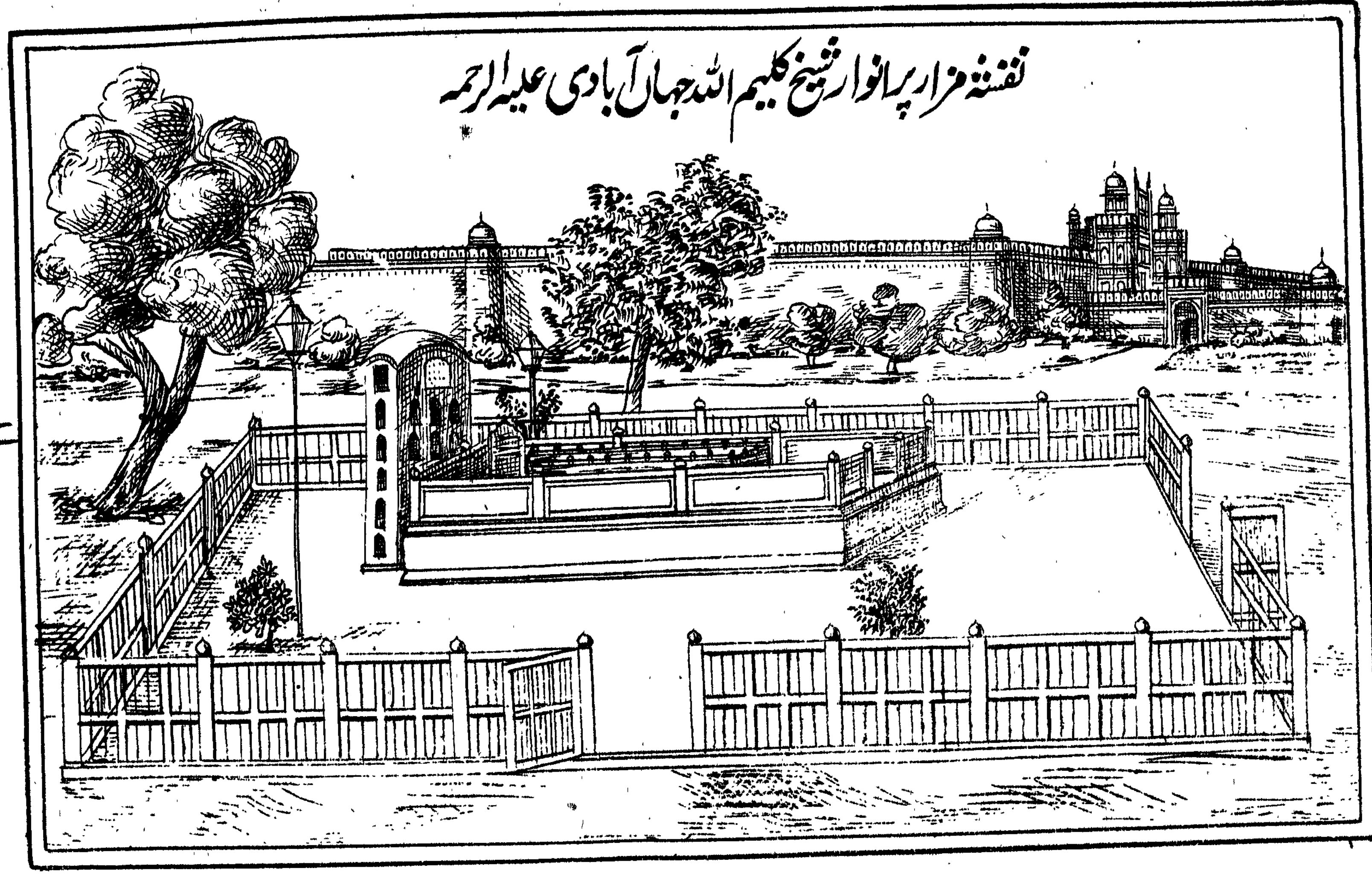
بی بی مصری کی اولاد میں اس وقت میاں عبدالغنی کلیمی اور قاسم علی کلیمی موجود ہیں بی بی مصری کے بیٹے شاہ محمد غوث ان کی دختر حسینی بیگم ان کی صاحبزادی امانی بیگم - اُن کے ایک صاحبزادہ مولوی سید محمد جن کے بیٹے میاں عبدالغنی ایک صاحبزادی جنکے بیٹے میاں قاسم علی -

مولوی سید محمد صاحب مزار کے متولی تھے - تمام خدمت خود کرتے تھے - کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی سید محمد صاحب نے مجمع کیا اور چونکہ میاں عبدالغنی صغیر سن تھے قاسم علی صاحب کے سر پر اپنی طرف سے دستار باندھی اور مزار کی خدمت سپرد فرمائی قاسم علی صاحب نے اسی جلسہ میں اپنی طرف سے میاں عبدالغنی کے سر پر دستار باندھ دی - یہ عقب کلاں محل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں رہتے ہیں شیخ کے مزار پر دو عرس ہوتے ہیں - ۲۴ - ربیع الاول کو حضرت شیخ کا ۲۷ - صفر کو آپ کے مرشد شیخ یحیے مدنی صاحب کا +

شرقی دروازہ سے شمالی سڑک پر جو ہرے بھرے صاحب کے مزار سے ملی چلی جاتی ہے شفاخانہ سرکاری سے ۵۰ ۴ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب منشی امو جان کے مکان ہیں -

یتیم خانہ

ہے انجمن مؤید الاسلام اس کی کفالت کرتی ہے یہ انجمن ۱۳۱۲ہجری سے قائم ہوئی اس کے اصل بانی مبانی جناب منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی ہیں - جو جامع مسجد اور فتحپوری کے ممبر ہیں اس انجمن کے اغراض یہ ہیں - (۱) مسلمانوں کے لاوارث بچوں کو پرورش کرنا اور ان کو دینی دنیاوی - علاوہ تعلیم دینا (۲) لاوارث محتاج میت کی تجہیز تکفین کرنا


نقشۂ مزار پرانوار شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ

ہے اِسمیں تقریباً ۲ بائیس برس مولانا عبدالرب صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا اُنکی وفات کے بعد
مولوی عبدالرحمن صاحب اُنکے شاگرد ہر جمعہ کو وعظ فرماتے ہیں ۱۹۰۲ سنہ میں اسکی از سرِ نو تعمیر ہوئی
اور میاں عبدالرزاق صاحب سوداگر جفت فروش نے ایک سنگین حوض بنایا مسجد کی پشت پر گڑھ
نظام الملک ہے اسمیں منشی ظہور الحسن کا مکان ہے جنکے یہاں سے قومی پرچہ نکلتا ہے۔ اِس سے آگے

خاندورانخاں کی کھڑکی

آتی ہے۔ یہ کھڑکی خاندوراں خاں کی حویلی میں واقع تھے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے اسوقت گلی
جاتی ہے کھڑکی کا ٹوٹا ہوٹا دروازہ موجود ہے باقی اندر متفرق لوگوں کے مکانات بنگئے ہیں
اِسمیں منشی عبدالغنی ابن منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع ہے یہ گلی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کے
مدرسہ ہوتی ہوی عقب کلاں محل سے گذرتی ہوی کوچۂ چیلان سے نکل بنگش کے کمرہ جا نکلتی
ہے کھڑکی خاندوراں خان سے بڑھکر

نواب صاحب پاٹودی کی مسجد ہے

کہتے ہیں کہ جسوقت شاہجہان بادشاہ اول تشریف لائے اور کلاں محل میں مقیم ہوے تو عملہ کے واسطے
یہ مسجد بنوائی غدر کے بعد نواب صاحب پاٹودی نے اِس کے قریب کی زمین لیکر کوٹھی بنائی تو یہ مسجد
نواب صاحب کی طرف منسوب ہوگئی یہ مسجد نہایت خوشنما بنی ہے اِسمیں چار حجرہ اور بیچ میں ایک
حوض نہایت پاکیزہ بنا ہے مگر بالکل بے مرمت پڑا ہے۔ ریاست سے بہت قلیل رقم ملتی ہے
جس سے اِس مسجد کی خدمت ہوتی ہے۔ شمال کے گوشہ پر اسکے متعلق ایک کنواں ہے وہ بھی بے مرمت پڑا ہے
اسوقت اِس مسجد میں عربی مدرسہ شاہزادہ امیر الملک مرزا بلاقی صاحب کے اہتمام سے جاری
ہے مولوی حمزہ صاحب اور ایک دوسرے مدرس درس دیتے ہیں مولوی سید حمزہ صاحب حسبةً للہ
پڑھاتے ہیں نہایت عابد زاہد شخص ہیں حضرت شیخ العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے
مجاز ہیں۔ اِس مسجد کے جنوب میں نواب صاحب کی کوٹھی ہے کوٹھی کے سامنے سے بھی رستہ جاتا
ہے ایک رستہ کلاں محل کو آتا ہے دوسرا فیض بازار میں نکلجاتا ہے تیسرا پولیس کے پاس کو گلیوں
گلیوں چھوٹے چھوٹے کوچہ چھوڑتا ہوا کوچہ چیلاں میں جا نکلتا ہے۔
نواب صاحب کی کوٹھی اور مسجد کے مقابل

(۴) ویران مسجدوں کی آبادی میں حتے الامکان سعی کرنا ؂

اس وقت پینتیس چھتیس لڑکے لڑکیاں موجود ہیں تعلیم کے لئے لائق استاد معین ہے۔ حرفہ سیکھنے کے لئے بچہ دستکاری کے مدرسہ میں جاتے ہیں ۔تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا خرچ ہے ۔اس کا سرمایہ حاجی علیجان صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہے

اس کے دو سکرٹری ہیں
(۱) خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی
(۲) نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی

اور دو منتظم
(۱) مولوی سید حافظ عبد الاحد صاحب رضوی رئیس دہلی
(۲) مولوی حاجی سید احمد صاحب امام جامع مسجد

باقی بیس کارکن ہیں جو انتظامی قابلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ؂

یتیم خانہ سے آگے بڑھکر تقریباً ۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب

مندر رام چندر جی

واقع ہے یہ مندر سمبت ۱۹۵۳ بکرمی مطابق ۱۸۹۶ء میں زوجہ للارام نے بنایا ہے اسمیں رام لیلا کا سنگھاسن کھڑا رہتا ہے اور یہیں سے ہر سال کنوار کے مہینہ میں رام لیلا کی سواری نکلتی ہے ہندوؤں کا غول کا غول ساتھ ہوتا ہے تمام بازار آدمیوں سے بھر جاتا ہے اسکے مقابل میدان میں فوجی قواعد ہوتی ہے کنچنیاں تماشہ کرتی ہیں اسکے متصل مین تیس تیس قدم کے فاصلہ پر اور بھی کئی مندر ہیں جنمیں چھوٹے چھوٹے میلے ہوتے ہیں یہ سڑک دلی بنک کے سامنے چاندنی چوک جانے والی سڑک سے جا ملتی ہے۔

اب پھر شرقی دروازہ پر آیئے دو سڑکیں باقی ہیں ایک جنوبی سڑک جو میدان کے برابر آبادی کے متصل لگی دریا گنج چلی جاتی ہے اِس میدان کے اول کنارہ پر پڑاؤ ہے اسمیں اونٹ گاڑیاں وغیرہ کھڑی رہتی ہیں۔ اِس سڑک کے شمال میں پریڈ کا میدان ہے اور جنوب میں

بازار مچھلی والاں

اِس بازار میں مچھلی والے رہتے ہیں اور کثرت سے مچھلیاں بکتی ہیں اور تمام شہر میں یہیں سے فروخت ہونے کو جاتی ہیں اِس بازار کے شروع پر

مچھلی والوں کی مسجد

سال تاریخش رسائی یافت از الہام غیب — مسجدے چوں بیت اقصے مہبطِ نورِ اللہ

اس مسجد سے آگے پھول کی منڈی کو راستہ جاتا ہے اور تراہہ بہرم خاں میں جانکلتا ہے آگے کوتوالی جرنیلی تھانہ فیض بازار کٹرہ بدرالدین مہرکن۔ کٹڑہ حکیم بوعلی سینا کوچہ لال من چو کی چنگی۔

اب فیض بازار کی شرقی جانب نیچے نہر کو دائیں ہاتھہ کیے گوشہ پر مسجد واقع ہے آگے چند قدم کے فاصلہ

شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ

ہے مسجد اور خانقاہ کی کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلی ہوی ہیں شاہ صاحب اپنے زمانہ کے متقدمین بزرگ ہوئے ہیں چشتیہ طریقہ کے برگزیدہ لوگوں میں گنے جاتے ہیں۔ آپکے والد ماجد سید شاہ نصیرالدین ابن شاہ غلام سادات چشتی قدس سرہ بن شیخ عبدالواحد عرف نواب بشارت خاں برادرزادہ حقیقی قطب العارفین حضرت شیخ محمد چشتی قدس سرہ العزیز تھے۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ سے فیض باطن حاصل کیا اور اپنے جد امجد شاہ غلام سادات سے خلافت پائی اور اُنھوں نے شاہ محمد نصیر سے اُنھوں نے شیخ محمد چشتی سے اُنھوں نے شیخ ابراہیم رامپوری سے چودھویں ربیع الاول ۱۲۳۷ھ ہجری چار گھڑی رات گئے شاہ صاحب کا وصال ہوا اسی خانقاہ میں دفن ہوے انکے بعد اُنکے بیٹے سید عبداللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے شاہ صاحب کے قدم بقدم رہے ۲۲ شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور شاہ صاحب کے قریب مدفون ہوے۔

اِنکے بعد انکے فرزند سید امیر حسین صاحب مسند خلافت پر رونق افروز ہوے اور بحمداللہ اسوقت تک موجود ہیں نہایت خلیق۔ متواضع منکسر مزاج۔ درویش صفت آدمی ہیں انکے دم سے اس درگاہ کو بہت رونق ہوی کئی عرس ہوتے ہیں ۲۴ محرم کو حضرت شیخ محمد صاحب کا تین روز ۱۱ رمضان کو حضرت غلام سادات کا۔ ۱۱ ربیع الاول کو شاہ صابر بخش علیہ الرحمۃ کا ۲۲ شعبان کو سید عبداللہ صاحب مرحوم کا دور دور سے فقرا اور درویش آکر جمع ہوتے ہیں شاہ صاحب خود مہمان نوازی میں سرگرم رہتے ہیں مہمانوں کے آرام کیلیے خانقاہ تیار کرائی ہے۔ مسجد نہایت آراستہ اور خوبصورت ہے اسمیں نہایت پاکیزہ حوض بنا ہے اِس درگاہ کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

درگاہ سے آگے کوئی عمدہ عمارت یا موقع نہیں ہے شرق کی جانب تمام کوٹھیاں اور فوج کی بارگین بنی ہوی ہیں۔

بیپٹسٹ مشن ہال

ہے اِسمیں عیسائی مذہب کے طریق کے موافق عبادت ہوتی ہے اتوار اور بدھ کے روز جلسہ ہوتا ہے۔ پادری ٹومس صاحب اِسکے مہتمم نہایت خلیق شخص ہین انکی کوٹہی بہی اِسی جگہ ہے۔ مینے خود پادری صاحب سے ملکر مشن ہال کی لاگت کا تخمینہ پوچہا تو فرمایا کہ یہ عمارت ۱۸۰۸ء میں تیار ہوی اور تیس ہزار روپیہ صرف ہوا اِس عمارت کے متعلق ایک شفاخانہ ہے جسکو پادری گائٹن صاحب نے بنوایا ہے اِسمیں ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب علاج کرتے ہیں اور عام لوگوں کا مفت علاج ہوتا ہے ڈیوڈ صاحب کی کوٹہی بہی یہیں ہے اور یہیں زوجہ احمد علی خاں صاحب صدر الصدور علی گڈھ کی بیلی کوٹہی ہے آگے یہ پنجہرا سہ پڑتا ہے۔

جنوب کی طرف فیض بازار ہے دونوں طرف بازار بیچ میں نہر بہتی ہی نہر کی غربی سڑک پر چلئے نہر کو بائین ہاتہہ رکہیے اِس جانب بازار اور حسب ذیل محلے ہیں محلہ نقارخانہ جو پہلے دروازہ کلان محل کے نام سے مشہور تہا کوچہ پرمانند۔ کوچہ دکہنی رائے اِسمیں رائے منوہر لعل صاحب جج پنشنر کا مکان ہے۔ ترکاری کی منڈی اسمیں ہر قسم کی تازہ ترکاری اور پہل فروخت ہوتے ہین قاضی واڑہ اسکے متصل

مسجد روشن الدولہ

یہ مسجد محمد شاہ کے عہد میں بنی ہے نواب روشن الدولہ نے بنائی ہے کسی زمانہ میں اسپر سر سے پاؤں تک سونے کا کام تہا سنہرے تین برج نہایت خوبصورت تھے جب یہ برج شکستہ ہوگئے تو یہاں کے برج کو توالی کے قریب سنہری مسجد کے خرچ مین آ گئے اور اُسکی مرمت مین صرف ہوگئے اسمیں اکثر مولوی مخصوص اللہ صاحب تشریف رکہتے تھے۔ اب بہی یہ مسجد بہت خوبصورت ہے مگر بے غوری پڑی ہے اِسکا حوض ایسا ناپدید ہوا ہے کہ اب نشان تک نہین معلوم ہوتا اسکی پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہین۔

شکر حق کز بین فیض سید عرفاں پناہ	شاہ بہیکہ آن مرشد کامل ولایت دستگاہ
در زمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر	معدلت گستر محمد شاہ غازی بادشاہ
روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم	کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ
مسجدے کاندر فضائے صحن قدرش آسمان	کردہ از خط شعاع مہر جاروبی پگاہ
حوض صاف او نشان از چشمۂ کوثر دہد	ہر کہ اوآبش وضو سازد شود پاک از گناہ

سڑک کے بیچوں بیچ نہر میں بیول کی منڈی جانے والے راستہ کے سامنے ایک عجیب وغریب حوض بنا ہے گرمیوں میں چار گھڑی دن سے اِسپر بہار رہتی ہے لوگ نہاتے رہتے ہیں آگے چلتے چلتے دلی دروازہ آجاتا ہے۔

اب پھر نہر اہر پر آئیے دریا گنج جانے والی سڑک پر چلیے گوشہ کی مسجد سے ملا ہوا

نیل کا کنواں

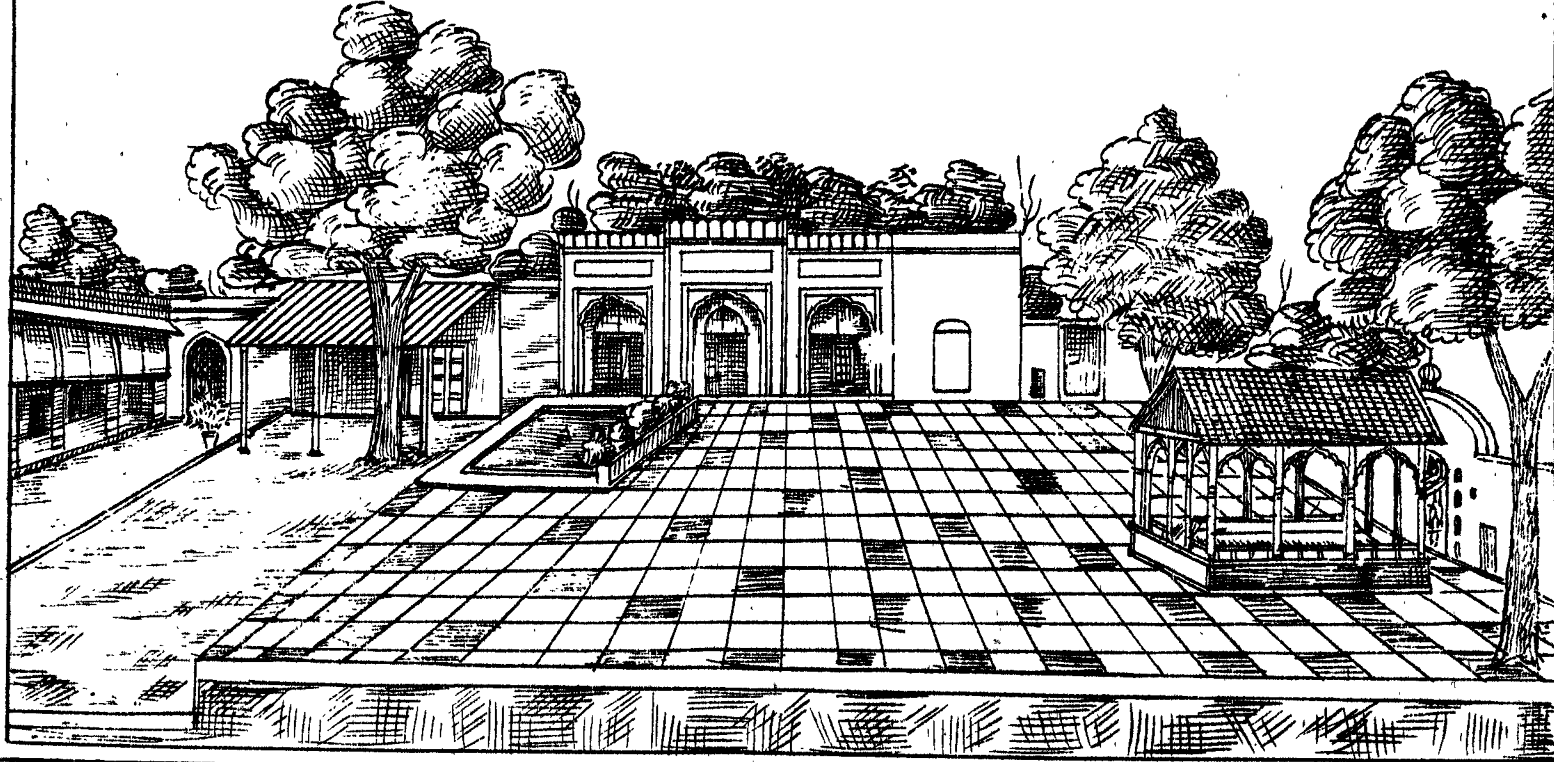
ہے اسکا پانی نہایت شیریں ہے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور پانی لیجاتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھکر شمالی طرف کمپنی باغ اور جنوبی جانب ایک پلٹن ہندوستانی رہتی ہے جسمیں مع باجے والوں کے ایکہزار آدمی ہیں آگے بڑھکر شمالی سمت میں دریا کی طرف سڑک جاتی ہے یہیں نمبر ۱۲ کی کوٹھی ہے جسمیں سے قلعہ کا پاس فتا ہے اور شمالی جانب کوٹھیاں اور بارگین بنی ہوئی ہیں تم جنوب شمال چھوڑکر سیدھے چلے چلو جسوقت تراہہ پر پہونچو شرقی جانب نظر اٹھاکر دیکھو زینت المساجد نظر آتی ہے سامنے فصیل کا دروازہ مسجد گھاٹ نظر آتا ہے سامنے کی جنوبی سڑک کوٹھیوں میں چلی گئی ہے جن کی تعداد چھبیس ہے۔ ان میں فوج کے افسر وغیرہ رہتے ہیں۔ تم مسجد گھاٹ دروازہ کی سڑک پر چلو جو مسجد اور شفاخانہ فوج کے درمیان واقع ہے جنوب کی جانب شفاخانہ ہے جو نہایت اونچی جگہ پر واقع ہے اور شمالی سمت میں

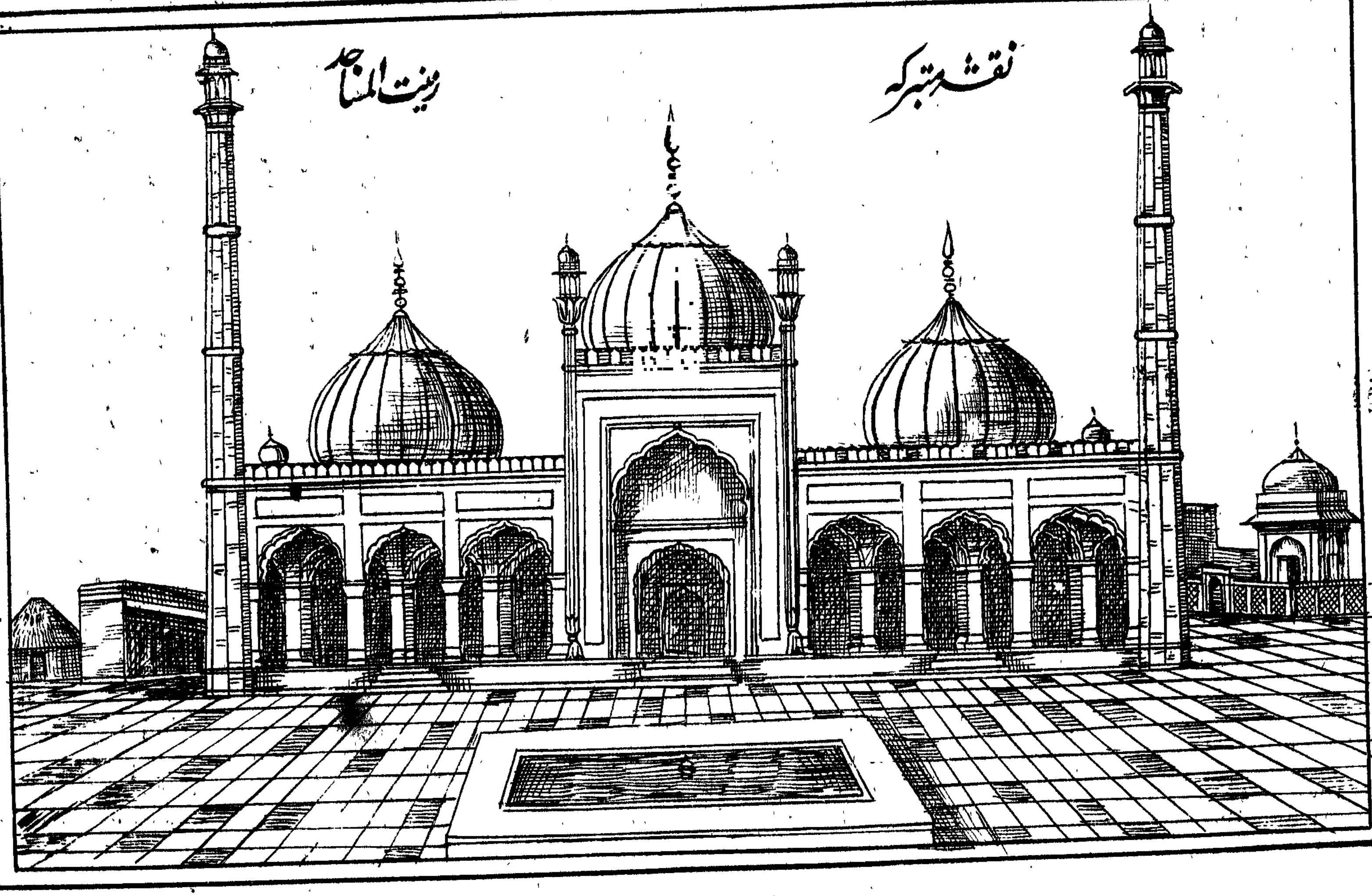
زینت المساجد

کا دروازہ ہے اللہ اللہ کس قدر بلند مسجد ہے نیچے کھڑے ہوکر اس کی رفعت کو ملاحظہ کیجیے خدا کی شان نظر آتی ہے۔ اس کے اونچے اونچے مینار آسمان سے باتیں کرتے ہیں کوسوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا صحن بہت وسیع ہے اِدھر مسجد کی فضا اور منبت کاری اور سبزہ زار کا لہلہانا نیچے دریا کا بہنا اور اُس کی موجوں کا لہرانا عجب عالم دکھاتا ہے +

یہ مسجد تمام سنگ سرخ سے بنی ہے اس کے تینوں برج سنگ مرمر کے بنے ہیں۔ اس میں سنگ موسٰے کی دھاریاں ہیں۔ اوپر سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کے سات در ہیں پیش طاق نہایت بلند۔ اور بیچ صحن میں بہت بڑا حوض ہے۔ اس میں اس کے متصل ایک کنویں سے پانی آتا تھا۔ جواب موجودہ شمالی ٹوٹی ہوئی سہ دری کے پیچھے مسجد کی حد سے باہر اِنتادہ پڑا ہے۔ یہ کنواں غالباً مسجد کی حدود میں داخل ہوگا مسجد کا ممبر کچھ خوبصورت نہیں ہے مگر پہلے باقیماندہ نشانات

نقشہ خانقاہ شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمہ




نقشهٔ متبرکه
زینت المساجد

چغلی کر رہے ہیں کہ یہ ممبر اصلی نہیں ہے۔ بلکہ یہاں سے بہت نفیس ممبر اکھیڑا ہے۔ اس کو زیب النساء عالمگیر بادشاہ کی بیٹی نے ۱۱۲۲ ہجری میں عہد عالمگیر میں بنوایا ہے۔ اس مسجد میں شمالی جانب اس کا مزار ہے پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مزار ایک نہایت عمدہ دالان میں تھا اور اس کے پاس ایک قبہ بنا تھا جس میں تبرکات رہتے تھے۔ مگر اس وقت اس دالان کا کوئی نشان نہیں خالی قبر موجود ہے۔ وہ بھی ٹوٹی پھوٹی چونے کی بنی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس کا تعویذ ایسے عمدہ نایاب پتھر کا تھا کہ لوگوں نے اکھاڑ کر توڑا اور انگوٹھیوں کے نگینے بنالیے اس کی قبر کی شرقی جانب کچھ نشانات ہیں۔ غالباً اس قبہ کے نشان ہونگے۔

یہ مسجد بھی غدر کی ضبط شدہ عمارات میں سے ہے ۱۸۷۹ء میں سرکار نے مسلمانوں کو عنایت فرمائی۔ ایک عرصہ تک حاجی قطب الدین صاحب سوداگر ساکن گلی کپے والاں اس کے نگراں رہے اُن کے بعد اُن کے صاحبزادہ حاجی عبدالغنی صاحب نگرانی کرنے لگے۔ اب چند سال سے انجمن موید الاسلام اس کی متولی ہے حتے الامکان شکست ریخت کی مرمت کرتی ہے اس کی پشت پر ایک قطعہ زمین مسجد کے متعلق ہے۔ برسات میں اُس کی گھاس فروخت ہوتی ہے جو تقریباً تیس پینتیس روپیہ کی بک جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی آمدنی مسجد میں نہیں ہے۔ اس کا فرش اور حوض سب شکستہ ہوگیا ہے۔ گو بیچاری غریب انجمن گری پڑی چیز کی درستی میں کوشش کرتی ہے مگر اتنی بڑی عالیشان عمارت کی کماحقہ درستی بہت دشوار ہے۔ اس وقت اس میں حافظ عبداللہ صاحب رہتے ہیں اور انجمن سے مبلغ روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ صفحہ ۵۲ پر مسجد کا حسن نقشہ سے ملاحظہ فرمایئے +

اب خواہ مسجد گھاٹ کے دروازہ سے نکلکر بائیں ہاتھ چلیئے دریا کی سیر کیجیے یہاں ٹوٹا کنواں مشہور ہے یہاں لوگ جب پانی ہوتا ہے تیرتے ہیں گرمی اور برسات کے دنوں میں یہاں میلا رہتا ہے۔ استاد لوگ اپنے شاگردوں کو تیرنا سکھاتے ہیں جن دنوں دریا موجوں پر ہوتا ہے تو کئی جگہ پیراکوں کا میلا ہوتا ہے ہر استاد کے گھاٹ مقرر ہیں بعض یہاں تیرتے ہیں بعض راجگھاٹ پر کچھ لوگ پل پر کچھ کوٹلہ پر غرض عجیب میلا ہوتا ہے۔ ہر شخص نئی نئی تیرائی تیرتا ہے۔ ہر استاد اپنے جوہر دکھاتا ہے +

یا واپس تشریف لے آئے کوٹھی نمبر ۲ اپہلے معلوم کر چکے ہو جی چاہے پاس ہیکر سنہری مسجد ہوتے ہوئے قلعہ میں چلے جایئے ورنہ اسی پنجر اہے پر آیئے۔ ٹھنڈی سڑک جس پر دو نو طرف لالٹینیں

سعی نواب بہادر صاحب لطف وکرم	ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ
چاہ وحوض وصاف صحنش آبروی زہد ہست	ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ
سال تاریخش چہ خرم یافت از الہام غیب	مسجد بیت مقدس مطلع نور الٰہ

مسجد سے شرقی جانب شمال کو ہٹے ہوے خندق کے کنارے دو کنوین جنہیں اول کا پانی کہاری اور دوسری کا شیرین ہے یہ مرزا گوہر کی گئیا مشہور ہے مشرق کی جانب تھوڑی دور آگے جاکے سنہری مسجد سے مشرق کیطرف رستہ دریا کو جاتا ہے فصیل کے دروازہ سے نکل کر جمنا پر جاتے ہیں اسکو راجگہاٹ کہتے ہین یہان ہندؤں کی پرستشگاہین اور اُنکے فقیروں کے مکانات بنے ہین۔ اور دوسری سڑک

دفتر گورنمنٹ مجسٹریٹ واسٹیشن اسٹاف آفس

پر جاتی ہے۔ یہ دفتر کوٹھی نمبر ۱۲ میں واقع ہے قلعہ مین جانے کا پاس یہیں سے ملتا ہے ۔ ہر فی کس لیا جاتا ہے مگر ۲ سے کم کا پاس نہین دیا جاتا ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک ٹکٹ ملتا ہے۔ یہ کوٹھی فصیل کے کنارہ پر لب دریا واقع ہے۔ یہاں سے زینت المساجد کو بھی رستہ جاتا ہے اب اگر قلعہ میں جانا ہے تو یہین سے واپس ہو کر سنہری مسجد کو بائین جانب چھوڑتے قلعہ میں چلے جایئے ورنہ سنہری مسجد سے نکلکر

ٹھنڈی سڑک

پر آیئے یہ سڑک جنوباً شمالاً واقع ہے فیض بازار سے چلی ہے پنچکیون ڈاکخانہ ہوتی ہوئی کشمیری دروازہ سے نکلگئی ہے یہ سڑک نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اسپر دونوں طرف اونچی پٹریاں بنی ہوئی ہیں جو برابر پنچکیوں تک چلی گئی ہیں اُسپر بجری کٹی ہے بیچ سڑک سے امراؤ اور رؤسا وغیرہ کی گاڑیان جاتی ہیں جو شام کو ہواخوری کے لیے نکلتے ہین اِدہر اُدہر پٹریون پر پیدل چہل قدمی کرتے ہیں دونون طرف تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر لال ٹینین لگی ہین اندہیری راتون میں یہ لال ٹینین عجب لطف دکہاتی ہیں جگنو کی طرح جگمگ جگمگ کرتی نظر آتی ہین۔

اِس رستہ سے جو سنہری مسجد سے ٹھنڈی سڑک میں آملا ہے تقریباً ۲۰ قدم کے فاصلہ پر شمال کی طرف چوراہہ واقع ہے اگر جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے سیدہے آیئے تو یہ چوراہہ پڑتا ہے اور سنہری مسجد کی سڑک وہی تیس قدم جنوب کی طرف رہجاتی ہے۔ مسجد سے آنیوالی سڑک شرق کیجانب

لگی ہوئی اور ادھر اُدھر پٹری پیدل چلنے کی بنی ہوئی ہے۔ چھوڑ دیجیے۔ سنہری مسجد کے راستہ چلئے پنجرا۔ سے چند قدم کے فاصلہ پر

ڈگی سرکاری

ہے یہ عجیب و غریب حوض ہے جو غدر کے بعد بنا ہے۔ اس کے برابر پختہ نہر جاری ہے۔ اسی سے حوض میں پانی آتا ہے یہ حوض۔ افٹ گہرا ہے۔ نیچے حوض کا پانی اوپر درختوں کی گنجانی کچھ عجیب لطف دکھاتی ہے۔ سامنے سڑک کے دوسری طرف شرق کی جانب

کمپنی باغ جرنیلی

کا دروازہ ہے غدر کے بعد ۱۸۶۲ء میں قائم ہوا ہے گو یہ باغ عرض و طول کے اعتبار سے بہت بڑا نہیں ہے مگر رونق اور بہار کے اعتبار سے دوسرے عمدہ باغات سے کسی وجہ کم بھی نہیں ہے خوشنما گملوں کی قطاریں۔ جابجا دروازے اور اُن پر بیلوں کی بہاریں دل بہلاؤ کا عمدہ سبق دیتی ہیں انقباض اور افسردگی کو طاق پر بٹھاتی ہیں دو طرف گیند بلا کھیلنے کے صاف ستھرے میدان چھوٹے ہیں اس میں شام کو صاحب لوگ گیند بلا کھیلتے ہیں +

سیر سے فارغ ہو کر خانہ خدا کی زیارت کیجیے سامنے شمال کی طرف

سنہری مسجد

نظر آتی ہے یہ مسجد قلعہ کے نیچے دلی دروازہ قلعہ کے متصل واقع ہے۔ سر سے پاؤں تک سنگ باسی کی بنی ہے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی کبھی اس کی آن [illegible] سب سے نرالی تھی۔ اندر تمام سنہری پھول بوٹے۔ برجیوں پر سونا چڑھا ہوا۔ بائیں جانب کاٹ کا نفیس دالان دائیں طرف خوبصورت حوض اس میں فوارہ متصل ہی کنواں۔ ادھر اُدھر بازار اس وقت نہ پھول بوٹے نہ دالان نہ حوض نہ فوارہ ایک کنواں ہے وہ بھی بالکل اٹا پڑا ہے ہاں مسجد اور اس کا فرش اور دروازہ بالکل صحیح سالم ہے اس مسجد کے بیچ کے در پر یہ اشعار کندہ ہیں

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشا ۔۔۔ خلق پرور داد گر شاہان عالم را پناہ

مسجدے کردہ بنا نواب قدسی عز و جاہ ۔۔۔ باد دائم فیضِ عام آں تا کہ سجدہ گاہ

اسکی چار دیواری مثمن ہے جسکا شاہجہانی گز سے ہزار گز طول ۶ سو گز کا عرض کنگرہ سے خاکریز تک پچیس گز کا ارتفاع - بنیادین گیارہ گز کی جنکے نیچے کا عرض پندرہ گز اوپر کا دس گز - قلعہ کے کل زمین چھہ لاکھہ گز -

خندق پچیس گز چوڑی - دس گز لمبی - قلعہ کے ضلع شرقی مین جمنا بہتی ہے اور دیگر اضلاع میں جمنا کی نہر کا پانی آتا تھا جو قلعہ کے اضلاع میں گہومکر دوسری طرف پہر جمنا مین جا گرتا تھا اسوقت خندق خشک پڑی ہے کبھی کبھی نہر کی نالی سے ذرا ذرا پانی گرتا ہے جس سے خندق میں فرو اسی نالی بہنے لگتی ہے خندق کا دور تین ہزار چھہ سو گز کا ہے - تمام قلعہ سنگ سرخ سے بنا ہے تعمیر ایسی عمدہ ہے گویا تمام قلعہ ایک پتھر کا بنا ہے دلی دروازہ پر پہونچے صفحہ ۵ پر نقشہ دیکھو اول

خندق کا پل

بنا ہے یہ پل محمد اکبر شاہ کے پانچوین سال جلوس ۱۲۲۳ ہجری مطابق ۱۸۱۱ء میں دلاور الدولہ رابرٹ صاحب بہادر دلیر جنگ کے اہتمام سے تعمیر ہوا ہے پل کے پاس دروازہ مین پہرہ دار ٹہل رہا ہے اسکو پاس دیکر اندر چلو یہ دروازہ اور اسکے آگے کا چوک عالمگیر کی ایجاد ہے جسوقت عالمگیر نے اصل دروازہ کے سامنے یہ گہوگہس بنایا اور شاہجہاں کو اطلاع ہوئی تو عالمگیر کو لکھا کہ اے فرزند ارجمند تمنے قلعہ کو دلہن بنایا اور اسکا گہونگٹ نکالا اندر کا دروازہ کسقدر بلند اور خوشنما ہے کہتے ہین کہ اسکے بالاخانہ پر قلعدار رہا کرتا تھا اس دروازہ کے دونوں طرف پتھر کے بڑے بڑے دو ہاتھی بنائے گئے تھے جنکو عالمگیر نے خلاف شرع ہونے کی وجہ سے تڑوا ڈالا انین کی ایک تصویر گہنٹہ گہر کے قریب ملکہ کے باغ میں موجود ہے -

دروازہ میں گہسکر طاق پر نظر ڈالیے کہکشان سے زیادہ خوبصورت نظر آتے ہین اگر لداؤ کو ملاحظہ کیجیے گنبد آسمان سے اونچا نظر آتا ہے - چونکہ دربار کی وجہ سے آجکل قلعہ میں جانے کی ممانعت ہے اسلیے اندرونی کیفیت محض یادداشت پر بیان کرتا ہوں - دروازہ سے سیدھے سڑک سڑک چلے چلیے بائین ہاتھہ بارگین بنی ہیں انمین گورہ پلٹن کی چار کمپنیاں جن میں پانسو آدمی ہین اور ۸۰ گورہ توپخانہ کے رہتے ہیں جسوقت لاہوری دروازہ کے مقابل چوراہے پر پہونچو تو شرقی سڑک اختیار کرو سامنے بڑا دروازہ نظر آتا ہے

نقارخانہ

شاہی ہے اسپر دن رات میں اپنے معمولی وقت پر نوبت بجتی تہی اسمیں سے دربار عام کو راستہ جاتا تہا اب بیچ میں میدان پڑا ہے

سیدہی قلعہ میں چلی گئی ہے اسوقت شرق مین قلعہ واقع ہے غرب میں جامع مسجد جنوب میں فیض بازار شمال میں بنچکیوں وغیرہ کو رستہ جاتا ہے مگر بیچ میں کئی چوراہے پڑتے ہیں فیض بازار پر پنجراہہ معلوم کر چکے ہو ایک یہ چوراہہ ہے جہاں کھڑے ہو جو جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے عین مقابل میں تقریبًا ۵۰۰ قدم کے فاصلہ پر واقع ہے تیسرا چوراہہ اس سے آگے سراوگیون کے مندر کے قریب ہے جہاں چاندنی چوک جانیوالی سڑک ملتی ہے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلکر سیدہی فتح پوری چلی جاتی ہے قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلکر اول ہی چوراہہ پڑتا ہے آگے ریل کے پل کے قریب اور چوراہہ ہے جسکو ہم وہاں چلکر بیان کرینگے۔ اب تم سیدہے۔

لال قلعہ

میں چلے چلو اُستاد حامد اور اُستاد محمود معماروں نے جو اپنے فن میں بے نظیر تہے اور ہندسہ اور حساب سے خوب واقف تھے۔ ۹ محرم ۱۰۴۹ھ ہجری مطابق چوبیسویں اردی بہشت جمعہ کی رات پانچ ساعت بارہ دقیقہ گذرنے کے بعد شاہجہان بادشاہ کے حکم سے اس قلعہ کی بنا ڈالی۔ تمام قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے کاریگر سنگتراش اور معمار بلائے گئے طرح طرح کے صنعت کار حاضر ہوئے اور قلعہ بنانے میں مصروف ہوے عزت خان کو اہتمام سپرد ہوا اُنھوں نے پانچ مہینے دو دن میں قلعہ کی تمام بنیادیں کہدوا کر بعض جگہ سے دیواریں اُٹھوانی شروع کردیں اسکے بعد عزت خاں ٹھٹہ کی صوبہ داری پر مامور ہوے اور الہ وردیخان کو اہتمام ملا اُنھوں نے دو برس ایک مہینہ گیارہ دن اہتمام کیا قلعہ بارہ بارہ گز اونچا تیار ہوگیا اسکے بعد مکرمت خان مہتمم ہوے اُنکی سعی بلیغ سے بیسویں سال جلوس شاہجہاں میں قلعہ بنکر تیار ہوگیا

اس قلعہ کی وسعت اکبر آباد کے قلعہ سے دگنی ہے آٹھ برس میں ایک کرور کی لاگت سے بنا۔ پچاس لاکھ روپیہ قلعہ کی تیاری میں لگے پچاس ہزار اندر کی عمارتوں میں صرف ہوئے۔ اسکے چار دروازے۔ دو کھڑکیاں اکیس بُرج ہیں سات مدوّر چودہ مثمن مگر اسوقت تین دروازے کہلے ہوے ہیں دلی دروازہ جو سنہری مسجد کی طرف واقع ہے دوسرا لاہوری دروازہ جو چاندنی چوک کی طرف واقع ہے تیسرا دروازہ جو سلیم گڈہ کی طرف ہے چوتہا دروازہ جو دریا کیطرف ہے اور کھڑکیاں بند ہوگئی ہیں۔

جہڈ

سامنے

دیوانِ عام

نظر آتا ہے اِس دالان کا طول ۶۷ گز عرض ۲۴ گز ہے تمام دالان سنگ سُرخ کا بنا ہے کسی زمانہ میں اسپر سفیدی کر کے سنہری بیل بوٹے بنے تہے یہ دالان ایک چبوترہ پر واقع ہے جسکا طول ایکسو چار گز ہے اور عرض ایک سو ساٹہہ گز۔ اِسکے آگے ۲۰۴ گز طول ساٹہہ گز عرض کا صحن تہا جسکے گرد عمدہ عمدہ مکانات بنے تہے۔

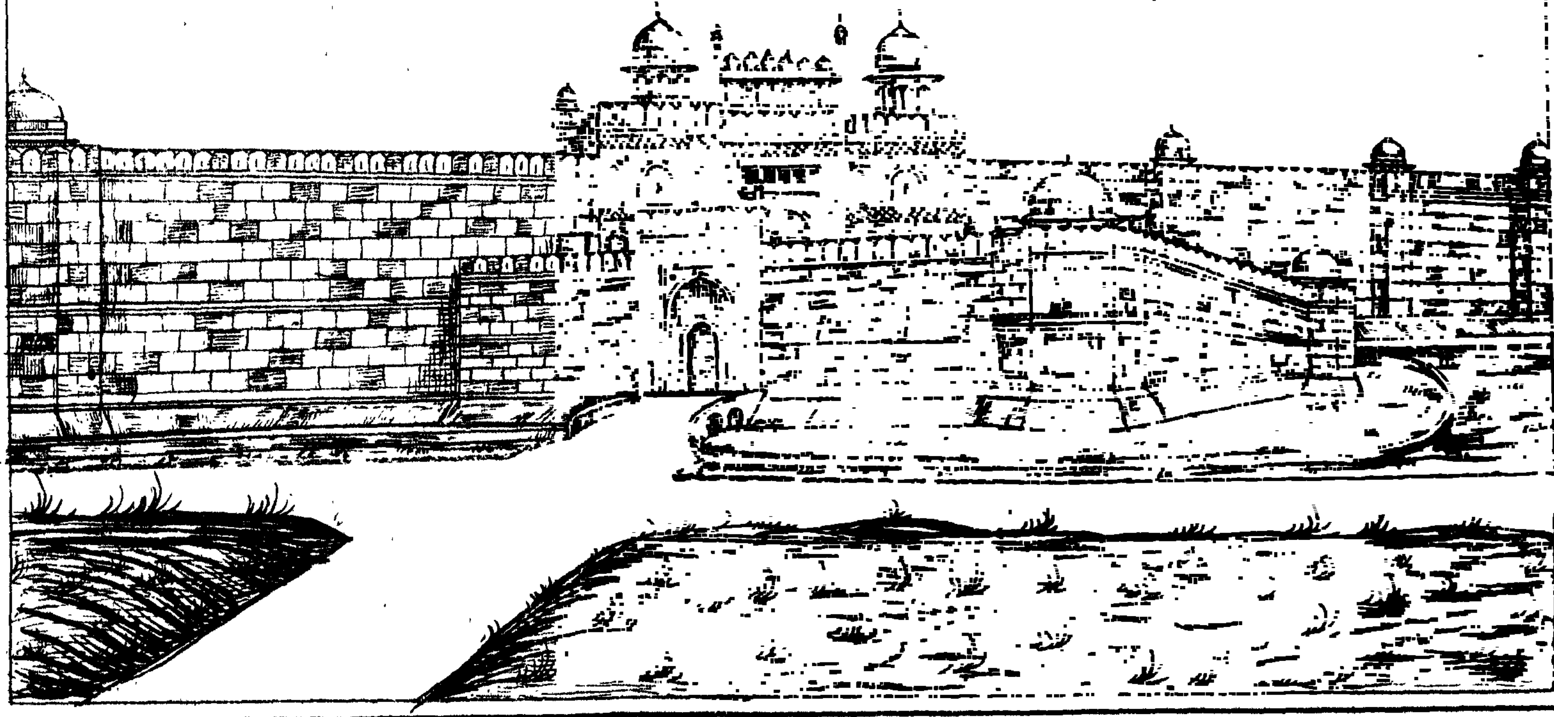
اِس دالان میں نشیمن شاہی ہے جسکو تخت شاہی کہتے ہیں اِسکی عمارت بہت نفیس ہے یہ نشیمن نرا سنگ مرمر کا کرسی دار بنا ہے اِسکے پیچھے ایک پیش طاق ہے سات گز لمبا ڈہائی گز چوڑا نرا سنگ مرمر کا اس نشیمن اور پیش طاق میں رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر لگے تھے۔ طرح طرح کے پھول بوٹے بنے تہے جنکے نشانات اب بہی موجود ہیں۔ تخت شاہی کی کرسی قد آدم سے اونچی ہے پیچھے ایک خوبصورت چوکی سنگ مرمر کی بچھی ہے جسوقت کسی خاص شخص کو کچھہ عرض کرنا ہوتا تو اجازت حاصل کر کے اسپر قدم رکہتا اور پایۂ تخت کو بوسہ دیکر آداب بجالاتا اور عرض کرتا۔

پیش طاق کے پیچھے مکان بنے تہے بادشاہ اُدہر سے دربار میں تشریف لاتے تھے۔ موجودہ حیثیت صفحہ ۶۰ پر نقشہ سے ملاحظہ کیجیے اب اُسی سڑک کو دیوان خاص میں چلیے۔

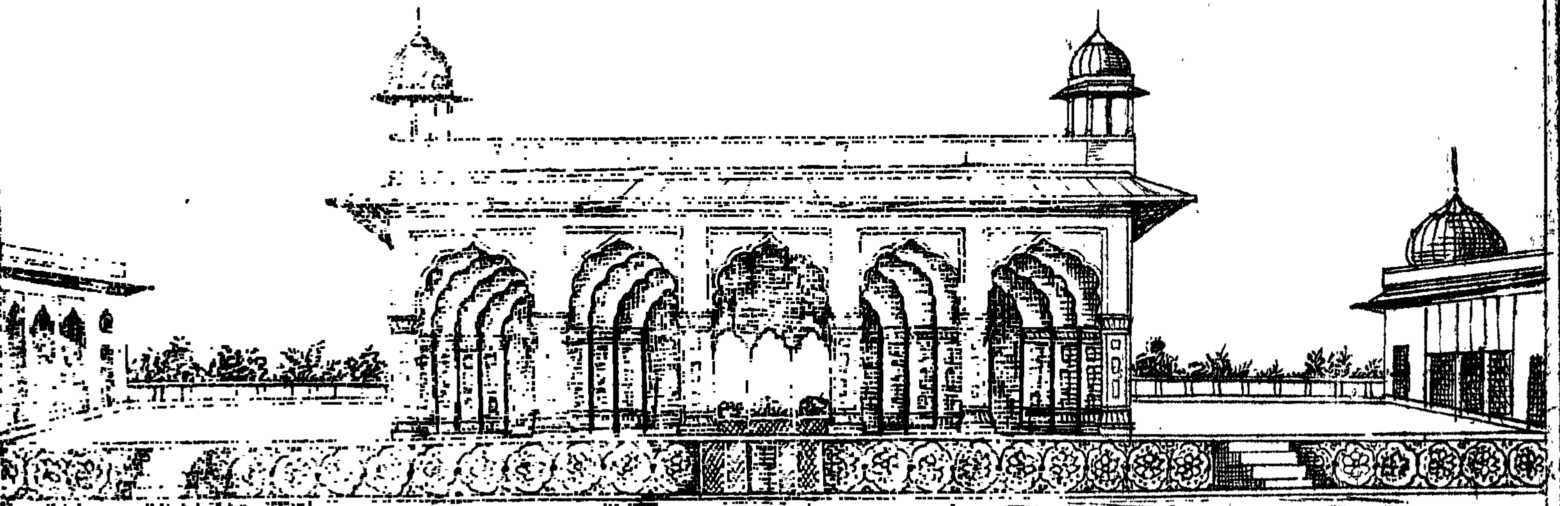
احاطہ کھنچا ہے بیچ میں چمن لگا ہے اِس احاطہ کے دروازہ پر قفل پڑا رہتا ہے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور پہر ۳ بجے سے ۶ بجے تک کھلا رہتا ہے اول دیوان خاص میں جاتے ہیں اسکا نام شاہ محل ہے ڈیڑہ گز اونچا اسی گز لمبا چھبیس گز چوڑا چبوترہ بنا ہے اسکے بیچوں بیچ

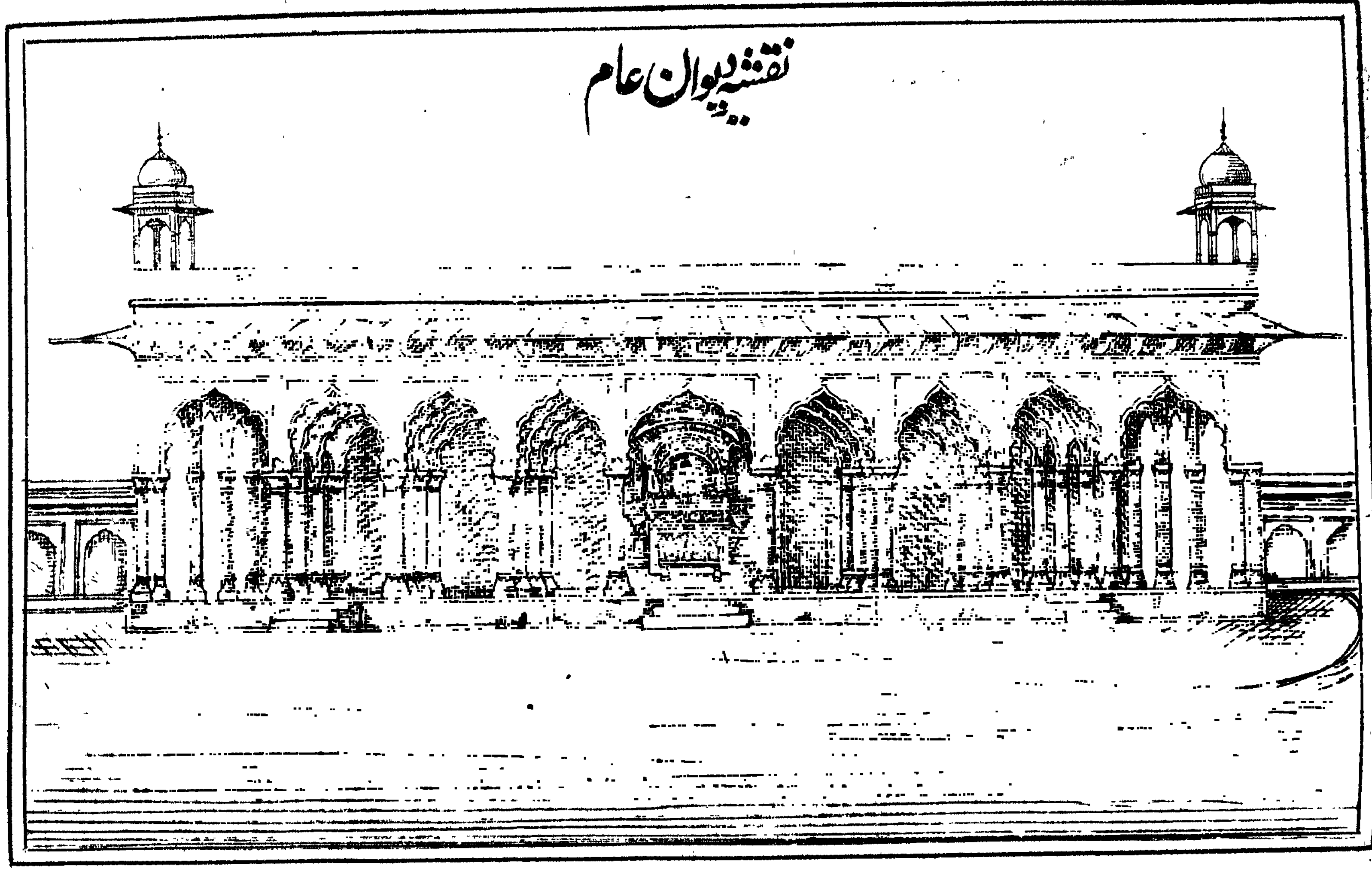
دیوان خاص

کی عمارت ہے ۴۳ گز لمبی ۲۶ گز چوڑی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر نہایت سفید اسکے بیچ میں چار گز کے عرض سے نہر ہے مگر اسوقت خشک پڑی ہے اِسکے بیچوں بیچ ایک چبوترہ ہے جسکو اب سنگ مرمر کی چوکی کہتے ہیں اسپر تخت طاؤس رکہا جاتا تھا اسپر بادشاہ اجلاس فرمایا کرتے تہے اِس مکان کے در و دیوار تمام سنگ مرمر کے ہیں انمیں عقیق و مرجان کی پچی کاری ہے اور نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنے ہیں اجارہ سے اوپر چھت تک سونے کا کام کیا ہے گویا سونا لیپ دیا ہے

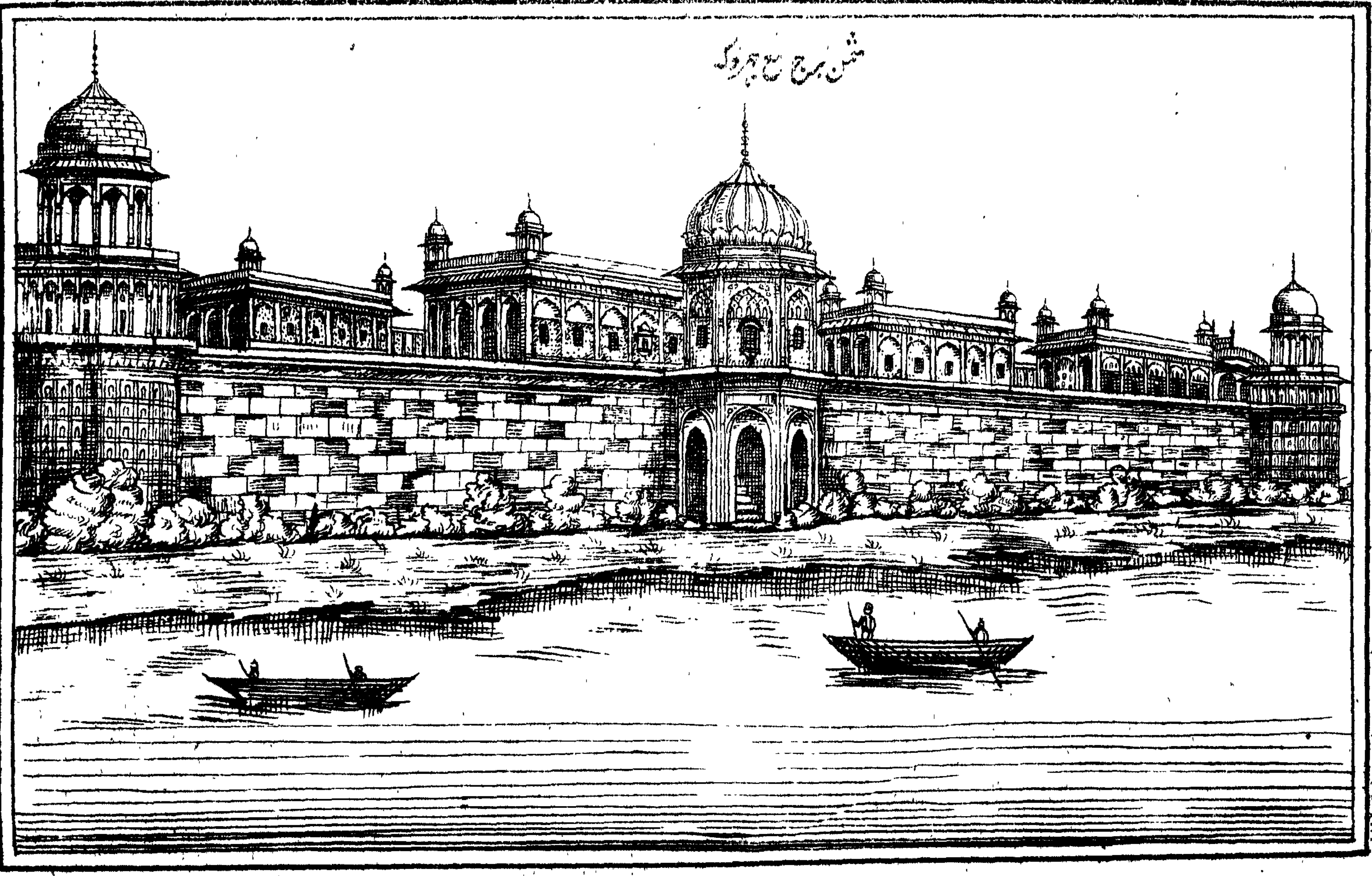


لال قلعہ کا دہلی دروازہ


نقشہ دیوان خاص



نقشۂ دیوان عام



مثمن برج مع جھروکہ

اندر کے رخ سونے کے پانی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است　　ہمین است و ہمین است و ہمین است

اس کے جانب شرق دریا ہے۔ اوپر کے دروں میں جالیاں لگاکر آئینہ بندی کی گئی ہے
جس سے دریا کا امنڈنا اور اُس کی موجوں کا لہرانا عجب لطف دیتا ہے ہم صفحہ پر اسکا
نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے غرب کیجانب میدان پڑا ہے جنوب میں
میزان کا دالان بیٹھک۔ خوابگاہ۔ تسبیح خانہ۔ برج مثمن وغیرہ ہیں ہم صفحہ دریا کیطرف سے قلعہ
کا نقشہ دیتے ہیں اس سے اس برج کی پوری سیر ہوتی ہے اِس برج مین کیا خوب قطعہ لکھا ہے

اے بندپائے قفل بر دل ہشدار　　وے دوختہ چشم دیا پسئے گل مشدار
عزم سفر مغرب ورو در مشرق　　اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

اس برج میں دریا کی طرف ایک جھروکہ ہے۔ جس کو اکبر ثانی نے بنوایا ہے۔ ان دالانوں کے آگے
جنگلہ لگا ہے۔ اندر ممتاز محل یعنی رنگ محل ہے۔ چونکہ اس میں جانے کی ممانعت ہے
جنگلہ لگا دیا گیا ہے +

اب دیوان خاص کے شمالی حصہ کی سیر کیجے۔ ادھر حمام بنا ہے اس کے تین درجہ ہیں۔

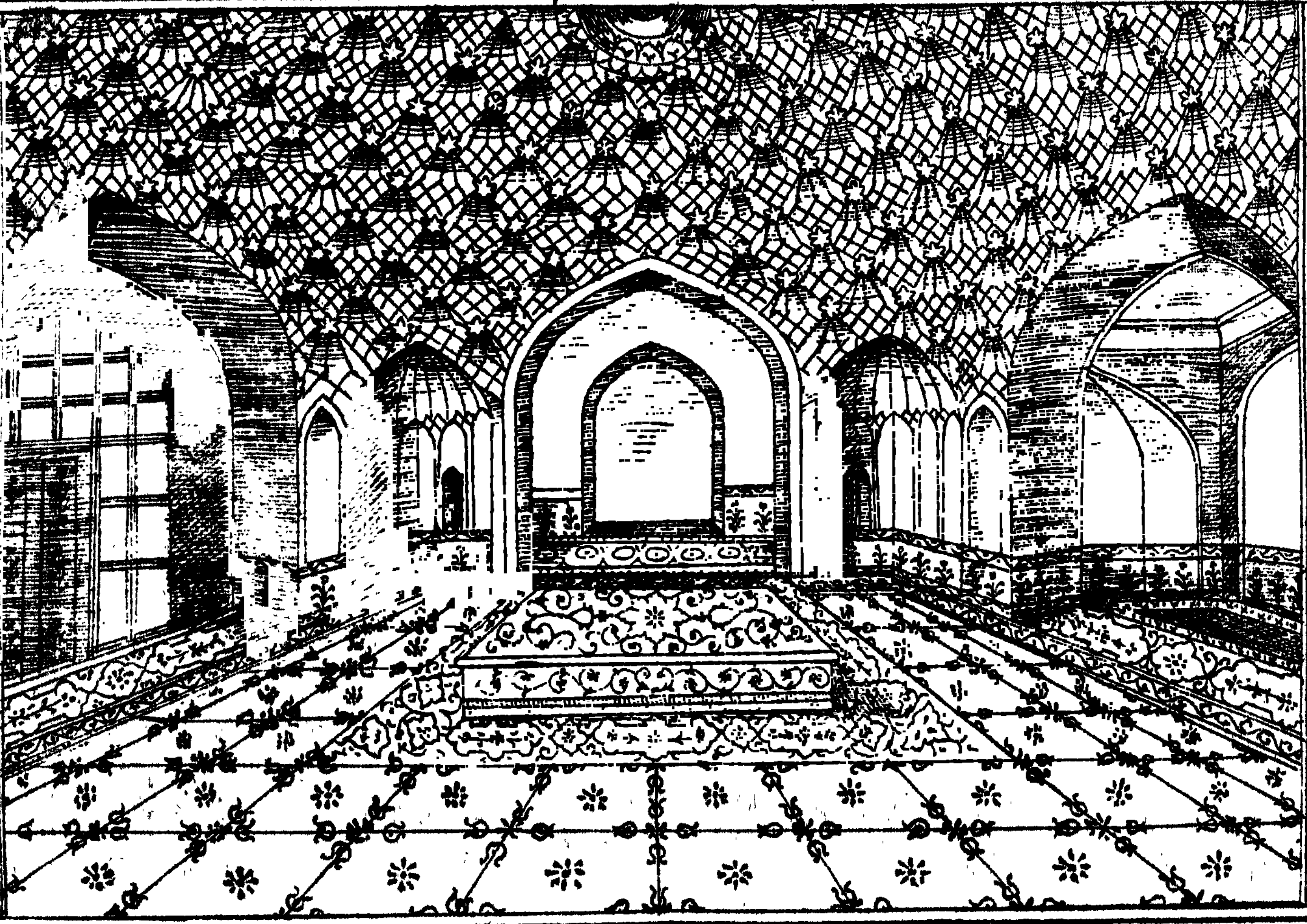
درجہ اول جامہ کن

اول اس درجہ میں جاتے یا نہانے کے بعد بیٹھتے اور کچھ کھاتے۔ اس درجہ کی عمارت بہت
خوشنما ہے ازارہ تک سنگ مرمر جانب شرق جالیاں لگی ہیں +

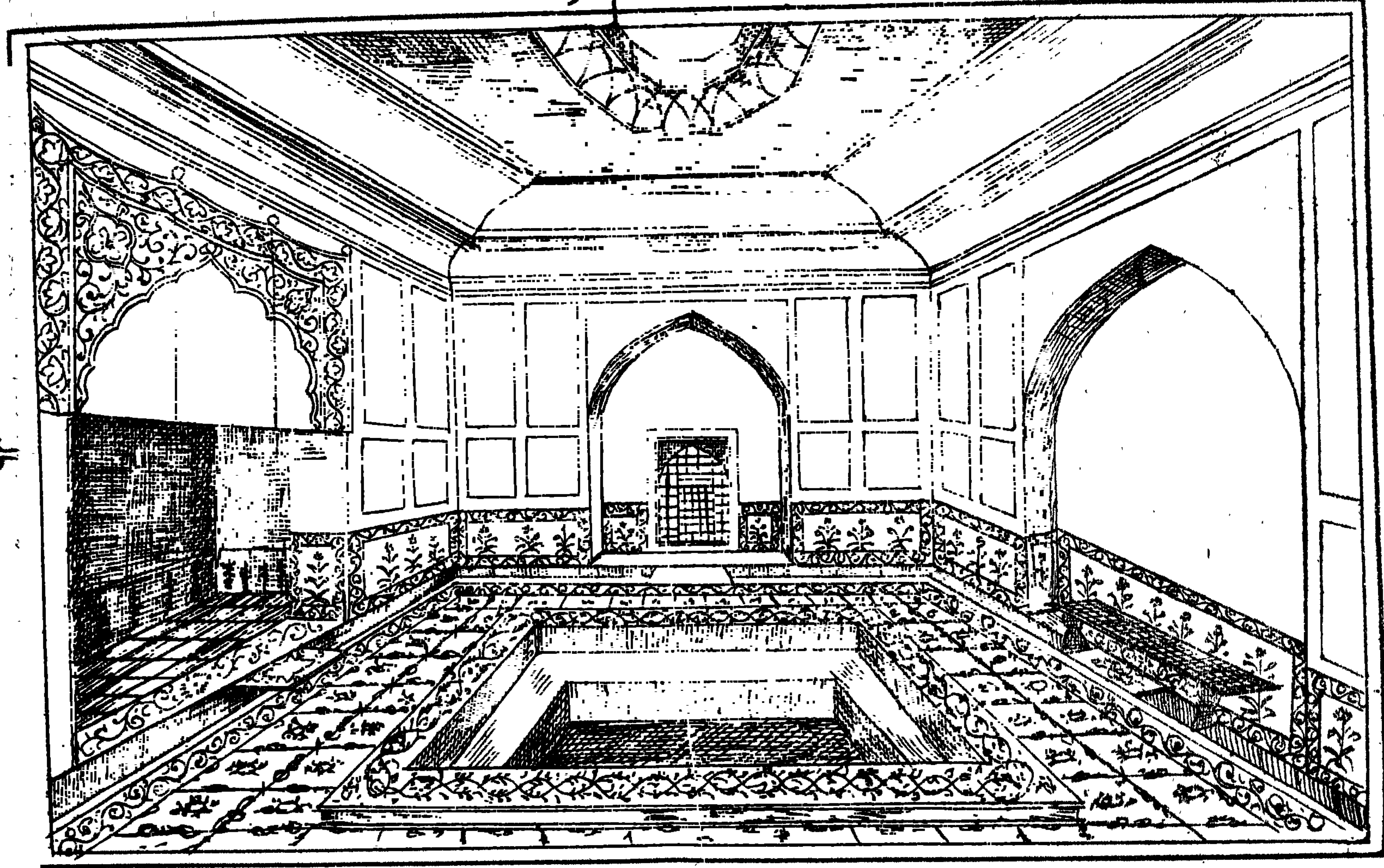
دوسرا درجہ سرد خانہ

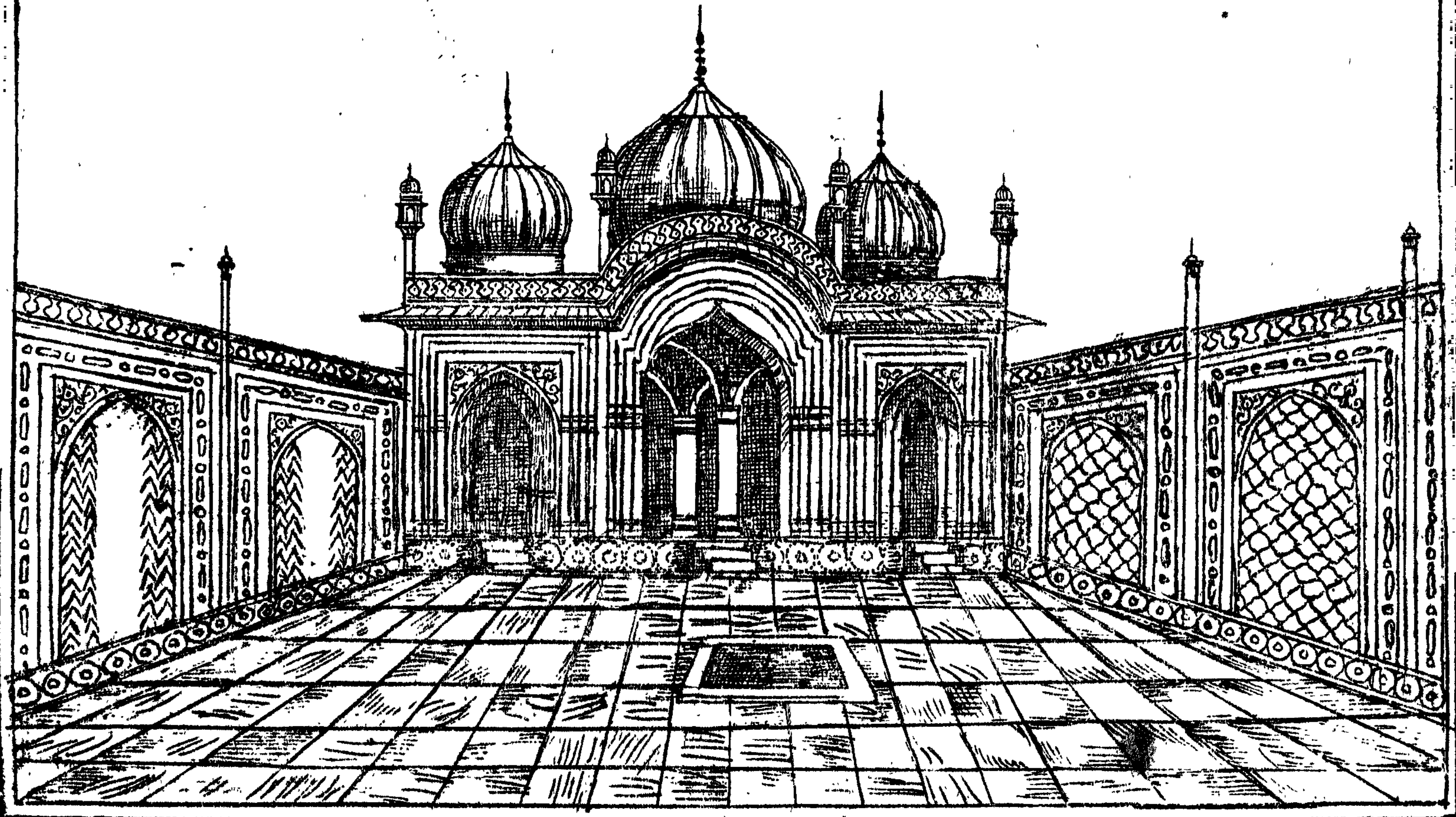
اس درجہ کی عمارت عجیب وغریب ہے جانب شمال ایک شہ نشین سنگ مرمر کی منبت کار
اس پر پچی کاری اس کے آگے ایک درجہ مربع تمام سنگ مرمر کا اس کے فرش سے لیکر چھت
تک عجیب عجیب رنگ کے پتھر سے پچی کاری ہوئی ہے۔ ہر دیوار پھول بوٹے سے گلگوں بنی
ہے۔ اس کے فرش کے بیل بوٹے ایسے بنے ہیں۔ گویا ایرانی قالین بچھی ہیں۔ بیچوں بیچ
مربع حوض ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر سنہری چار فوارے تھے جن کی چاروں دھاریں
ملکر حوض میں پڑتی تھیں۔ اس کی دیوار سے ملی ہوئی ایک نہر جدول کے طور پر اس صورت

نقشہ حمام گرم



نقشہ حمام سرد





نقشه موتی مسجد

کی بنی ہے گویا چلتے پھرتے تھی ہے۔ اس درجہ میں یہ خوبی تھی کہ جس وقت چاہئے سرد ہو جاتا اور نہر اور حوض میں بھی سرد پانی رہتا اور جب چاہئے گرم کر لیتے اور فرش سے لیکر چھت تک گرم ہو جاتی اور نہر تک سے گرم پانی بہنے لگتا۔ صفحہ ۶۴ پر اس کا نقشہ ملاحظہ کیجئے

تیسرا درجہ گرم خانہ

کہلاتا ہے اس کے جانب عرب آب گرم کے حوض نر سے سنگ مرمر کے بنے ہیں کہتے ہیں کہ اس حمام میں سوا سو من لکڑیوں کا لقمہ دیا جاتا تھا اس کے آگے ایک مربع درجہ ہے اس کے بیچوں بیچ سنگ مرمر کا چبوترہ ہے اس پر بیٹھ کر نہایا کرتے تھے اور جانب شمال بدستور دوسرے درجہ کی سہ نشین بنی ہے۔ اس پر ایک مستطیل حوض ہے اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ چاہے سرد پانی سے بھریں اور چاہے گرم پانی سے۔ اس درجہ کا فرش اور دیواریں بھی دیکھنے کے قابل ہیں صفحہ ۶۵ پر نقشہ سے پوری کیفیت معاینہ کیجئے۔ حمام سے باہر آکر

موتی مسجد

کی زیارت کیجئے۔ فرش در و دیوار محراب کنگرہ مرغولہ چھت منڈیر تمام سنگ مرمر کا اس پر منبت کاری کی ہوئی پھول بوٹے نکلے ہوئے مسجد کے تین در دو مینار تین سنہری گنبد نہایت موزوں۔ صحن میں ایک حوض نہایت مختصر چونکہ دہ در دہ سے کم تھا اس لئے اس میں یہ ترکیب کی تھی کہ نیچے نیچے بھادوں میں سے پانی آتا تھا اور ابل کر نکلتا تھا اور ہر وقت بہتا تھا گویا یہ حوض نہ تھا چشمہ جاری تھا۔ صحن میں جنوبی جانب سنگ مرمر کی چوکی بچھی ہے کہتے ہیں کہ اس پر بادشاہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے اس مسجد میں سنگ مرمر کا منبر نہایت عجیب بنایا ہے۔ اس پر پھول اس صنعت سے بنائے ہیں کہ ہر پتے کا موڑ اور شکن الگ دکھا دیا ہے گو ہاتھ سے چھو کر دیکھتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ سنگ مرمر کے بنے ہیں مگر پھر دھوکا ہوتا ہے کہ شاید موم کے بنائے ہیں صحن میں دیوارن پر سے پانی آنے کے نشانات ایسے عمدہ بنائے ہیں کہ دیکھنے سے صاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی پانی آکر تھما ہے کسی زمانہ میں یہ مسجد باغ حیات بخش سے ملی ہوئی تھی۔ اب باغ کے نشانات تک فنا ہو گئے۔ اس مسجد کو حضرت عالمگیر نے ۲ سنہ جلوس میں بنوایا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوا نقشہ

تھا باغ کی جنوبی سمت بھادوں اور شمالی جانب میں ساون اور بیچ میں جل محل سبحان اللہ کیا کچھ رونق ہوگی

یہاں سے شرقی جانب حمام کے پیچھے ایک چھوٹی سی بارہ دری سنگ مرمر کی دکھائی دیتی ہے اسکو مرزا فخرو ولیعہد کی بارہ دری کہتے ہیں اس سے ورے توپ کے قریب ایک کوٹھری بنی ہے اسمیں پرانے ہتیار رکھے ہیں حمام کے پیچھے ایک کنوان ہے جسکو بہادر شاہ بادشاہ نے بنوایا ہے اس میں یہ قطعہ کندہ ہے اس سے اسکی تاریخ بنا نکلتی ہے

ظفر تعمیر شد این چاہ شیرین — کہ آبش شربت قند و نبات است

ازین خوشتر نباشد سال و تاریخ — ہویدا چشمہ آب حیات است

باقی شمالی حصہ میں قلعہ کی عمارات کے ختم پر سلیم گڈھ ہے جسکو اسلام شاہ نے بنایا ہے خاندان تیموریہ میں اسکو نور گڈھ کہتے تھے اسمیں جانے کی ممانعت ہے اور سلے قلعہ کی ذرا سی فصیل توڑ کر یہاں کو ریل نکالی ہے جو جمنا کے پل سے گذرتی ہوی سلیم گڈھ اور قلعہ کے شمالی گوشہ پر ہوتی ہوی اسٹیشن پر چلی جاتی ہے اب صرف ایک باولی رہگئی ہے جو ساون سے شرقی جانب میں بارگوں کے پیچھے فصیل کے نزدیک موجود ہے فصیلوں پر جانے کی اجازت نہیں۔ لہذا واپس تشریف لائیے اور اُسی اول چوراہے پر آیئے سامنے لاہوری دروازہ ہے کیسا عمدہ پاکیزہ بنا ہے منبت کاری اور پرچین سازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسکا چھتہ اسکی بلندی اور اتنی بلندی پر اسقدر طولانی تعریف کے قابل ہے اسی چھتہ سے باہر آتے ہیں دونوں طرف دوکانیں بنی ہیں ضروری چیزیں فروخت ہوتی ہیں ایک دوکان پر ہر قسم کے فوٹو بھی تھے ان بیچ میں ایک چوک قایم کیا ہے روشنی کے لیے اسکی چھت نہیں پائی گئی شاہجہان کے وقت میں اس چھتہ کو بازار مسقف کہا کرتے تھے۔

اصل دروازہ کے آگے پھر وہی گھونگھٹ ہے جو عالمگیر کی تعمیر ہے اس سے باہر خندق کا پل بنا ہے یہی اکبری عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ دروازہ سے نکلکر ایک راستہ قلعہ کے پاس شمالی جانب میں دریا کو جاتا ہے دوسری سڑک خندق سے ملی ہوئی جنوبی دروازہ کی طرف آتی ہے۔ تیسری بیچ کی سیدھی سڑک چاندنی چوک چلی جاتی ہے۔ سراؤگیوں کے مندر کے پاس چوراہہ پڑتا ہے ادہر یہ سڑک چاندنی چوک کو جاتی ہے اُدہر ٹھنڈی سڑک اسکو کاٹتی ترچھی ہوتی ہوی کشمیری دروازہ نکلجاتی ہے۔

اس کی اس بات ملاحظہ فرمایئے۔ عاقل خاں نے اس کی تاریخ لکھی ہے اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اس مسجد کے عقب میں

بھادوں

کا دالان بنا ہے۔ احاطہ سے نکلکر جانب شمال سڑک پر چلیے غرب کی طرف ایک دالان سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنا ہوا نظر آتا ہے اس کو بھادوں کہتے ہیں۔ اس کے میں ایک حوض ہے سنگ مرمر کا پندرہ فٹ کا مربع اور ڈیڑھ گز گہرا۔ اس میں نہر بہشت سے نہر آتی تھی اور حوض میں چادر ہو کر پڑتی تھی۔ اس میں پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھادوں کا مینہ برس رہا ہے۔ مکان اور حوض اور چادروں میں محرابی چھوٹے چھوٹے طاق بنے تھے ان میں دن کو رنگ برنگ کے گلدان رکھے جاتے تھے اور رات کو شمع کافوری روشن ہوتی تھی جب اوپر سے پانی کی چادر پڑتی تھی تو پھولوں کی خوشنمائی اور چراغوں کی روشنی عجب عالم دکھاتی تھی اب نالیاں بالکل بند ہوگئی ہیں۔ دالان کے اندر کا حوض پٹا پڑا ہے۔ حال میں دالان کے نیچے زمین کھدوائی گئی تو نیچے کا حوض اور نالی صحیح و سالم نمودار ہوئی مگر دو دو ہاتھ مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اسی طرح سامنے کا دالان ہے جو جل محل سے آگے اس دالان کے مقابل اسی صورت کا نظر آتا ہے اس کو

ساون

کہتے ہیں اس میں پانی گرتا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساون کی جھڑی لگی ہے ان دونوں دالانوں کے بیچ میں

جل محل

ہے جو تمام سنگ سرخ سے بنا ہے۔ اس کے اندر بہت بڑا گہرا حوض ہے۔ دیکھو چاروں طرف میں سے تمام نظر آتا ہے۔ اس مکان کا دروازہ بند رہتا ہے۔ یہ حوض حضرت ابوظفر بہادر شاہ نے بنوایا ہے گویا یہ ساون بھادوں کے پانی کا خزانہ تھا کسی زمانہ میں یہاں متصل باغ

شرع نہیں ہوتا صرف قرآن خوانی اور ثواب رسانی ہوتی ہے تقریبًا چار سو پانسو آدمی جمع ہوجاتے ہیں
شاہ صاحب کے خاندان کی پہچان یہ ہے کہ سب کے پاس نیلے رومال ہوتے ہیں۔
اس مزار کے قریب جانب غرب ایک

گرجاگھر رومن کیتھلک

فرقہ کا ہے تمام شہر میں اِس فرقہ کا یہی ایک گرجا ہے نہایت خوش قطع بنا ہے چوطرفہ باغیچہ لگا ہے اِسکو ولیم رکیکر صاحب نے ۱۸۶۶ء میں چھیاسٹھ ہزار کی لاگت سے بنایا ہے اسکے احاطہ میں ایک کوٹھی ہے جسمیں پادری جورج نامی رن صاحب رہتے ہیں۔
نیچکیوں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر سڑک سے مشرق کی طرف چند روز سے

ذخیرہ نباتات

بنا ہے اسمیں طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کے پودے اور گملے فروخت کے لیے تیار رہتے ہیں۔
اِس جگہ سے ۱۲۰ قدم کے فاصلہ پر چوراہہ پڑتا ہے یہ سڑک سیدھی پل سے نکلتی ڈاکخانہ جاتی ہے دوسری سڑک اسٹیشن سے آتی ہے جو اِسکو قطع کرتی ہوی کشمیری دروازہ جمنا کی طرف چلی جاتی ہے اِسکے شمالی جنوبی گوشہ میں خرنیل فوارہ ہے چھوٹا سا مثلث باغیچہ لگا ہے۔ تینوں طرف بہتر کا کٹہرا لگا ہے اِسکے پاس ہی

ریل کا پل

ہے اوپر کو ریل جاتی ہے نیچے سڑک چلتی ہے دیکھو کیسی خوبصورت ڈاٹ لگی ہے پہلے یہ پل ۱۹ گز کا تھا اب بیس فٹ اور بڑھایا گیا ہے بے معلوم جوڑ لگا ہے اسکے مقابل مشرق کیجانب

صاحبان انگریز کا قبرستان

واقع ہے یہ قدیمی قبرستان ہے پل کے نیچے سے جو سیدھی سڑک چلتی ہے اول مشرقی جانب میں

ڈاکخانہ

اب تم ٹھنڈی سڑک کو پنچکیوں کی طرف چلو۔ اِس چوراہے سے تقریباً ۲۷۵ قدم کے فاصلہ پر نہر کا پُل آتا ہے اسکے شرقی جانب نہر کے اوپر

پنچکیاں

ہیں اسی نہر سے چلتی ہیں اور فی من ۴ کے حساب سے صدہا من آٹا پستا ہے۔

یہ وہی نہر ہے جو تمام شہر اور قلعہ میں آتی ہے اور دلی کی طرح ہر موقعہ پر نئے نام سے موسوم ہوتی رہتی ہے کہیں چاندنی چوک کی نہر کہلاتی ہے کہیں سعادت خان کی نہر بنجاتی ہے۔

پنچکیوں کے سامنے میدان میں جانب غرب نہر کے شمالی کنارہ پر

شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ مستند اولیا اللہ میں سے مانے جاتے ہیں چشتیہ مجددیہ نقشبندیہ ہر سلسلہ میں اجازت کہتے ہیں۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر سے ملتا ہے آپ کے والد ماجد میاں نور جمال سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

شاہ صاحب سنہ ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچے تو شاہجہان آباد میں آئے مولانا محمد ذکریا علیہ الرحمۃ کے قریب مکان لیا مولانا اپنے زمانہ کے عارف تھے شاہ آبادانی اُنسے مرید ہوگئے اور مجاہدے کرنے لگے مولانا نے خرقہ خلافت عطا فرمایا مولانا کے وصال کے بعد شاہ صاحب مرجع خلایق بنے۔ مولانا فخرالدین علیہ الرحمۃ سے صحبتیں رہیں۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوے شاہ غلام رسول آپ کے حلاقی بہائی صوفی اسد یار بیگ دومی شاہزادہ مرزا حاجی شاہ کلو دہلوی شاہ احسان علی صاحب پاک پٹنی وغیرہ خلیفہ ہوئے۔ اسوقت بہی آپ کے سلسلہ میں مولانا شاہ مبارک حسین صاحب مدرس اول ضلع اسکول در بہنگہ اور اُنکے خلیفہ شاہ سید حسن صاحب بہاری موجود ہیں۔

شاہ صاحب کی عمر ۱۰۹ برس کی ہوی ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۰ہجری میں وفات پائی۔

آپ کی صلبی اولاد اسوقت معلوم نہیں ہوتی آپ کے بھائی لال محمد صاحب کی اولاد مزار کی متولی چلی آتی ہے اسوقت پیرجی الہٰی بخش صاحب موجود ہیں یہی ہر سال بیس ربیع الثانی کو عرس بہی کرتے ہیں البتہ جرنیلی کے حدود میں ہونے سے اجازت لینی پڑتی ہے کہتے ہیں کہ ایں عرس میں کوئی امر خلاف

ان سب حضرات کے مزارات بیس گز ہ آبادانی صاحب کے قریب ہیں مگر خبر معلوم سے ہوگئے ہیں۔ ۲

نواب چھوٹے مرزا صاحب رئیس دہلی

کا مکان ہے آپ نہایت بامروت باخلاق ہیں۔ اسی جگہ حکیم نذیر احمد صاحب خلف حکیم اشرف علی صاحب
کا مکان ہے جو اپنے والد ماجد مرحوم کے خاندانی گدی پر مطب کرتے ہیں بہت ذہین
ور طباع طبیب ہیں دوسری سڑک مشرق کو جاتی ہے جو کشمیری دروازہ نکلجاتی ہے تار گھر سے تھوڑے
فاصلہ پر آگے چلکر

مدرسہ میونسپل بورڈ اسکول

واقع ہے اسکی آمد و خرچ کمیٹی کے متعلق ہے شہر میں اسکی شاخیں مندرجہ ذیل موقعوں پر قائم ہیں
لاہوری دروازہ - کٹرہ نیل - دریبہ - چھتہ شاہجی سبزی منڈی پہاڑگنج مدرسہ سکاری
بازار چاوڑی وغیرہ اس مدرسہ کی کل آمدنی تخمیناً [illegible] روپیہ مع شاخوں کے او
خرچ تخمیناً [illegible] روپیہ ہے اسکے متعلق ایک باغ ہے - اس مدرسہ کے
عقب میں

گرانڈ ہوٹل

ہے جسمیں صرف صاحبان انگریزی ہی اُترتے ہیں
مدرسہ سے آگے نیا دریل - رنگی لعل اور آر رنگی لال کے نیلام گھر ہیں جو آمنے سامنے واقع ہیں اور اسکے
متصل ہی انگریزی چھاپہ خانہ ہے اُسکے نزدیک۔

نواب سید سلطان مرزا صاحب

کا مکان ہے۔ آپ اونریری مجسٹریٹ و سکرٹری عربی سکول دہلی کے ہیں اور بہت خاندانی آدمی ہیں
نہایت لایق اور مستعد اور ہمدرد قوم رئیس ہیں طریقہ انکا اثنا عشریہ ہے اور دہلی کے تمام اثنا عشریہ
میں بہت ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ نیلام گھر سے ذرا آگے بڑھکر مشرق کی جانب۔

بورڈنگ ہاوس مشن کالج

ہے اسمیں مشن کالج کے طلبہ رہتے ہیں۔ یہ عمارت پتھر کی نہایت خوبصورت بنی ہے اسکے مقابل

آنا ہے یہ ڈاکخانہ تمام ڈاکخانوں میں بڑا ہے پوسٹماسٹر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ کا دفتر یہیں رہتا ہے اسکی ۱۴ شاخین ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

سینٹرل جیل قلعہ کچہری۔ صدر بازار۔ دہلی مل دہلی ریلوی اسٹیشن۔ فیض بازار۔ سبزی منڈی پہاڑ گنج تیتا وری بازار۔ کشتہ بڑیان۔ دریبہ۔ چتلی قبر۔ تھہ مید سوازہ اور تمام شہر میں تفریباً ۶۰ لیٹر بکس چٹھیاں ڈالنے کی غرض سے اور لوگون کی آسائش کے واسطے رکھے ہیں۔ اور انہین سے دن میں چار مرتبہ چٹھیاں نکالی جاتی ہیں۔ ڈاکخانہ سے آگے

دفتر اگزیکٹو انجنیر پروونشل ڈویزن

ہے جو سڑک کیجانب شرق میں واقع ہے ضلع دہلی کی تمام تعمیرات کا کام یہی کے متعلق ہے۔ غدر سے پہلے اسجگہ انگریزی میگزین تہا جو غدر میں اُڑا دیا گیا اور اسکی یادگار میں ایک خوبصورت دروازہ بنایا گیا جو اب بہی موجود ہے اور اسپر توپ رکھی ہوئی ہے۔ اس دفتر سے آگے بڑہکر مشرق کی طرف

تار گھر

واقع ہے شہر میں سب سے بڑا تار گہر یہی ہے غدر کے بعد اسجگہ قایم ہوا ہے ایام غدر میں اس سے جانب شمال ۲۴۱۵ گز کے فاصلہ پر ۱۳ درجہ مغرب کی طرف شکر واقع تھا۔ موجودہ تار گہر کے مقابل ایک یادگار پتہر کی لاٹ نصب کی ہوئی ہے۔ جو ۱۹ اپریل ۱۹۰۲ کو لارڈ کرزن صاحب بہادر وایسرے ہند کے عہد میں بیادگار ولیم برنڈش اور جے۔ ڈبلیو پلکنگٹن سگنیلر قایم کی گئی ہے جنہوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء میں محکمہ تار کے متعلق کارہاے نمایاں کیے تہے۔ تار گہر سے دو سڑکین جاتی ہین ایک جانب مغرب جو

مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم

کوجاتی ہے اور پہر گندہ نالے ہوتی ہوی ریل کی سڑک کے برابر سیدہی ہوتے دروازہ تک جاتی ہے یہ مدرسہ نہایت خوبصورت بنا ہے غربی جانب میں مسجد کا دہرا دالان اسکے شمال میں ۲ حجرے ایک میں مدرسہ کا دفتر رہتا ہے دوسرے میں کوئی استاد یا طالب علم رہتے ہین جنوب میں نہایت پاکیزہ کمرہ باہر موزون صحن ادہر ادہر حجرے بیچ میں حوض دروازہ کے متصل کنوان سقاوہ اسکو مولوی عبد الرب صاحب نے اسی غرض سے بنایا ہے کہ اسمیں مدرسہ جاری رہے اور علوم دینیہ کی تعلیم ہوا کرے۔ اس سے آگے گندہ نالہ ہے یہاں


نقشہ گرجا گھر
فخر المساجد

مشن کالج

ہے یہ عمارت دو منزلہ خوش وضع اور سنگین ہے۔ مسٹر النٹ صاحب نے کمال کوشش اور جانفشانی سے کئی ہزار روپیہ جمع کر کے بنوائی ہے اسکا بنیادی پتھر ۱۸۸۰ء میں سر چارلس الیٹ صاحب کے سی ایس۔ آئی نے اپنے ہاتھ سے رکھا اور ۷ اکتوبر ۱۸۸۹ء کو پنجاب کے لفٹننٹ گورنر جمیس لائل صاحب نے اسکا افتتاح کیا اسمین ایم اے تک تعلیم دیجاتی ہے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ اسکے دروازہ پر گھنٹہ لگا ہوا ہے۔ مشن سے آگے۔

گرجا گھر

ہے اسکی عمارت کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہے کلس پر سونے کا جھول ہے گنبد اور کئی کمرے بہت خوبصورتی سے بنائے ہیں۔ کمروں میں سنگ مرمر کا بہت نفیس فرش ہے اس گرجا گھر کو کرنیل جمیس اسکنر صاحب بہادر نے اپنی ذات کا روپیہ خرچ کر کے بنایا ہے۔ اسکی تعمیر ۱۸۲۶ء میں شروع ہوئے اور دس برس کے عرصہ میں یہ گرجا بنکر تیار ہوا۔ نوے ہزار روپیہ سوائے سنگ مرمر کے (کہ وہ کرنیل صاحب کے پاس موجود تھا) صرف ہوا۔ اسکی جانب غرب میں ولیم فریزر بہادر کی قبر ہے جو صاحب کمشنر تھے۔ یہ قبر بھی بہت تحفہ سنگ مرمر کی منبت کاری ہوی ہے اسکے گرد آہنی کٹہرا لگا ہوا ہے اس گرجا کی پشت پر عدالتہائے ضلع و تحصیل و دیوانی و فوجداری و خفیفہ و ڈسٹرکٹ بورڈ واقع ہیں اور اسکے شمال

وڈلینڈ ہوٹل

ہے اسمین صاحبان انگریز اور ہندوستانی سب لوگ ٹہرتے ہیں۔ گرجا کے سامنے

فخر المساجد

ہے گو بہت بڑی مسجد نہیں ہے مگر خوش قطع اور موزون ہے اسکے برج لاجواب ہیں اس مسجد کو سر بازار کرسی دیکر بنایا ہے نیچے کئی دوکانیں نکالی ہیں مسجد کی رو کار تمام سنگ مرمر کی ہے جا بجا سنگ سرخ کی دھاریاں مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر برج سنگ مرمر کے انمیں سنگ موسے کی پچی کاریاں کلس بالکل طلائی اندر کا فرش سنگ مرمر کا باہر کا صحن سنگ سرخ کا جنوبی ضلع میں سنگین دالان اسکے مقابل ضلع شمالی میں بھی دالان ہے مگر دونوں طرف در بنے ہیں یہاں بیٹھکر وضو کرتے ہیں یہ نالی جسپر وضو کرتے ہیں اصل میں حوض کی نالی ہی پہلے یہاں حوض تھا بیچ میں فوارہ لگا تھا

ہیں دوسری طرف کبابی دکانیں لگاتے ہیں طرح طرح کے کباب بناتے ہیں خصوصاً مچھلی
کے کباب تو ایسے نادر ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذائقہ کئی کئی گھنٹہ لطف دکھاتا ہے۔ اور
شام ہوتے ہی پھر کبابی کی دکان پر کھینچ لاتا ہے۔ تمام چوک آدمیوں سے بھرا رہتا ہے
تین بجے دن سے ۱۰ بجے رات تک میلا لگا رہتا ہے۔ سقے میٹھے کنوئں سے مشکیں بھر
کر لاتے ہیں اور عام لوگوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر اس خوبصورتی
سے کٹورا بجاتے ہیں کہ تان سین کو انگلیوں پر نچاتے ہیں۔
سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھو سیدھا بڑا بازار مٹیا محل کا بازار کہلاتا ہے۔ اس کے بائیں
ہاتھ شرق کی جانب مچھلی والوں کے بازار کو سڑک جاتی ہے جو دریا گنج کو نکلجاتی ہے
دائیں ہاتھ غرب کی جانب اول شیخ منگلو کا چھتہ ہے اس کے برابر چھوٹی سی امام کی
گلی ہے۔ اس کے آگے چند قدم بڑھکر گوشہ میں میر محمد حسین صاحب مرحوم تحصیلدار کی حویلی
ہے جس کا دروازہ نہایت عالیشان ہے

امام کی گلی

میں ہمیشہ سے جامع مسجد کے امام صاحب کا مکان ہے اسی وجہ سے امام کی گلی مشہور ہے
اس وقت

*حاجی مولوی سید احمد صاحب

جامع مسجد کے امام ہیں ان کی امامت شاہجہان کے وقت سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آتی
ہے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں آپ کا سلسلہ نسب ۷ پشت میں سید عبد الغفور شاہ امام السلطان
بخاری سے ملتا ہے۔ مولوی حاجی سید احمد امام حال بن مولوی حافظ سید محمد بن حافظ میر احمد علی
مرحوم بن سید میر جیون بن سید عبد الکریم بن سید عبد الرحمن بن سید عبد الغفور بن سید عبد الرحیم
بن سید عبد الشکور بن امام السلطان حضرت سید عبد الغفور شاہ بخاری۔ امام السلطان
حضرت سید جلال الدین عرف سید جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں جو اپنے زمانہ کے
مشہور اولیا اللہ میں سے مانے جاتے ہیں۔

* چونکہ شاہجہان آباد کے حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور شاہجہان آباد کی ابادی کے ساتھ امام صاحب جامع مسجد کے
خاندان کا بخارا سے آکر اس شہر میں آباد ہونا ایک بڑا واقعہ تاریخی ہے اسلئے ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ امام صاحب کے خاندان کا ذکر کرتے ہیں ۱۲

اس حوض میں نہر سے پانی آتا تھا مگر اب سوائے اس نالی کے اور کچھ باقی نہیں رہا سب
انٹ اٹا کر برابر ہوگیا اس مسجد کو فاطمہ فخر النساء بیگم زوجہ نواب شجاعت خان نے سنہ ۱۲۱۱
میں اپنے خاوند کی رحلت کے بعد اُن کے ایصال ثواب کے لئے اپنی عالی ہمتی سے بنوایا
ہے اس مسجد کے دروازہ پر سنگ مرمر میں فخر المساجد کھدا ہے۔ اور مسجد کی پیشانی
پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

خانِ دیں پرور شجاعت خاں بجنت یافت جا	بارضائے حق تعالےٰ از طفیل مرتضےٰ
صدر خاتوناں کنیزِ فاطمہ فخرِ جہاں	یادگارش ساخت ایں مسجد بفضلِ مصطفےٰ

مسجد کے آگے بڑھ کر عدالتہائے ضلع کے عین مغرب میں

کشمیری دروازہ

ہے ایام غدر میں انگریزی فوج نے اسی دروازہ سے داخل ہوکر شہر فتح کیا صاحبان انگریز اس دروازہ کو
کو بہت مبارک خیال کرتے ہیں اس کے باہر جاکر تین راستے پھٹتے ہیں ایک بائیں ہاتھ کو سید حامد بیدروازہ
کو جاتا ہے دوسری سڑک راجپوتانہ شمالی اور مغربی گوشہ میں کلارنس سرل ارک پیٹرک صاحبان کی کوٹھیوں سے
گزرتی ہوئی ڈسٹرکٹ کورٹ کی طرف چلی جاتی ہے۔ تیسری سڑک سیدھی شمال کی جانب دائیں طرف قدسیہ
باغ اور دفاتر نہر جمن غربی و شرقی ماٹر ورکس بینک اسٹیشن اور بائیں طرف کلب گھر اور سول
ملیٹری ہوٹل چھوڑتی ہوئی باؤلہ سے گزر کر پرانی چھاونی چلی جاتی ہے۔ جہاں پر عالیشان دربار کی تیاریاں
ہو رہی ہیں ؛

جامع مسجد کا جنوبی دروازہ

بازار مٹیا محل کی طرف واقع ہے اس دروازہ میں دائیں بائیں نیچے اوپر دو دو حجرے
بنے ہیں دونو طرف چھتوں پر جانے کی رستے ہیں آج کل اسی دروازہ سے اوپر جاتے ہیں
دروازہ کے کواڑ نہایت کلاں مضبوط برنجی منبت کار ہیں۔ اس دروازہ کی طرف ۳۳ تینتیس
سیڑھیاں ہیں تیسرے پہر اس طرف گذری لگتی ہے تمام سیڑھیوں پر بہت سے دکاندار
آن بیٹھتے ہیں۔ نیچے کی سیڑھی پر کھیر۔ شربت قند۔ فالودہ۔ چائے وغیرہ کی دکانیں
لگتی ہیں طرح طرح کے سامانوں سے سجائی جاتی ہیں۔ ایک طرف سیڑھیوں کے نیچے
بساطی۔ بزاز۔ جوتے والے کباڑی۔ خوانچہ والے بیٹھتے ہیں۔ نئے نئے سودے بیچنے

سید محمد صاحب اپنی آبائے امامت پر قائم ہوئے ۱۸۷۷ء کے دربار قیصری کے موقعہ پر جبکہ تمام والیان ریاست دہلی میں رونق افروز تھے ہر اسلامی رئیس نے امام صاحب کی نہایت توقیر کی اور نواب سکندر بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال امام صاحب کے مکان پر تشریف فرما ہوئیں اور شاہان تیموریہ کی طرح ماہواری وظیفہ ریاست سے نسلاً بعد نسل مقرر فرما دیا۔

اسی زمانہ میں نواب ابراہیم علیخاں بہادر والی ریاست مالیر کوٹلہ کو امام صاحب سے ایک خاص عقیدت پیدا ہوئی چنانچہ جب تک وہ با اختیار رہے۔ امام صاحب کی توقیر حد سے زیادہ فرماتے رہے اور ہزاروں روپیہ سے خدمت کرتے رہے۔ اس کے بعد چند اسلامی ریاستوں نے تیموری سنت کو ادا فرمایا۔ گورنمنٹ نظام۔ ریاست رامپور نے مناسب وظائف مقرر فرمائے اور اس بے چینی کو جو مصارف سلطانی بند ہو جانے سے امام صاحب اور اُن کے متعلقین میں پھیل گئی تھی بالکل اطمینانی حالت سے بدل دیا

جناب سید مولوی محمد امام صاحب نے ۷۲ برس کی عمر میں ۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۹۹ء کو جہان فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمۃ کے احاطہ درگاہ میں مدفون ہوئے کتبہ لگا ہے اُس پر ہو الغفور لکھا ہے۔ اور چونکہ آپ کے دادا کا نام بھی غفور شاہ تھا اور الغفور سے سال وفات بھی نکلتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ بہت ہی لطف دیتا ہے جس وقت امام صاحب کا جنازہ اُٹھا ہے تقریباً پانچ ہزار آدمی ساتھ تھے اور ہوتے جاتے تھے۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے دو مرتبہ نماز ہوئی آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ کندھا تک دینے کو موقع نہ ملتا تھا چھوٹے بڑے اپنے قدیمی بادشاہی امام کو یاد کرکے دل کڑھاتے اور آٹھ آٹھ آنسو بہاتے تھے +

جناب مولوی سید محمد صاحب امام کے بعد اُن کے فرزند اکبر مولوی حاجی سید احمد صاحب مستقل امام ہوئے جنہوں نے ۱۸۸۲ء سے باقاعدہ طور پر اپنے بزرگ باپ کی زندگی میں اس عہدۂ جلیلہ کو باحسن الوجوہ انجام دینا شروع کر دیا تھا جس کو آج پورے بیس سال کا عرصہ ہوا +

شہر کے علما رؤسا فقرا مشائخ نے شاہی رسم کے موافق جامع مسجد کے موقعہ پر پگڑی

جس وقت شاہجہان بادشاہ نے جامع مسجد تیار کرائی تو ضرورت پیش آئی کہ جیسے مسجد سید المساجد اور نور علے نور ہے اسی طرح امام بھی متقی پرہیز گار سید الائمہ ہونا ضرور ہے۔ بخارا میں حضرت سید عبد الغفور شاہ کا شہرہ سنا۔ شاہ بخارا کی وساطت سے ۱۰۶۵ھ ہجری میں نہایت اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور ۱۰۶۶ھ ہجری میں منصب امامت پر مامور فرمایا۔ اور عید الفطر کا دوگانہ سید صاحب کے اقتدا سے ادا کیا اور خطبہ کے بعد دست خاص سے بیش بہا خلعت عطا کر کے امام السلطان کے خطاب اور جاگیرات عطیہ خسروانہ سے ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد ہمیشہ شاہانہ درباروں اور جشنوں کے موقعہ پر امام السلطان کے ساتھ اعزازی مراسم کا پورا لحاظ رہتا تھا۔

جیسے دستِ خاص سے خلعت کا مرحمت فرمانا۔ مذہبی گروہ میں سب پر مقدم کرنا خطاب خاص کے ساتھ کلام فرمانا۔ سبز لباس کا مخصوص فرمانا۔ وزرا امرا کی طرح باریابی ہونی۔ جیب خاص سے مصارف کا عطا ہونا۔

شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ اپنے موروثی امام السلطان اور اُس کے قائم مقام صلبی کی وقعت اور عزت اُسی طرح کرتا رہا جس طرح کہ اُس کے قبل کے بادشاہانِ وقت کرتے چلے آتے تھے اور اُنہیں خصوصیات کا پابند رہا جو شاہجہان کے وقت میں قائم ہوگئیں تھیں۔

بلکہ عالمگیر اورنگ زیب کے وقت سے یہ عزت اور عطا فرمائی گئی کہ تخت نشینی کی رسم کا افتتاح بھی اسی شخص کے ہاتھ سے ہوتا جو امام السلطان کی اولاد میں سے جامع مسجد کا امام ہوتا اور اس موقع پر اُس کو خاص اعزازی خلعت عنایت فرمایا جاتا۔ چنانچہ ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ تک یہ رسم برابر قائم رہی اور اُن کی تخت نشینی کا افتتاح حافظ میر احمد علی صاحب نے جو اس وقت جامع مسجد کے امام تھے اپنے ہاتھ سے کیا۔ اس کے بعد فتنہ کا زمانہ ہوا اور میر احمد علی صاحب امام کے صاحبزادہ حافظ سید محمد آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بانی محمدن کالج علیگڈھ کے پاس رجو کہ اُن کے قریب کے رشتہ دار تھے چلے گئے مسجد ضبط ہوگئی۔ جب تمام فتنہ فرو ہوا اور مسجد واگذاشت ہوئی تو لوگوں نے اپنے قدیمی امام کو طلب کیا اور مولوی حاجی حافظ

لارڈ کرزن صاحب بہادر ویسرائے و گورنر جنرل کشور ہند یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو منعقد فرمائینگے۔ امام صاحب کے مکان کے متصل ہی

حافظ سید منشی امیر الدین صاحب فیض رقم

کا مکان ہے آپ خط نسخ کے وحید العصر استاد ہیں۔ حق یہہ ہے کہ اسوقت اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ امام صاحب سے قرابت رکھتے ہیں۔ نقشبندیہ خاندان میں مجاز ہیں۔ نہایت متقی پرہیزگار ہیں۔ پرانے لوگوں کی یادگار ہیں۔ رہا

شیخ منگلو کا چھتہ

اسمیں چند قدم چلکر چھتہ آتا ہے۔ اسپر کمرہ بنا ہوا ہے۔ اس چھتہ کے نیچے متصل ہی جناب

نواب فیض احمد خانصاحب رئیس دہلی

کا مکان ہے۔ نواب صاحب موصوف رؤسائے شہر میں سے نہایت لایق اور خلیق منتظم نوجوان تعلیم یافتہ اور با اخلاق رئیس ہیں اور باوجود ان تمام صفات کے جوان صالح۔ مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ۔ نیک نیت۔ درویش صفت آدمی ہیں۔ آپکے والد بزرگوار نواب محمد نجف خانصاحب غفر اللہ ذنوبہ خاندان رؤسائے کرنال سے تھے۔ یعنی نواب احمد علیخانصاحب رئیس اعظم کرنال کے حقیقی بھانجے تھے۔ نواب محمد نجف خانصاحب نے بخلاف اپنے تمام خاندان کے ازراہ عالی ہمتی ملازمت گورنمنٹ اختیار کی۔ اور ۴۰ سال تک عہدہ ہائے تحصیلداری و ڈپٹی کلکٹری پر نہایت نیکنامی کے ساتھ متمکن رہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے مفسدہ میں دو تین لڑائیوں میں شامل ہوکر نمایاں خدمات ادا کیں جس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایک گاؤں عطا ہوا۔ آپ گورنمنٹ انگریزی کی ملازمت کے بعد ۱۹ سال تک ریاست ٹونک راجپوتانہ میں عہدہ جلیلہ ممبری کونسل اور حاکم اپیل پر ممتاز رہکر پنشن یاب ہوئے۔ افسوس ہے کہ ٹونک سے واپس آکر بعد چند ماہ ۱۵ جون ۱۹۰۲ء کو رحلت فرمائی۔ اور مولوی سید محبوب علیصاحب کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اور اپنی یادگار میں اپنے خلف الرشید نواب فیض احمد خانصاحب کو چھوڑا۔ جو اسوقت تمام دہلی میں بلحاظ قابلیت اور شرافت و لیاقت و تہذیب اخلاق و صلاحیت ایک منتخب رئیس ہیں۔ اور جملہ اسلامیہ انجمنوں اور کمیٹیوں میں سکرٹیری یا ممبر ہیں۔ اسی گلی میں

مولوی سید محبوب علیصاحب کی مسجد ہے۔ جو مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔

اس موڑ پر سے اس گلی کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی گلی مولوی عبد المجید صاحب کے مدرسہ کے سامنے ہوتی ہوئی چلنے دروازہ چاوڑی بازار میں جا نکلتی ہے۔ دوسری پختہ سڑک بازار چوڑی والاں میں گئی ہے۔ یہہ بازار ایک طرف املی کی پہاڑی کے متصل تراہہ سے جاملا ہے دوسری طرف جوتے والوں کی مسجد سے آگے بڑھکر جنوب کی جانب سیتارام کے بازار سے جاملا ہے۔ اور غربی جانب میں سیدھا مطبع مجتبائی کے قریب کو نکلتا ہوا لوہے کے کارخانہ کے سامنے چاوڑی میں جا نکلتا ہے۔ محلہ

چوڑی والاں

میں مولوی سید حمزہ صاحب بن سید امیر علیشاہ صاحب سلمہ اللہ تعالی کا مکان ہے۔ آپ سادات صحیح النسب جلالی و نقوی سے ہیں آپنے اوائل عمر میں قران شریف اور کتب فارسی سے فراغت پاکر سرکاری انگریزی مدرسے میں تعلیم پائی۔ اور مڈل پاس کیا۔ پھر انگریزی کو چھوڑ چھاڑ کر علم عربی حاصل کرنیکی طرف توجہ کی۔ ابتدائی کتابیں نکالکر علمائے کرام یعنی مولوی عبد الحق صاحب و مولانا فضل اللہ صاحب لکھنوی فرنگی محلی کی خدمت میں فیض علمی اور سند حاصل کی۔ اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں گنگوہ پہونچکر مولانا رشید احمد صاحب محدث کیخدمت بابرکت افادت میں علم حدیث اور سند حاصل کی۔ اسکے بعد حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب رح مہاجر بیت اللہ کیخدمت میں علم باطنی اور اجازت خلافت

ہزار آدمیوں کے مجمع میں مولوی سید احمد صاحب کے سر پر دستار باندھی اور اُن کی امامت پر خوشی کا اظہار کیا۔ بیرونجات سے لوگوں نے نذریں اور دستاریں بھجوائیں چنانچہ میرے مہربان مولانا محمد نظام الدین صاحب کرانوی نے بھی میرے سامنے حضرت سراج السالکین عمدۃ العارفین جامع معقول و منقول مولانا محمد عمر صاحب فاروقی چشتی صابری مجددی رئیس قصبہ تھانہ بھون کی طرف سے امام صاحب کے سر پر دستار باندھی پے در پے ایک مہینہ تک کہیں سے نذریں۔ کہیں سے خوشنودی کے خطوط۔ کہیں سے آپ کے والد مرحوم کے تعزیت نامہ آتے رہے مسٹر کلارک صاحب سابق کمشنر دہلی اور مسٹر ڈیوس صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر دہلی نے لندن سے تعزیت کی چٹھیاں امام صاحب حال کو لکھیں اور مسٹر فنشا صاحب بہادر کمشنر دہلی نے بھی جو اُس وقت دہلی کے کمشنر تھے تعزیت آمیز چھٹی روانہ کی۔ مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر دہلی کی جانب سے تعزیت کا مراسلہ پہنچا نیز بعض اسلامی ریاستوں نے تعزیت نامہ لکھے اور آپ کی امامت پر نہایت مسرت ظاہر فرمائی۔ واقعی جناب سید احمد صاحب امام حال نہایت متقی۔ پرہیزگار۔ لائق وفا جوان صالح ہیں۔ سرمایہ علمی کے ساتھ خط نسخ و نستعلیق وغیرہ میں بھی دستگاہ ہے ہر شخص جو اُن سے ملاقات کرتا ہے اُن کے اخلاق و اشفاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاستیں بھی نہایت اعزاز کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ اور اپنا معزز و مکرم جانتی ہیں چنانچہ نواب نصر اللہ خان بہادر ولیعہد ریاست بھوپال اور صاحبزادہ عبید اللہ خاں بہادر کی تقریب شادی پر بھوپال سے خلعت فاخرہ بھیجا گیا جو یکم اگست ۱۹۰۲ء جمعہ کے دن جامع مسجد میں ممبر کے اوپر آپ کو پہنایا گیا۔ نواب صاحب حال والی رامپور کے دربار مسند نشینی میں بھی آپ کو شریک کیا گیا تھا۔

۲۵ اپریل ۱۹۰۵ء کو پرنس نصر اللہ خان بہادر خلف امیر عبد الرحمٰن خان بہادر مرحوم والی کابل نے جبکہ جامع مسجد میں تشریف لائے مغرب کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی اور نہایت تپاک سے مصافحہ کیا اور ملاقات فرمائی جب تک مسجد میں رہے آپ ہی سے مخاطب رہے اور چلتے وقت مبلغ پانسو روپیہ عنایت فرمائے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی بھی نہایت عزت کی نظر سے دیکھتی ہے موقع موقع پر برابر عزت افزائی فرماتی ہے۔

چنانچہ اب بھی گورنمنٹ نے عظیم الشان تاجپوشی کے دربار میں مدعو فرمایا جس کو حضور

انبالہ میں رسالہ نمبر۱۵ بنگال کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر ۱۸۸۴ء میں خود ہی اس سلسلہ کو منقطع کر کے ضلع میرٹھ میں وکالت کرنے لگے۔ پھر ہائیکورٹ الہ آباد سے اجازت حاصل کر کے ۱۸۸۶ء میں منشی ممتاز علی صاحب خوشنویس دہلی مہاجر بیت اللہ سے مطبع مجتبائی دہلی مع سامان اور نام کے خرید کیا۔ اور اپنے حسن انتظام سے مطبع کو وہ ترقی دی جس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے۔ حاجت بیان نہیں۔ غرضکہ مولوی صاحب موصوف اپنی ذاتی قابلیت اور انتظامی حیثیت سے زمانہ کے مشہور مدبر اور مسلم منتظم لوگوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ باوجود دولت و ثروت کے علماء و فقراء و صلحاء کی طرف قلبی میلان رکھتے ہیں۔ آپ کے خلف اکبر مولوی سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ جو نہایت جوان صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم ہیں۔ مطبع کے محاذ میں دو چار قدم کے فاصلہ پر ڈپٹی محمد سلطان صاحب مرحوم کی حویلی ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ چند قدم آگے

منشی کبیر علیصاحب تحصیلدار

کی حویلی کا دروازہ ہے منشی کبیر علیصاحب تحصیلدار خان بہادر منشی امیر علیصاحب کے فرزند ہیں نہایت لائق و شریف روسار شہر میں سے ہیں۔ اسی مکان میں منشی غلام جیلانی صاحب سررشتہ دار بھی رہتے ہیں۔ جو نہایت شریف الطبع وضعدار شرفاء دہلی میں سے ہیں۔ اس سے آگے لوہے کا کارخانہ آتا ہے۔ اور یہہ راستہ بازار چاوڑی میں جا نکلتا ہے۔ اب پھر جامع مسجد کے جنوبی راستہ پر آئیے۔

بازار مٹیا محل

کی سیر فرمائیے۔ یہہ بازار تقریباً ۵۵۰ قدم کا طول رکھتا ہے۔ اور دہلی دروازہ تک پہونچ جاتا ہے۔ برابر دوکانوں کی قطار لگی ہے۔ ہر سطح مقابل کی سطح سے برابر چلا جاتا ہے۔ چند قدم پر چنے والوں کی دوکانیں ہیں۔ دلی کے خستہ چنے دور دور مشہور ہیں جامع مسجد سے ۸۰ قدم پر گلی کبابی۔ اس سے آگے کٹرہ گوکل شاہ مشہور ہے۔ اس میں

مدرسہ حسینیہ

واقع ہے۔ تقریباً تین سال سے مولانا محمد حسین صاحب فقیر نے جاری کیا ہے۔ کئی استاد پڑہاتے ہیں۔ مولانا نے اپنی سعی سے اول نہایت عمدہ عالیشان مسجد تیار کرائی۔ پھر مدرسہ جاری کیا مسجد کی کرسی اونچی۔ ادہر ادہر حجرے۔ بیچ صحن میں بیضوی حوض نہایت پاکیزہ۔ جمعہ جمعہ وعظ ہوتا ہے۔ کبھی آپ فرماتے ہیں۔ کبھی آپ کے فرزند مولوی محمد ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں۔ اگلی گلی گڑھیا کہلاتی ہے۔ ادہر بھی مدرسہ کا دروازہ ہے۔ گڑھیا کے سامنے ایک بڑا دروازہ حویلی بختاور خاں کا ہے۔ اسمیں سامنے ہی

مدرسہ حسین بخش

کا بڑا پھاٹک ہے۔ عجیب و غریب مکان بنا ہے۔ مسجد حوض۔ حجرے۔ دالان تمام چیزیں قرینہ سے بنی ہیں۔ اسکو حسین بخش صاحب مرحوم سوداگر نے سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں تعمیر کرا کر وقف کیا ہے۔ اسکے دروازہ پر کتبہ لگا ہے۔

پائی۔ علاوہ ازیں سلسلہ فخریہ میں میاں حبیب علیشاہ صاحب حیدرآبادی سے اور سلسلہ اشرفیہ میں پیر شاہ علی حسین صاحب اشرفی سے اجازت حاصل کی۔ چنانچہ سلسلہ پیری مریدی کا آپ سے جاری ہے۔ چند سال پروفیسر عربی و فارسی ہندو کالج کے رہے۔ اب عرصہ ڈیڑھ سال سے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کی بشارت سے اس سلسلہ کو منقطع کرکے توکل پر نہایت قناعت اور استقلال کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ تدریس علم ظاہری و باطنی میں طالبان خدا کے ساتھ دن رات مصروف ہیں۔ آپکی طبیعت نظم و نثر اردو فارسی میں ملکہ رکھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی اتفاق نغمہ سنجی ہوتا ہے۔

اس سے آگے دوسری گلی میں دائیں طرف حکیم علی احمد خاں صاحب پسر حکیم محمد علی خانصاحب مرحوم کا مکان ہے۔ آپ کا مطب یہی یہیں ہوتا ہے۔ نہایت لایق اور دیندار آدمی ہیں۔ ہر شخص کا علاج توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ خصوصاً غربا کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں جوتے والوں کی مسجد سے بڑھکر ایک راستہ سیتارام کے بازار کو جاتا ہے۔ اِسکو چھوڑکر آگے چلئے۔ ایک گلی مسجد کی پشت پر واقع ہے۔ اسمیں حافظ سید محمد صاحب امام عیدگاہ کا مکان ہے۔ ماشاءاللہ قران شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ نہایت لائق شخص ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سادات نقویہ میں سے ہیں۔ آپکے اکابر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ پھر سبزوار گردیز میں رہنے لگے۔ اِسکے بعد ہندوستان میں آئے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں معزز مناصب پامور رہے اور شہزادوں کے اتالیق تھے پھر عیدگاہ کی امامت سپرد ہوئی اور نسلاً بعد نسلاً آپ تک پہنچی اسکے سامنے

حمام ستیل داس

واقع ہے یہہ محلہ اسی حمام کے نام سے مشہور ہے۔ اِس سے ملا ہوا ڈپٹی محمد سلطان صاحب مرحوم کا مکان ہے۔ مگر دروازہ آگے بڑھکر حمام کے متصل ہی مطبع مجتبائی کا دروازہ ہے۔ دیکھو تختہ لگا ہے جسپر۔

مطبع مجتبائی دہلی

جلی قلم سے لکھا ہے۔ یہہ مطبع دہلی کیا بلکہ تمام ہندوستان کے نامی مطابع میں شمار ہوتا ہے۔ ہر انتظام بہت اچھا ہے۔ کم از کم ۹ پریس ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابیں دینی طبع ہوتی ہیں۔ اس نامی گرامی مطبع کے مالک جناب مولوی حافظ سید محمد عبد الاحد صاحب رضوی رئیس دہلی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے لائق فائق۔ مہتمم تعلیم و بقا تعلیم خیر خواہ قوم۔ حامی اسلام۔ بحر عالم فقیر دوست۔ انجمن موید الاسلام اور یتیم خانہ کے منتظم ہیں۔ آپکے اخلاق آپکے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ جوکہ آٹھویں امام گذرے ہیں۔ آپکے اجداد میں سے پہلے پہل جو ہندوستان میں تشریف لائے وہ حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو مولوی صاحب موصوف سے پانچویں پشت ہے۔ اسطرح سے۔ مولوی حافظ سید محمد عبد الاحد بن حافظ میر غلام محمد بن مولوی سید غلام رسول بن مولوی سید غلام رضا بن مولانا حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی قدس اسرارہم۔ آپکے والد ماجد یعنی مولوی حافظ سید غلام محمد صاحب نہایت عابد۔ پرہیزگار۔ دیندار۔ باخدا شخص اور حضرت شاہ ابو سعید صاحب دہلوی نقشبندی مجددی خانقاہی سے مشرف بیعت تھے۔ مولوی صاحب موصوف اوائل ہی عمر سے باقبال۔ صاحب نصیب اور علم کے شیدا تھے۔ چودہ برس کی عمر میں قران شریف حفظ کرنے اور جمیع کتب درسیہ فارسی صرف نحو وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج دہلی میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۸۶۹ء میں انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا۔ اور مارچ ۱۸۷۱ء میں گورنمنٹ سکول بدایوں میں تھرڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۲۔ جولائی ۱۸۷۵ء کو ہائیکورٹ الہ آباد میں وکالت ضلع کا امتحان دیکر اول درجہ کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ اور اسی سال

اہلِ حاجات کا مسکن و ملجا و ماوی اور شرفا اور روسا شہر کا مرجع بنا ہوا ہے۔ یتیم خانہ اور انجمن مؤید الاسلام جس کے
اجرا سے تمام قوم اور شہر کو بیحد فائدہ پہونچ رہا ہے۔ اِس کے بھی بانی مبانی آپ ہی ہیں۔ شہر کا بچہ بچہ آپ سے واقف اور
آپ کے اشفاق اور اخلاق کا دلدادہ و شیدا ہے۔ خدائیتعالیٰ ایسے فخرِ قوم بزرگوں کو مدت دراز تک قائم رکھے۔ آپ
کبھی کبھی شعر و سخن بھی فرماتے ہیں۔ شیدا تخلص ہے۔ غرض آپ سے ملکر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصرع
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں ۔ خانصاحب موصوف کے مکان کے متصل

نواب مولوی محمد احسان الرحمن خانصاحب عرف منجھلے آغا صاحب اور مولوی عبدالرحیم خانصاحب

کے مکانات ہیں نواب مولوی احسان الرحمن خانصاحب نواب محمد موسے خانصاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور شرفا و
ورؤساء قدیم دہلی سے تھے۔ نہایت ہی منکسر المزاج اور خلیق باوضع رؤساء شہر میں سے ہیں۔ آپکی متانت طبع و سنجیدگی مزاج
اور مرنج و مرنجان عادت و اخلاق تمام شہر میں مشہور ہے۔ منشی کرم اللہ خانصاحب سے بھی آپکی قرابت ہے۔ مولوی عبدالرحیم خانصاحب بھی
منشی کرم اللہ خانصاحب کے برادر عم زاد ہیں۔ بہت شریف اور لایق بے تکلف مزاج آدمی ہیں۔ سابق میں معزز عہدہ منصرمی محاسبی
حیدرآباد دکن پر ممتاز تھے۔ چند سال سے پنشن لیکر وطن میں سکونت پذیر ہیں۔ اِسی جگہ

منشی سید وحید الدین صاحب

کا مکان ہے آپ منشی سید احمد صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ بیخود تخلص فرماتے ہیں۔ فصیح الملک حضرت داغ دہلوی سے مشورہ لیتے ہیں نہایت
ذہین و ذکی اور خوشگو نوجوان ہیں۔ اردو زباں دانی اور شاعری میں قابل تعریف ملکہ حاصل ہے اب آپکی اوقات انگریز صاحبان کی تعلیم اور شاعری
میں گذرتے ہیں۔ آپکا ایک ناول ننگ و ناموس طبع ہو چکا ہے۔ باقی آپکی غزلوں کی نقل طول عمل ہے آپکو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی نے
جو سند مرحمت کی ہے اوسکو ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں جس سے آپکی لیاقت کا اندازہ پورے طور سے ہو سکتا ہے۔ ٹیا محل سے نکلکر نواب صاحب دوجانہ
کا مکان ہے اِس کے متصل غرب میں مفتی صدر الدین خانصاحب مرحوم صدر الصدور کی حویلی ہے نہایت خوش منظر بنی ہوئی ہے۔ صحن میں باغیچہ کا
نظارہ بیچ میں حوض اسمیں خوشنما فوارہ عجب جوبن دکھاتا ہے۔ اسوقت اِس میں

خان صاحب غلام محمد حسن خان بی اے میونسپل کمشنر

رہتے ہیں آپ نواب مولوی محمد عنایت الرحمن خانصاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور روساء دہلی میں سے تھے۔ اور تقریباً ۲۵ یا ۳۰ سال تک
سرکار نظام میں عہدہ ہای جلیلہ ڈائرکٹری سررشتہ تعلیم ڈپٹی کمشنری صیغہ انعام پر ممتاز رہے تھے۔ خانصاحب موصوف ایک تعلیم یافتہ نوجوان روساء
شہر میں سے ہیں۔ باوجود تعلیم انگریزی نہایت دیندار اور مذہبی آدمی ہیں۔ قومی ہمدردی اور رفاہِ عام کے کاروبار میں نہایت دلچسپی

اطمینان ہے جناب کلام پر بفضلہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے شیوۂ سعادت شیوۂ رشادت اپنی وضع کی ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ انکا کلام فکر اصلاح کا محتاج نہیں۔ داغ کی زبان انکی زبان ہے زبان کی تعلیم پر انکی بہرہ مندی نہایت ہے علاوہ میری تعلیم کے انکو بہرۂ فیاض سے خاص حصہ موزونی طبع کا ملا ہے۔ استعداد اور قابلیت ان کی ان کے کلام سے ظاہر۔ محبوب ذات اور صفات کے پیرا اور انکی طبیعت مشاہد ہے مجھے استاد کہکر ناز کرتے ہیں۔ اور میں انکو اپنا بچہ سمجھتا ہوں۔

فصیح الملک داغ دہلوی ... بست و ششم ربیع الاول ۱۳۲۰ ... بتاریخ جولائی ۱۹۰۲ عیسوی ... داغ ابو منظم ... الدین احمد خان

دار الہدیٰ والوعظ الوقف لا یملک۔ سنگ مرمر پر کندہ ہے۔ دار الہدیٰ والوعظ سے تاریخ نکلتی ہے۔ ہر جمعہ کو مولانا کرامت اللہ خاں صاحب کا وعظ ہوتا ہے۔ اکثر اولیا اللہ اور بزرگان دین کے حالات نہایت ذوق و شوق کیساتھ بیان فرماتے ہیں۔ باقی حالات مولوی صاحب موصوف کے ہندوراؤ کے باڑے میں ملاحظہ کیجئے۔

مدرسے کے متصل ہی

مولوی عبدالرحمن صاحب راسخ

خلف جناب مولانا محمد حسین صاحب فقیر رہتے ہیں۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ سے واقف ہیں۔ فارسی میں کمال رکھتے ہیں۔ شاعری میں بے نظیر ہیں۔ شرح مثنوی مولانا روم اور ایک ضخیم دیوان آپکی بلند خیالی کا نتیجہ طبع ہو چکا ہے۔ دوسرا دیوان عشقیہ کمال راسخ عنقریب طبع ہونیوالا ہے۔ تیسرا نعتیہ دیوان زیر طبع ہے۔ دو سال ہوئے آپنے مدرسہ حسین بخش میں مولوی عبدالعلی صاحب سے علوم دینیہ کا اقتباس کیا۔ اور امتحان میں کامیابی کے بعد علماء کے عالیشان مجمع میں تکمیل تحصیل کی سند اور دستار فضیلت حاصل کی۔ اب وعظ گوئی میں اعلیٰ درجہ کی شہرت حاصل کر رہے ہیں مچھلی والوں کی گلی کی مسجد میں ہر جمعہ کو قابل شنید وعظ ہوا کرتا ہے۔ وعظ کی نقل تو طول امل ہے۔ مگر آپکے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

دلنشین ہر تر ہے دردِ نہانی کی طرح	تیغ قاتل حلق سے اُتری ہر پانی کیطرح
پھر جگر کی چوٹ اُبھر آئی پھر اٹھا درد دل	اُبھرے جوبن کیطرح اٹھی جوانی کیطرح
سر بہالا میکشد سودائے من	شد قضائے لامکاں صحرائے من
من بایں دیوانگی شیدائے تو	تو بایں فرزانگی لیلائے من

مٹیا محل

ایک محلہ ہے کسی زمانہ میں عجیب و غریب محل ہوگا۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بنا تھا۔ مگر اب نشان تک باقی نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے محلہ ہی آباد تھا۔ اسی محلہ میں جناب

خانصاحب منشی محمد کرم اللہ خانصاحب رئیس دہلی

کا مکان ہے۔ آپ منشی آغاجان صاحب مرحوم کے لائق صاحبزادہ ہیں۔ سراپا اشفاق۔ ہمہ تن اخلاق۔ صائب الرائے عالی خیال نہایت لائق وفائق۔ ہمدرد قوم۔ حامی اسلام۔ مخیر۔ باوضع۔ نمونہ بزرگان دہلی میں سے ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات دہلی کیلئے باعث فخر ہے۔ جسقدر قومی اور اسلامی کار ہائے خیر اسوقت دہلی میں جاری ہیں تقریباً سب کی آپ ہی کے مبارک ہاتھ سے بنیاد قائم ہوئی ہے۔ ہر دردمند اور مصیبت زدہ کے کام میں محض از راہِ خداترسی و ہمدردی شریک ہو جاتے ہیں۔ آپ کا دیوانخانہ

ایسا ہوتا بھی تو سید صاحب لب لگا دیتے - فوراً صحت ہو جاتی - ۱۳۰۶ھ ہجری میں نواب مولوی احسان الرحمن خاں صاحب نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی وصیت کے موافق اِس مسجد کی مرمت کرائی - اور تین پختہ دوکانیں تعمیر کرائیں - جن کی آمدنی مبلغ دس روپیہ ماہوار ہے - مسجد پر یہہ کتبہ لگا ہے -

محمد احسان الرحمن خاں حسب وصیت اہلیہ مرحوم خود دوکاکین پختہ و حمام و

متوضا و حجرہ و زینہ وغیرہ ذلک بر قطعہ زمین متعلقہ مسجد سید رفائی برائے

مصارف مسجد وقف نمود ۱۳۰۶ھ ہجری ++

اِس مسجد سے آگے بڑھکر چتلی قبر کا تراہا ہے - شرقی شمالی گوشہ میں

حویلی اعظم خاں

ہے - کسی زمانہ میں اعظم خاں نے حویلی بنائی تھی - اب اِسی نام سے محلہ بستا ہے - اِس میں ایک مطبع مرزا عبد الغفار بیگ صاحب کا افضل المطابع ہے اسمیں سے افضل الاخبار نکلتا ہے - اب دو راستہ باقی ہیں -
ایک سیدھا جو بنگش کے کمرہ کو جاتا ہے - دوسرا ترکمان کو جاتا ہے - اسیطرف چلئے راستہ کے گوشہ پر ایک مزار ہے - اِسکو

چتلی قبر

کہتے ہیں - اِسیوجہ سے اِس بازار کو بھی چتلی قبر کا بازار کہنے لگے - یہہ قبر دور دور مشہور ہے - مگر صاحب قبر میں اختلاف ہے - بعضے کہتے ہیں کہ سید روشن صاحب شہید کا مزار ہے - اور پانسو برس سے اِس مقام پر واقع ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی قبر ہے - والغیب عند اللہ - چتلی قبر کے سامنے

پہاڑی راجان - اِس کے آگے بائیں طرف

خانقاہ میر محمدی صاحب علیہ الرحمۃ

ہے - آپ کا نام سید عماد الدین صاحب تھا - آپ حضرت مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی کے خلیفہ ہیں با اوقات شخص گذرے ہیں - مرزا سلیم آپ سے نہایت عقیدت کے ساتھ مرید تھے - جب میر صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو مرزا سلیم نے اپنے مکان ہی میں آپ کا مزار بنوایا - اور وصیت کی کہ بعد انتقال کے میں بھی یہیں دفن کیا جاؤں - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اِس جگہ سات مزار ہیں -
ایک میر صاحب علیہ الرحمہ - دوسرا مرزا سلیم شاہ کا - تیسرا انکی بیوی خسرو زمانی بیگم کا - اور چار باقی مزار میر صاحب علیہ الرحمہ کے مریدوں کے ہیں -

رکھتے ہیں۔ نہایت ستودہ خصال۔ نیک افعال نوجوان رئیس ہیں۔ اپنی نیک نیتی اور حسن کارگزاری اور لیاقت خداداد سے تھوڑے عرصہ میں گورنمنٹ میں نہایت وقعت پیدا کرلی ہے۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ عمدہ خدمات کے صلہ میں خانصاحب کا خطاب گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے اور آئندہ اُمید ہے کہ بہت جلد دیگر مدارج اعلیٰ پر ترقی کرینگے۔ سامنے

حاجی نہاری والا دوکان پر بیٹھتا ہے کیسی مزیدار نہاری پکاتا ہے۔ خریداروں کا تار لگا ہے۔ کٹورہ پر کٹورہ چلا آتا ہے۔ یہاں سے دو چار قدم چلکر تراہہ آگیا ہے۔ ہم جامع مسجد سے چلے آتے ہیں غرب کی جانب

چوڑی والاں کا رستہ جاتا ہے اور یہیں سے

املی کی پہاڑی پر جاتے ہیں۔ اِس کے کونہ پر املی کی مسجد واقع ہے۔ اِس پہاڑی پر دو راستہ جاتے ہیں۔ دائیں ہاتھ چلے آگے چلکر مسجد کے متصل حجرہ میں

حضرت شاہ محمد علیصاحب علیہ الرحمۃ واعظ قادری

اور اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ اسد اللہ صاحب رح کے مزار ہیں۔ اورنگزیب کے زمانہ میں ہوئے ہیں مجاور مسجد اورنگزیب ہی کے تعمیر ہیں۔ ۲۶۔ شب ۲۷۔ روز ربیع الاول کو شاہ صاحب کا اور ۱۷۔ شب ۱۸۔ روز رمضان المبارک کو اُن کے صاحبزادہ کا عرس ہوتا ہے۔ سید محمد علیصاحب دونوں عرس کرتے ہیں۔ اِسی جگہ

سید محمد امیر صاحب عرف میر پنجہ کش خوشنویس کا مکان ہے۔ میر صاحب مرحوم ۱۸۵۷ء ایام غدر میں شہید ہوئے۔ اِسی مکان میں اُن کا مزار ہے۔ ۴۔ صفر المظفر کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ میر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ میر قطب عالم صاحب آپکی یادگار باقی ہیں۔ نہایت نیکبخت وضعدار بزرگ ہیں۔ اب اُسی تراہہ سے جتلی قبر کی طرف چلیے

مصطفےٰ خاں کی حویلی مشہور ہے۔ مگر نام ہی نام باقی ہے۔ محلہ آباد ہے۔ اِس حویلی کے محاذ میں

منشی الف خاں صاحب سوداگر سیاہی وقلم وغیرہ کی جائداد ہے اور یہیں مکان ہے۔ اِس کے متصل ہی

سید رفائی صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد

ہے۔ سید صاحب ایک مدت تک اِس میں رہے اور مرمت بھی کرائی اس لئے یہہ مسجد اُنہی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ سید صاحب اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ انکے یہاں ایک مجلس ہوا کرتی تھی۔ جسکا نام حضرہ مشہور تھا۔ اسمیں خاص خاص مُرید شریک ہوتے تھے۔ اور یہہ قید تھی کہ آگے پیچھے آس پاس کوئی عورت نہو۔ مریدوں کے ہاتھوں میں چھرے ہوتے تھے۔ جسوقت توجہ دیجاتی۔ اور سب پر حالت طاری ہوتی۔ تو دُنیا وما فیہا سے بالکل بیخبر ہوجاتے۔ اور کلمہ طیبہ زبان سے جاری ہوتا۔ اور آپس میں چھریاں چلنے لگتیں۔ مگر کیا مجال کہ زخم ہوجائے یا کسیکو ایذا پہنچ جائے۔ اور اگر احیاناً

ذکر شغل شروع کیا چند روز میں کمال کو پہونچے اور شیخ الشیوخ بنگئے مرزا صاحب کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے ہمیشہ توکل سے بسر کی سیکڑوں طالبان خدا کا کھانا کپڑا اپنے سر کہلو اور جو کو میسر آتا وہی آپ بھی استعمال کرتے فقہ حدیث تفسیر کا درس دیتے سالہا سال اسی طرح فیض جاری رہا سنہ ۱۲۴۰ ہجری بائیس صفر ہفتہ کے روز سفر آخرت فرمایا اور خانقاہ میں اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے نور اللہ مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے آپ کے بعد آپکے خلیفہ اعظم

شاہ ابو سعید صاحب مجددی

جانشین ہوئے آپکا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی تک اس طرح پہونچتا ہے شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسے بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مجدد صاحب فاروقی ہیں شاہ ابوسعید صاحب اول مولانا شاہ درگاہی سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے پھر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آتے ہی کچھ سے کچھ ہو گئے پیر کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے قدم بقدم چلے پھر حج کو تشریف لیگئے واپس آتے ہوئے ٹونک میں وفات پائی لاش مبارک دلی لائی گئی اور اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے آپ کی ولادت دوسری ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ ہجری مصطفےٰ آباد عرف رامپور میں ہوے اس مصرعہ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے ع (حافظ و عالم و ولی بادا) سنہ ۱۲۵۰ ہجری عید کے دن ہفتہ کو وفات پائی نور اللہ مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے (آپ کے چار فرزند تھے شاہ احمد سعید صاحب شاہ عبد الغنی صاحب شاہ عبد الرشید صاحب شاہ محمد عمر صاحب آپ کے انتقال کے بعد آپکے بڑے بیٹے

شاہ احمد سعید صاحب مجددی

سجادہ نشین ہوئے سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے مظہر یزداں تاریخ ولادت ہے اول اپنے والد کی تربیت میں کلام اللہ حفظ کیا۔ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم عقلیہ کی تکمیل کی مولوی رشید الدینخاں وغیرہ شاگرد ان مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے حدیث پڑھی اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور مولانا شاہ عبد القادر صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اول شاہ غلام علی صاحب سے بعیت کی پھر اپنے والد ماجد سے تمام مقامات

خانقاہ سے گذر کر حویلی مہابت خاں ہے - پھر دائیں جانب

بھوجلا پہاڑی

ہے - یہہ گلی ٹلبلی خانہ - شاہ ترکمان وغیرہ جا نکلتی ہے - اسمیں متعدد گلیاں واقع ہیں - ٥

گلی آٹن - اسمیں مرزا محمد بیگ صاحب منیجر مطبع مجتبائی اور منشی سید محمد ابراہیم صاحب مصور رہتے ہیں -

گلی مشعلچیاں - اب سامنے چوک پڑتا ہے - یہیں منشی سید میر حسن صاحب کا مطبع رضوی ہے - جس میں سے

خیر خواہ عالم اخبار نکلتا ہے - میر حسن صاحب موصوف بہت لایق و منکسر المزاج شرفا شہر میں سے ہیں -

بھوجلا پہاڑی سے حویلی میر ہاشم - چھتہ موگران - اسمیں شرفا لوگ رہتے ہیں - اور یہیں

منشی محمد ابراہیم صاحب کا مطبع افتخار المطابع ہے - یہیں ایک بزرگ

مولوی حاجی رحیم الدین صاحب رہتے ہیں متقی - پرہیزگار - متواضع شخص ہیں - چہرہ پر نور برستا ہے - بائیں جانب

خانقاہ شاہ غلام علیشاہ صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے - سبحان اللہ کیسی نورٌ علیٰ نور درگاہ ہے - اسمیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں - شاہ غلام علیصاحب - شاہ ابو سعید صاحب - جیسے بزرگ سوتے ہیں - یہہ خانقاہ شاہ غلام علیصاحب کے نام سے مشہور ہے - آپ سادات علوی سے ہیں - آپ کا اصلی وطن موضع وتالہ ہے - جو پنجاب میں امرتسر کے قریب واقع ہے - آپکے والد شاہ عبد اللطیف صاحب شاہ ناصر الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ سے مرید تھے - جنکا مزار عیدگاہ محمد شاہی کے پیچھے حبش پورہ میں واقع ہے -
شاہ صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے والد نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا - آپنے فرمایا کہ تیرے گھر لڑکا ہوگا اُسکا نام میرے نام پر رکھنا - اُدھر آپکی والدہ نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اُنھوں نے آپکا نام عبد القادر بتایا - اور آپکے عم بزرگوار نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے عبد اللہ نام رکھا - اِسی لئے آپکا نام عبد اللہ عرف غلام علی ہوا - آپ ۱۱۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے - مظہر جود سے تاریخ ولادت نکلتی ہے - جب سولہ برس کے ہوئے تو آپکے والد نے شاہ ناصر الدین صاحب سے بیعت کرانے کو دلی بلایا - مگر جس رات کو آپ آئے - شاہ صاحب کا وصال ہوگیا - آپ کے والد نے آپ کو اجازت مطلقہ دیدی - کہ اب جس سے چاہو - مرید ہو جاؤ - آپ مرزا صاحب کی خدمت میں آئے - اور مشرف بیعت سے مشرف ہوئے - قادریہ نسبت تو اول ہی سے موجود تھی - نقشبندیہ مجددیہ کے طور پر

حفظ کر کے کتب درسیہ معقول و منقول اپنے والد ماجد اور شاہ عبد الغنی صاحب محدث اور مولانا
شاہ محمد مظہر صاحب سے پڑہی تحصیل علم کے بعد اپنے جد امجد سے بیعت ہوئے اور خاندان نقشبندیہ
مجددیہ سہروردیہ تمام طریقوں میں مجاز ہوئے پہر بیت اللہ تشریف لیگئے بیس برس کے قریب مدینہ منورہ
میں رہے دس حج ادا کیے بیس برس کے بعد ہندوستان آئے تو نواب کلب علیخاں صاحب بہادر
مرحوم والی رامپور کو آپسے عقیدت ہوگئی رامپور میں بلایا اور پہر کہیں نہ جانے دیا اب بہی رامپور
ہی میں تشریف رکہتے ہیں کبہی کبہی اردو فارسی اشعار بہی کہتے ہیں۔ شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ

مولانا شاہ ابو الخیر صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں آپ کا نام ابو الخیر عبد اللہ ہے ۱۲۷۰؁ھ ہجری ربیع الثانی خانقاہ میں پیدا ہوئے چار برس
کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے شاہ ابو سعید صاحب سے عرض کیا کہ پوتے کو بیعت سے مشرف
فرمائیں آپ نے انکو الفاظ بیعت پڑہائے جب ہوش سنبہالا تو اول قرآن شریف حفظ کیا بعدہ
میں بیت اللہ شریف تشریف لیگئے مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی اور مولوی سید
حبیب الرحمن صاحب مہاجر اور سید احمد صاحب دہلان مکی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی
عمدہ لیاقت حاصل کی اپنے والد ماجد سے سلوک طے کیا اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے
اب خانقاہ میں تشریف رکہتے ہیں کبہی کبہی شب کو حدیث شریف کا درس بہی دیتے ہیں اکثر ترجمہ
قرآن بیان فرماتے ہیں دور دور سے لوگ آتے ہیں مگر خلوت زیادہ پسند ہے جلوت سے گہبراتے ہیں
چنانچہ خانقاہ کا دروازہ بہی اکثر بند رکہتے ہیں خانقاہ سے تقریباً ۲۲ قدم کے فاصلہ پر

شاہ کلن کی ڈگڈگی

مشہور ہے ایک زمانہ میں یہاں دالان بنا تہا اسمیں ایک چہوٹی سی دیوار میں بہت سے نشانات
چراغوں کے بنے تہے شاہ کلن صاحب مداریہ خاندان کے ایک درویش تہے وہ اسمیں روشنی
کیا کرتے تہے۔ دروازہ پر ایک دہولسہ (نقارہ) رکہا رہتا تہا جب کوئی مہمان آتا اگر ایک ہوتا
تو ایک چوب اسپر لگاتا اور دو ہوتے تو دو اسی طرح بیس تک بیس چوبوں کا حکم تہا اور اگر اوس
زیادہ لوگ ہوتے تو گجر بجایا جاتا اور اسی حساب سے گہر میں کہانا تیار ہوجاتا اسی وجہ سے اسکو
شاہ کلن کی ڈگڈگی کہتے ہیں اب یہاں مکانات بنگئے ہیں اس سے پچاس قدم آگے بڑہکر دائیں

طے کیے، اور آپ کے وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے لوگوں کو راہ راست بتانی شروع کی پھر مکہ معظمہ تشریف لیگئے ۱۲۵۰ھ ہجری دوسری ربیع الاول شنبہ کے روز ظہر و عصر کے درمیان مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے آپ کے چھوٹے بھائی

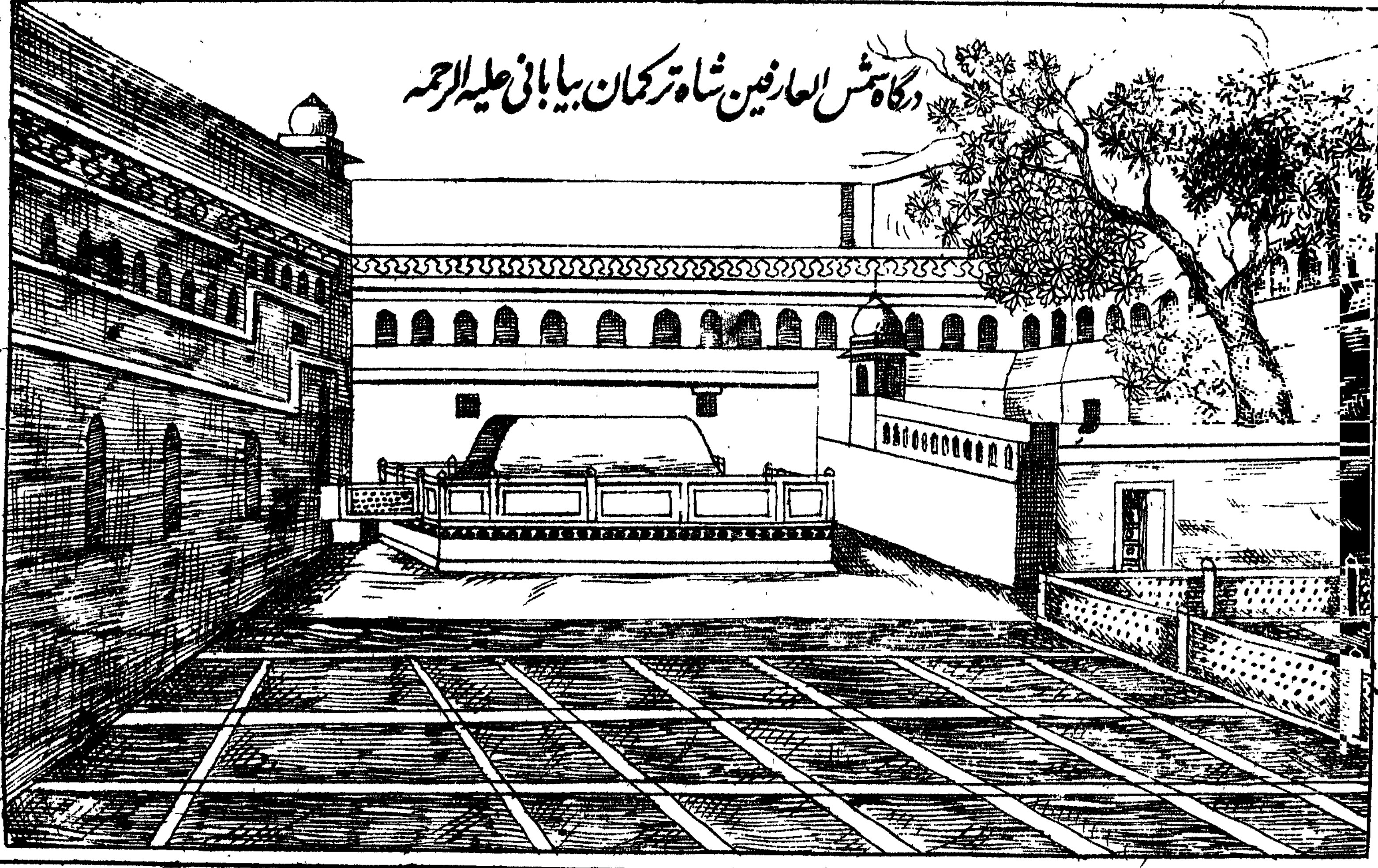
مولانا شاہ عبد الغنی صاحب

بھی فخر خاندان ہوئے چھبیسویں شعبان ۱۲۳۵ھ ہفتہ کو عشا کے وقت پیدا ہوئے خوردسالی ہی میں شاہ غلام علی صاحب کے نظر کردہ تھے بڑے ہو کر اپنے والد سے مرید ہوئے اُنکے انتقال کے بعد مرزا شاہ عبد الغفور بیگ صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ غلام علی صاحب کے اعظم خلفا میں سے تھے بہت کچھ فیض اُٹھایا تحصیل علوم کا اول ہی سے شوق تھا قرآن شریف حفظ کر کے ابتدائی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پڑہیں ۱۵ برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کو تشریف لیگئے شیخ محمد عابد سندی مدنی سے علم حدیث اور حدیث مسلسل بالاولیت اور جمیع مرویات شیخ کی سند اجازت حاصل کی حج سے واپس آکر مولانا شاہ اسحٰق صاحب نبیرہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث سے حدیث شریف کی تکمیل کی اسکے بعد دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم حدیث کا درس دینے لگے چنانچہ بہت سے لوگ مستفیض ہوئے اِسوقت آپ کے ارشد تلامذہ میں سے جنکو آپ سے علم حدیث کی سند حاصل ہے مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ہیں جو علم و فضل تقوی۔ طہارت میں اپنے اُستاد کے قدم بقدم ہیں۔ شاہ صاحب کی تصنیفات میں انجاح الحاجۃ ابن ماجہ کا حاشیہ مشہور ہے غدر کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی ۱۲۹۶ھ ہجری مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا شاہ احمد سعید صاحب کے قریب مدفون ہوئے۔

شاہ احمد سعید صاحب کے تین صاحبزادہ تھے مولانا شاہ عبد الرشید صاحب اور مولانا شاہ محمد عمر صاحب اور مولانا شاہ محمد مظہر صاحب اِسوقت شاہ عبد الرشید صاحب کے صاحبزادہ

مولانا شاہ محمد معصوم صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں جو اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں تقریبًا ۷۰ برس کی عمر ہے رات دن ذکر شغل میں مشغول رہتے ہیں ۱۲۲۰ھ ہجری میں شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں پیدا ہوئے قرآن شریف



درگاہ شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی علیہ الرحمہ

جانب کلان مسجد اور بلبلی خانہ کو راستہ جاتا ہے یہیں۔

شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی علیہ الرحمہ

کی درگاہ ہے ۶۳۸ھ ہجری میں تعمیر ہوئی ہے نہایت متبرک جگہ ہے آپ بڑے کامل اولیا اللہ میں ہیں آپکے مجاہدے بیان سے باہر ہیں آپ کا مزار ایک مختصر احاطہ میں ہے قبر کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہے قبر کے پاس تھوڑی دور تک سنگ مرمر لگا ہے باقی فرش سنگ سرخ کا ہے اس درگاہ میں کھرنی کا درخت ہے کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے آپ کے وفات چوبیس رجب ۶۳۸ھ ہجری کو ہوی اسی تاریخ ہر برس آپکا عرس ہوتا ہے درگاہ کا نقشہ صفحہ ۹۳ پر ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں سے چلکر گلی ڈوماں۔ گلی ماسٹر شیو پرشاد۔ گلی ڈکوتاں۔ گلی گدہے والاں۔ کلیان پورہ آگے ترکمان دروازہ آجاتا ہے ترکمان دروازہ سے باہر جاکر تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر پختہ سڑک واقع ہے جو دائیں طرف شاہ جی کے تلاؤ ہوتی ہوئی اجمیری دروازہ کی سڑک میں جاملی ہے۔ اور بائیں طرف دلی دروازہ کی سڑک سے شامل ہوگئی ہے ترکمان دروازہ سے نکلکر اس سڑک پر سہ راہہ واقع ہے سامنے سیدھی پکی سڑک بوچڑ خانہ کو جاتی ہے دائیں بائیں دو قبرستان پڑتے ہیں بائیں طرف چونہ کھنبہ اور ایک مسجد پرانی عمارت ہے یہاں شاہ فداحسین صاحب رسول شاہی علیہ الرحمۃ بیٹھتے تھے اور اسی خاندان کے لوگ یہاں مدفون ہیں یہاں سے آگے سڑک کے بائیں جانب تقریباً سو قدم فاصلہ پر

مولانا سید محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ

کا قبرستان واقع ہے مولانا مرحوم اپنے زمانہ کے مستند علماء میں سے تھے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور اعاظم خلفاء میں سے مانے جاتے تھے آپ سید جعفری نقوی رضوی ہیں مولانا محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ بن میر مصاحب علی بن میر حسن علیخاں بن سید روشن علیخاں بن سید رحیم الدین بن سید فہیم الدین حسن جعفری نقوی رضوی یکم محرم ۱۲۰۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں رحلت فرمائی سہ راہہ سے دائیں جانب مغرب وجنوب کے درمیان خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے باغیچی میں مسجد کی دیوار نظر آتی ہے اس باغیچے کے تمام درخت کٹ کٹا گئے صرف قبرستان ہی قبرستان ہے یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں اول مزار

خواجہ ناصر علیہ الرحمہ

تک طے فرمایا نسبت مقامات کا ادراک اور کیفیات کا وجدان کماحقہ حاصل ہوا اعاظم خلفا میں شمار ہوئے ۹۹ سنہ ۱۲ ہجری عالم شباب میں انتقال فرمایا اسکا نقشہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیے

اسوقت خواجہ ناصر وزیر کے صاحبزادہ

خواجہ ناصر سعید صاحب سلمہ

سجادہ نشین ہیں عرس بھی کرتے ہیں نہایت نیک بخت خوش اخلاق با وضع شخص ہیں سہ راہہ سے بائیں طرف جدید راج بنا ہے کے پاس پاس مہندیوں کو راستہ جاتا ہے تقریباً ۶۰۰ قدم کے فاصلہ پر

مہندیاں

واقع ہیں یہ ایک عمارت ہے جو کسی زمانہ میں عجیب وغریب ہوگی نیچے مکانات جیسے دو بنے تھے اور چار کونوں پر چار برجیاں تھیں ایک برجی بیچ میں قایم تھی کہتے ہیں کہ ایک نوابصاحب کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں نہایت عقیدت تھی اور ہندوستان میں رسم ہے کہ ہر برس حضرت غوث الاعظمؒ کی مہندیاں ہوا کرتی ہیں یعنے کھپچیوں کی ایک برجی اونچی سی بنا کر کاغذ سے منڈھکر اسکو روشن کرتے ہیں۔ ان نوابصاحب کے یہاں بھی مہندی کی روشنی ہوا کرتی تھی جب وہ نواب ہوئے تو انھوں نے یہ عمارت مہندی کے صورت کی بنادی اور ہر برس اس میں روشنی کرنے لگے اور یہ مقام مہندیان مشہور ہوا اب بالکل کھنڈر پڑا ہے دیکھنے سے ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا کہ کیا عمارت تھی اور کس وضع پر بنی تھی۔

اس جگہ پر میدان میں دو آستانہ نہایت متبرک ہیں اول

مولانا شیخ عبدالعزیز شکر بار علیہ الرحمہ

کا مزار ہے جو مسجد کے فرش سے ملا ہوا ہے یہ مسجد بہت پرانی ہے پچھلے دنوں بالکل ہی شہید ہونے کو ہوگئی تھی اور تمام اینٹیں پڑی تھی مگر احقر نے خلوص چند باہمت لوگوں کی مدد سے اس کو درست کرایا اور نصف صحن کا فرش بھی پختہ کرا دیا یہ وہ متبرک مسجد ہے جسمیں حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب جیسے مقتدا لوگ جاروب کشی کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب شکر بار جیسے پیشوا عبادت کرتے تھے حضرت شیخ کا اصل وطن اُچہ ملتان ہے آپ کے والد ماجد مولانا شیخ حسن صاحب قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور برگزیدہ بزرگ تھے

آپ صحیح النسب سید ہیں شاہ سعد اللہ المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ کے خلیفہ تھے عندلیب تخلص کرتے تھے نالہ عندلیب آپ کی تصنیف ہے دوسرا مزار آپ کے صاحبزادہ

خواجہ میر درد علیہ الرحمہ

کا آپ ذی قعدہ ۱۱۳۳ھ ہجری شنبہ کے روز پیدا ہوئے ظاہری باطنی دونوں علموں میں کمال پیدا کیا نالہ عندلیب کی مبسوط شرح لکھی علم الکتاب نام رکھا نالہ درد آہ سرد درد دل شمع محفل وغیرہ کتابیں تصنیف کیں ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ ہجری کو صبح صادق سے پہلے ۶۶ برس کی عمر میں انتقال فرمایا لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے

هو الناصر

نور الناصرین اول المحسنین خواجہ میر علی محمد المتخلص بہ درد تحیات الله علیه ولوالدیه و علی من توسل الیه

خورشید ضمیر خواجہ میر درد است
ہم میر و فقیر خواجہ میر درد است
ہم بدر منیر خواجہ میر درد است
ہم مرشد و پیر خواجہ میر درد است

تیسرا مزار

خواجہ محمد میر اثر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی ہیں لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے

ازبسکہ غلام خواجہ میریم اثر
زیر اقدام خواجہ میریم اثر
از رحمت حق زندۂ جاوید شویم
ہرگاہ بنام خواجہ میریم اثر

انا للہ وانا الیہ راجعون و برضائہ راضون وبلقائہ راجون رضی اللہ عنہ وارضاہ چوتھا مزار

خواجہ ناصر وزیر علیہ الرحمہ

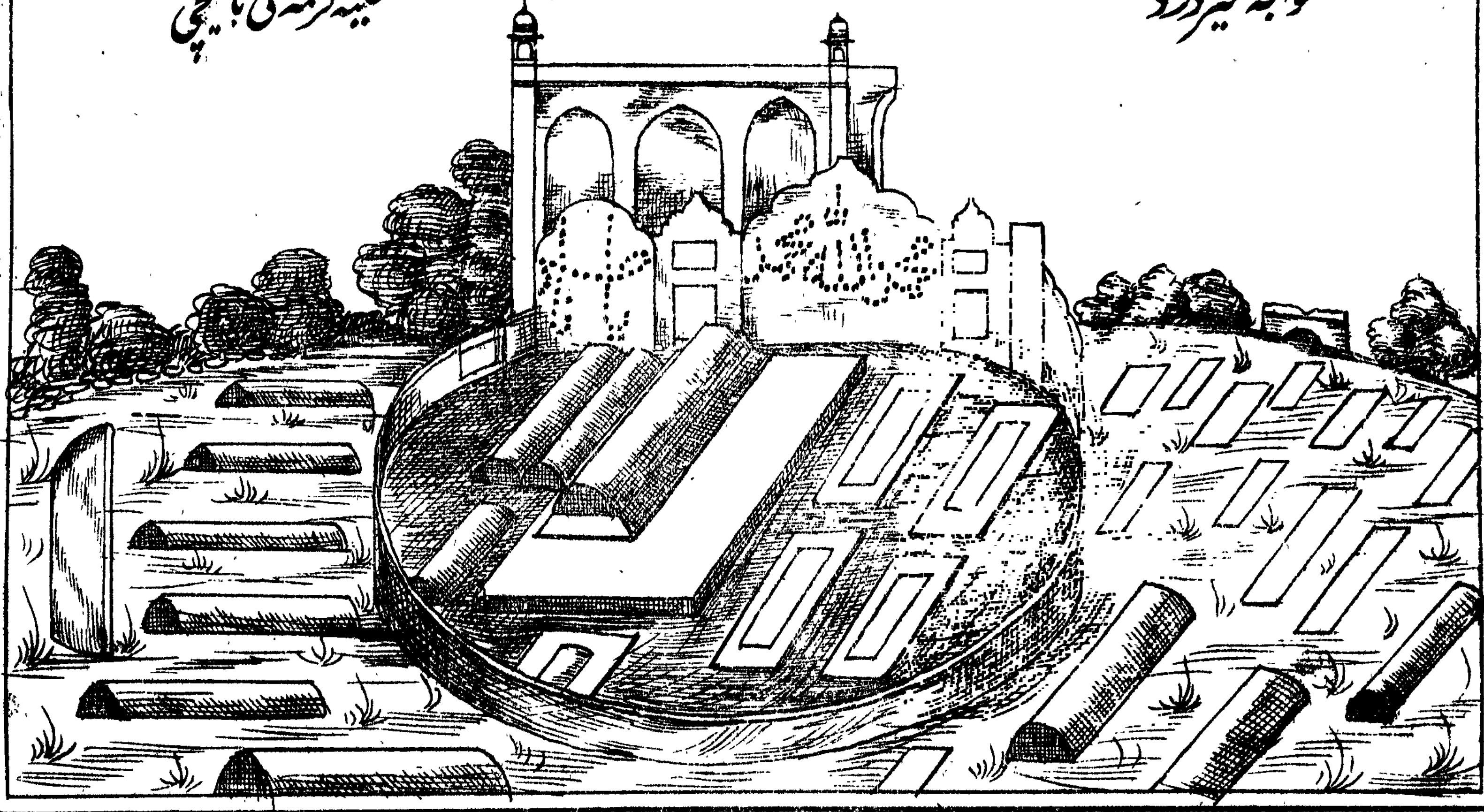
کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں اول حاجی دوست محمد علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے پھر حضرت شاہ عبد الرشید صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سعید صاحب سے مرید ہوئے ایک سال سے زیادہ پیر کی خدمت میں حاضر رہے طریقہ مجددیہ کا سلوک ولایت علیا

سلطان سکندر شاہ کی استدعا سے دلی میں تشریف لائے۔ اور بدیع منزل عرف بجے منڈل میں اقامت کی اور ۹۰۰ ہجری میں اُسی جگہ انتقال فرمایا چنانچہ وہیں آپکی قبر موجود ہے سلطان اور سکا بیٹا فتح خاں آپ سے کمال عقیدت رکھتا تھا۔

حضرت مولانا شیخ حسن علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی شیخ عبدالعزیز دو برس کے تھے لڑکپن سے بزرگی کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے سن تمیز کو پہونچے تو علم کا شوق پیدا ہوا مولانا سید محمد بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم حاصل کیے اور مولانا کے بیٹے سید حاجی عبدالوہاب صاحب سہروردی علیہ الرحمہ سے تصوف کی کتابیں پڑہیں اور انہیں سے بیعت ہوئے چند روز میں خرقہ سہروردیہ حاصل کیا آپ کا سلسلہ بیعت شیخ رکن ابوالفتح سے ملتا ہے شیخ عبدالعزیز نے خرقہ پہنا سید عبدالوہاب سے اُنھوں نے راجو قتال سے اُنھوں نے اپنے بہائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے اُنھوں نے شیخ رکن ابوالفتح علیہ الرحمہ سے (اور انکی سند مشہور ہے) نیز سید عبدالوہاب کو شیخ عبداللہ قریشی سے بہی فیض حاصل تہا۔

شیخ عبدالعزیز ادہر تو سید عبدالوہاب سے مجاز تھے اُدہر دوسرے اور مشائخ سے بہی فیضیاب تھے لکہا ہے کہ ایک دن شیخ وقت قاضی خضر خاں علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادہ شیخ عبداللہ کو آپ کے پاس بہیجا اور کوئی حوالہ یاد دلایا اور فرمایا کہ کہدینا تمکو بلایا ہے شیخ عبداللہ تشریف لائے اور اپنے والد کا پیام پہونچایا حضرت شیخ یہ سنتے ہی ظفرآباد کی طرف روانہ ہوگئے اور تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کر دیا اور نہایت تجرد کے ساتہہ قاضی صاحب کی خدمت میں رہے تین برس کامل مجاہدہ کرتے رہے جب پوری تکمیل ہوگئی تو قاضی صاحب کے اشارہ سے پہر دلی میں تشریف لائے اور کسی وجہ سے احتیاطًا پہر تصوف کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا سید ابراہیم ایرجی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے سید ابراہیم تمام فنون میں پوری دستگاہ رکہتے تھے اور بہت سے خانوادوں کی برکتیں انمیں جمع تہیں مگر قادریہ نسبت نہایت غالب تہی شیخ وہاب الدین قادری سے مجاز تھے شیخ نے سید صاحب سے تصوف کی حسب مراد تکمیل کی اور خرقہ قادریہ حاصل کیا اسکے بعد مسند ارشاد پر قایم ہوئے تمام عمر ذکر شغل رہنمائی ہدایت میں مشغول رہے رضا تسلیم حلم صبر شکر تواضع شیوہ رہا ۔ جمادی الثانی ۹۷۵ ہجری میں پچہتر برس کی عمر میں وفات پائی اس آیۃ پر خاتمہ ہوا

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ


خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کی باغیچی

ہے پختہ احاطہ بنا ہے احاطہ کے اندر مسجد ہے مسجد کے جنوب میں چبوترہ پر چوبی کٹھرہ لگا ہے
کٹھرے کے اندر ان حضرات کے مزار ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ والد ماجد حضرت مولانا شاہ اسمعیل صاحب شہید
علیہ الرحمہ۔ انکے علاوہ دیگر اہل وعیال کی قبریں ہیں صفحہ۔ ا پر نقشہ سے پوری کیفیت معلوم
ہو گی۔ یہ سب حضرات فاروقی نسب ہیں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کی اولاد ہیں سب سے پہلے حضرت مفتی شمس الدین صاحب فاروقی عرب سے تشریف
لائے اور رہتک میں مقیم ہوئے جسوقت شاہجہاں بادشاہ کا زمانہ ہوا تو مفتی صاحب کی اولاد
میں سے مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ موجود تھے آپ دلی میں تشریف لائے اور اسی جگہ
اقامت کی جس جگہ کہ اب ان حضرات کے مزارات ہیں اُسوقت یہ مقام پھٹیہ خوش سرور
کے نام سے مشہور تھا اور پرانی دلی کی آبادی اسی جگہ تھی چنانچہ جابجا مکانوں اور مسجدوں کے
کھنڈر دکھائی دیتے ہیں مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادہ

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ

نے درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ رحیمیہ قائم کیا تمام دن قرآن حدیث کا
درس دیتے رات کو طالبان خدا کی توجہ دہی اور سلوک طے کرانے میں مشغول رہتے ظاہری
باطنی دونوں علموں کی تعلیم دیتے دور دور کے لوگ حلقہ درس میں آتے عرب عجم کے طلبہ فیض
اُٹھاتے نسبت اس قدر قوی تھی کہ ہزاروں آدمیوں پر ہیجان اثر پڑتا۔ اخلاص اور قرب
کی یہ کیفیت تھی کہ سرور کائنات علیہ التحیات کی مجلس میں شامل ہوتے۔ جلوت میں خلوت
رہتی آپ ۱۰۵۴ھ ہجری شاہجہاں بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے شرح عقائد نسفی خیالی
وغیرہ اپنے بڑے بھائی مولانا شیخ ابوالرضا محمد سے پڑھی باقی معقول منقول کی تمام کتابیں
مولانا میر محمد زاہد ہروی ابن قاضی اسلم سے پڑھیں علم تصوف مولانا خواجہ خورد ابن حضرت
خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔ علم سے فارغ ہوئے تو اللہ اللہ کا شوق ہوا بہت سے
مشایخ سے فیض صحبت حاصل کیا تین بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا اوّل حضرت خواجہ خورد علیہ الرحمہ

آپ کے کئی فرزند تھے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار عالم فاضل سخی۔

مولانا قطب عالم علیہ الرحمہ

تھے جنکا مزار اسی مسجد کے پیچھے واقع ہے مگر کوئی نشان یا کتبہ نہیں ہے اسی لیے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے قبر کونسی ہے مولانا قطب عالم کے بھی کئی صاحبزادہ تھے انمیں سب سے زیادہ مقتدر مولانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جو ظاہری باطنی دونو علموں میں کمال رکھتے تھے آپکی صاحبزادی حضرت شیخ وجیہ الدین جد امجد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث سے منسوب تہیں۔ انکا مزار بھی معلوم نہیں کہاں ہیں۔
مگر شیخ عبد العزیز شکر بار کے مزار کے پاس جو دو قبریں ہیں غالبا انہیں صاحبوں میں سے کسی کی ہو حضرت شکر بار کے پائین ذرا الگ کو

مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے کچی قبر بنی ہے کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اسیلئے جب تک واقف کار آدمی سے نہ پوچھا جائے ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کس بزرگ کی خوابگاہ ہی افسوس باوجود ہزاروں شاگردان شاگرد موجود ہونے کے کوئی اتنا بھی نہیں کہ یادگاری کا نشان تو بنا دے کہ واردِ صادر فاتحہ ہی پڑھ جائیں آپکا اصلی وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے مگر جب سے دلی میں مدرس ہوئے تہے یہیں بود وباش اختیار کی تہی آپ مولانا رشید الدین خان علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تہے تمام ہندوستان آپ کے فیض سے مملو ہے آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی بھی فخر ہندوستان تھے ایک مدت تک مدرسہ دیوبند کے مدرس اوّل رہے ہے مولانا محمد یعقوب صاحب کے کئی صاحبزادہ تھے جنمیں سے اسوقت مولوی حکیم معین الدین صاحب سلمہ اللہ موجود ہیں تشخیص امراض میں کمال رکھتے ہیں اور نہایت متقی پرہیزگار منکسر مزاج متوکل شخص ہیں۔ اپنی اصلی وطن نانوتہ ہی میں قیام رکھتے ہیں۔
دوسرا اکرم محترم استاذ جسکے انوار تمام ہندوستان کو محیط ہو رہے ہیں۔

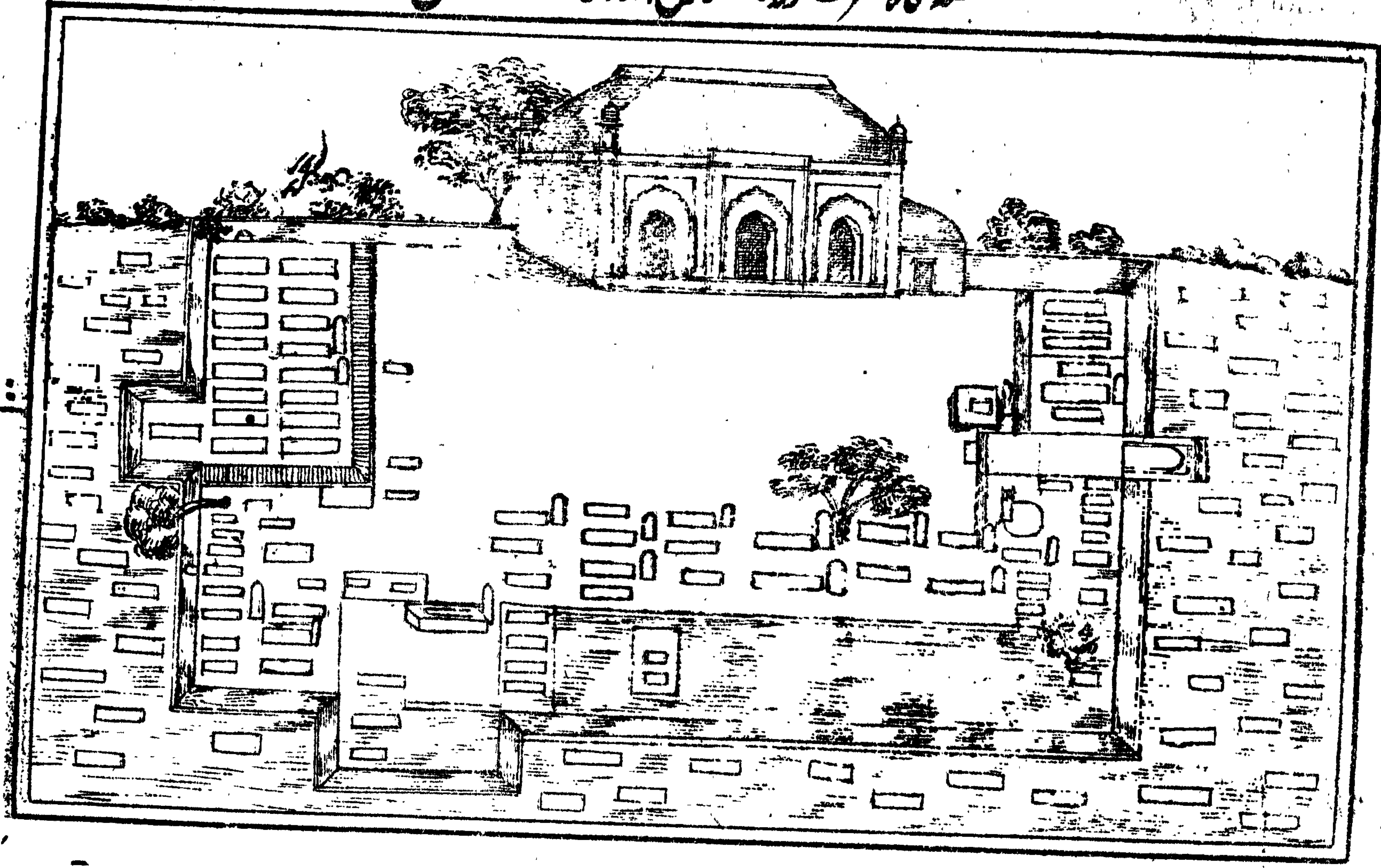
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی درگاہ

سے جو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے فرزند اور خلیفہ تھے دوسرے حضرت حافظ قاری
سید عبداللہ صاحب علیہ الرحمہ سے جو شیخ آدم بالنوری کی صحبت میں رہے - تھے تیسرے
حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی علیہ الرحمہ سے جو ملا ولی محمد صاحب خلیفہ حضرت امیر
ابوالعلی صاحب اکبرآبادی کی صحبت میں رہے - بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں ۱۲ صفر روز چہارشنبہ سنہ ۱۱۳۱
ستر برس کی عمر میں آپکا وصال ہوا اور اسی جگہہ اپنی ذاتی محل کے حجرے میں مدفون ہوئے آپکے بعد آپکے فرزند ارجمند

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ

خلیفہ اور جانشین ہوئے والد بزرگوار کے قدم بقدم رہے سنہ ۱۱۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے
درسی کتابیں اپنے والد مرحوم سے سبقاً سبقاً پڑہیں پہر قرآن شریف کا ترجمہ اخذ کیا ۱۶ برس کے
عمر تہی کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے انتقال کیا آپ سجادہ نشین ہوئے اور طالبان ہدایت
کو بیعت سے لگانا شروع کیا تدریس کا سلسلہ جاری کیا جوق جوق لوگ آنے شروع
ہوئے سیکڑوں طالب علم مستفیض ہونے لگے عجیب عجیب کتابیں تصنیف کیں طبیعت میں
اجتہادی قوت ازل سے ودیعت رکہی گئی تہی نئے نئے نکات نکالے زمانہ میں شہرت حاصل
کی مسلّم الثبوت اُستاد مانے گئے مانے ہوے بزرگ مشہور ہوئے حتے کہ موافق مخالف سب
آپکے اقوال سے سند پکڑنے لگے سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لیگئے بڑے
بڑے نامی علماء ومشائخ سے صحبتیں رہیں حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ اور دیگر مشہور مشائخ
عرب سے صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں کی سندیں اور روایت کی اجازت حاصل کی
بہت سے بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا اور ۱۴ رجب سنہ ۱۱۴۵ میں دلی واپس تشریف لائے اور
اپنی قدیمی مکان میں اقامت کی مدرسہ رحیمیہ کو رونق دی حدیث تفسیر کا درس دینا شروع
کیا گویا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بعد اس زمانہ میں آپ نے حدیث شریف
کو فروغ بخشا اطراف ہندوستان میں آپ کی حدیث دانی کی شہرت ہوی طالب علموں کے
پرے کے پرے آنے شروع ہوئے پرانی دلی دار الحدیث بنگئی روشن اختر محمد شاہ بادشاہ کا زمانہ تہا اس نے
چاہا کہ مولانا کے دم سے شاہجہان آباد کو عزت ہو تو کیا کہنا ہے لہذا مولانا کو یہاں بُلایا اور
ایک عالیشان مکان رہنے کے لیے عنایت فرمایا جسکا تفصیلی ذکر مدرسہ کے متعلق گذر چکا ہے
آپ مع اہل وعیال شہر میں آرہے اور قدیم جگہ غیر آباد پڑے رہے سنہ ۱۱۷۶ ہجری ۶۲ برس

نقشہ درگاہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی



مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ

یکتائے زمانہ تھے ہر علم میں یگانہ تھے حدیث تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار اور اُنکے خلیفہ اعظم شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ سے حاصل کی تہی فنون ادبیہ میں مرجع خلایق تھے علوم عقلیہ میں مجتہدانہ طبیعت رکھتے تھے جسوقت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب ضعیف ہوگئے تو تدریس کا سلسلہ آپ ہی سے قایم رہا را تدن پڑہاتے بڑے بڑے جید علما استفادہ کی غرض سے آتے اور بامراد جاتے اکثر رسائل آپ کی تصنیف سے موجود ہیں کچہہ طبع ہوگئی ہیں کچہہ قلمی رکھی ہوی ہیں ترجمہ اُردو قرآن شریف آپ کا یادگار ہے۔

آخر عمر تک درس تدریس کے شیدائی رہے ۱۲۳۳ ہجری میں ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے والد کی پائنیون مدفون ہوئے

تیسرے بیٹے

مولانا شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ

عالم۔ فاضل۔ متوکل۔ مستغنی المزاج تھے دنیا سے نفرت کرتے مجامع محافل سے کنارہ کرتے تحصیل علوم سے فراغت پاکر اکبری مسجد کے ایک حجرہ میں تمام عمر بسر کردی رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتے اہل دنیا کی طرف مطلق التفات نہ کرتے اسیلیے تصنیف وتالیف وغیرہ کی طرف بہی چنداں توجہ نہوئی ترجمہ قرآن شریف اور موضح القرآن۔ یہ دو نایاب چیزیں آپ کی یادگار ہیں جن پر سے بلا مبالغہ ہزار کتابیں نثار ہیں۔ ظاہر میں سیدہا سیدہا تحت اللفظ ترجمہ معلوم ہوتاہے مگر حقیقت میں جواہر کوٹ کوٹ کر بہرے ہیں بڑی بڑی صنعتیں قایم کیں ہیں اسکا لطف وہی علما جانتے ہیں جنکو علم تفسیر اور عربی اُردو محاورات میں مہارت ہے عام لوگ کیا سمجہہ سکتے ہیں آپ کو شاہ عبد العدل صاحب علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تہا اور اُنکو خواجہ محمد ناصر اور خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہما سے اور خواجہ ناصر علیہ الرحمہ کو شاہ سعد اللہ صاحب المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ سے نیز شاہ عبد القادر صاحب کو خواجہ میر درد علیہ الرحمہ سے فیض صحبت حاصل تہا بہت سے لوگ آپ سے مرید تھے متعدد خلیفہ ہوئے۔

کی عمر میں آپ کی وفات ہوی اپنے والد ماجد کے قریب مدفون ہوے اِس مصرع سے سال وفات معلوم ہوتاہے (لوبود امام اعظم دین) آپ کے بعد آپ کے چار فرزند باقی رہے سب میں بڑے

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ

تہے علم۔ عمل۔ فہم۔ فراست۔ حافظہ تحریر۔ تقریر۔ تقوے۔ طہارت امانت۔ دیانت میں یکتا شمار کیے جاتے تہے ۱۱۵۹ ہجری میں پیدا ہوے تمام کتابین اپنے والد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد عاشق علیہ الرحمۃ اور مولانا خواجہ امین اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے پڑہین اور حدیث کی سند اور روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم سے حاصل کی بہت سے رسائل تصنیف کیے تفسیر عزیزی لکہنی شروع کی مگر افسوس ناتمام رہی دن کو پڑہاتے رات کو توجہ دہی میں مصروف رہتے ظاہری باطنی دونوں فیض جاری تہے اور اب بہی برابر وہی بات چلی آتی ہے مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید علیہ الرحمۃ مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری علیہ الرحمہ جیسے مقتدا آپ کے خلیفہ تہے مولانا سید محبوب علی صاحب دہلوی مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی مولانا حسن علی صاحب لکہنوی وغیرہ جیسے مستند علما آپ کے شاگرد تہے۔

۷ شوال روز یکشنبہ ۱۲۳۹ ہجری میں صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد مرحوم کے پاس مدفون ہوے مومن خاں دہلوی نے آپ کی تاریخ لکہی ہے

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبدالعزیز	بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثیل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوے	آگیا تہا کیا کہیں مردوں کے ایماں میں خلل
ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہاں سے لےگیا	کہیا کیا یہ ظلم تونے بیکسوں پر اے اجل
جب اٹہائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا	لوٹتا تہا خاک پر ہر قدسی گردوں محل
کیا کس و ناکس پہ تہا صدمہ کیا جو دفت دفن	ڈالتا تہا خاک سر پہ ہر عزیز و مبتذل
مجلس صد آفرین تعزیت میں ہی تہا	جب پڑہی تاریخ مومن نے یہ آگریبے بدل
دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہوگئے	فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے بیٹے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ چہوٹے۔

پریشان ہوتی تھی۔ مگر بیکسی کے ہاتھوں گرفتار تھا کس سے کہتا اور کون سنتا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ
تھوڑا سا ٹکڑہ قبرستان کا نزول سے نکل گیا۔ اور ۱۳۱۲ ہجری میں اسیقدر کا احقر نے احاطہ بنوادیا
اور بزرگوں کے مزارات جو غرق میں آگئے تھے۔ ایک چبوترہ پر اُن کا نشان قائم کرکے چوبی کٹہرہ لگا دیا۔ اور
دو آدمی خدمتگار مقرر کرد ئے۔ تاکہ پوری حفاظت ہو جائے۔ اور بول و براز یا اور دیگر امور جن سے مقابر
کی توھین ہوتی ہو نہ ہونے پائیں۔ مگر ابھی تمام قبرستان کی زمین اور قبور نزول میں آئی ہوئی ہیں۔ خدا کرے
بہت جلد کوئی سامان ہو جائے۔ جس سے یہہ مکرم قبرستان نزول سے نکلجائے۔ اور اہل اسلام کی
برگزیدہ لوگوں کی اور حضرات کے اہل وعیال کی قبریں پیشاب پاخانہ وغیرہ کی نجاست سے محفوظ ہو جائیں۔
مزارات کی حفاظت اور مطبع کے اجراء سے اپنا مطلب صرف یہہ ہے کہ بزرگوں کے نشانات
قائم رہیں۔ اور ان حضرات کا فیض جاری و ساری رہے۔

اب تراہہ چتلی قبر

سے کمرہ بنگش کی طرف چلئے۔ ۵۵ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب۔

نواب نصیر الدین احمد خانصاحب عرف بڈھن صاحب خلف نواب حمزہ علیخانصاحب

کی حویلی ہے آپ روساء شیخوپورہ برناوا ضلع میرٹھ میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگ مناسب جلیلہ پر دکن
میں ممتاز رہے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نہایت متقی پرہیزگار دیندار فقیر دوست رؤساء و شرفاء
میں سے ہیں۔

بائیں جانب گلی موچیاں۔ گلی کہاراں۔ دائیں جانب گلی مُربی بانس والا۔ بائیں طرف

مدرسہ مولانا شاہ محمد اسحق صاحب علیہ الرحمہ

جسوقت عمدۃ المفسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر یعنے حضرت
مولانا شاہ محمد اسحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو حضرت موصوف کو خیال ہوا
کہ بھتیجوں کے سامنے نواسہ وارث نہونگے۔ اور مولانا محمد اسحق و محمد یعقوب دونوں بھائی قدیمی
مدرسہ کی وراثت سے محروم رہینگے۔ اِسلئے مولانا شاہ محمد اسحق اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں

آپ سنہ ۱۱۶۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۳۰ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی
اور اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے پائین مدفون ہوئے
شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے صاحبزادہ

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ

اتباع شریعت میں بے نظیر تھے باوجود اہل وعیال کے اہل دنیا سے نفرت تھی۔ وضع لباس۔ خلق تمام باتین اپنے والد بزرگوار سے ملتی جلتی تھیں۔ حدیث تفسیر کی تحصیل اپنے دونوں بڑے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کی سنہ ۱۲۲۷ ہجری، ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کے متصل مدفون ہوئے۔ اس کٹہرے کے اندر حسب ذیل بزرگ اور مدفون ہین مولانا مخصوص اللہ صاحب۔ مولانا محمد موسی صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب خلف مولانا اسمٰعیل صاحب شہید۔ والدہ ماجدہ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبدالغنی صاحب صاحب کی صاحبزادیاں۔ احقر کی والدہ یعنے مولوی محمد موسٰی صاحب کی صاحبزادی مولوی مخصوص اللہ صاحب کی زوجہ۔ کٹہرہ کے باہر احاطہ کے اندر دیگر اہل وعیال حضرات و اخوند برہان صاحب علیہ الرحمہ شاگرد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادہ مولانا شیخ محمد صاحب محدث تہانوی علیہ الرحمہ و مولوی عنایت الرحمن خان صاحب رئیس دلی و منشی امو جان صاحب و دیگر معتقدین و متوسلین خاندان و قاضی محمد زبیر صاحب چشتی ... علیہ الرحمہ۔ مولوی حافظ سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد اور کٹہرے کے غربی جانب احاطہ سے باہر مومن خان دہلوی علیہ الرحمہ کی قبر ہے جو دلی کی مشہور زبان دان سخن فہم فصیح بلیغ شاعر گذرے ہیں یہ جگہ جہان ان حضرات کے مزارات ہین غدر کے بعد سے بالکل خراب ہوگئی تہی احاطہ تک مسمار ہوگیا تمام دن چرواہے مویشی چراتے تہے اور جانور قبروں پر بول و براز کرتے تہے جس سے تمام مسجد کا صحن اور مقابر نجس ہتے تہے اسکے علاوہ میونسپل کمیٹی نے اس موقع کو نزول میں داخل کر لیا تھا اور یہ زمین ٹھیکہ پر دیجاتی تھی اور چاند ماری کے حدود میں آجانے سے اُس زمانہ میں رستہ تک چلنا محال ہوتا تہا ہر چند طبیعت کو

اسمین شہزادہ امیر الملک مرزا بلاقی صاحب گورگانی کا مکان ہے نہایت خلیق۔ متواضع۔ پاک طینت شخص ہین ظاہری شہزادگی کے ساتھ باطنی سلطنت سے بہی سرفراز ہین۔ طریقہ نقشبندیہ مین مجاز ہین آپ کے مکان سے آگے بڑہکر

چاندنی محل

واقع ہے کسی زمانہ مین عجیب غریب مکان تہا حوض فوارہ باغیچہ سب کچھ موجود تہا گو اب اسکی حالت خراب ہے مگر پھر شاہی عمارت ہے اب بھی جو بات ہے لاجواب ہے اس مین

شہزادہ سکول

قائم ہے۔ انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے اس نے بانی مبانی شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب بہادر مین اور بذات خود اس کے اخراجات کے کفیل ہین اصل مین اپنی قوم کے لیے جاری کیا تھا مگر اب عوام پڑہتے ہین اور قوم کے لوگ اپنے محسن کے جاری کیے ہوئے چشمہ فیض سے محروم ہین یہی راستہ گنج میر خان کو ہوتا ہوا ترکمان دروازہ کو جانکلتا ہے۔

چاندنی محل سے آگے کوچہ روح اللہ خان کوچہ بقاء اللہ خان - اس سے بڑھ کر

حویلی مرزا خجستہ بخت بہادر

واقع ہے جو اکبر شاہ بادشاہ کے بہائی تھے نہایت عالیشان حویلی ہے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے (مکان خجستہ بنیاد) سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔ اسوقت یہ حویلی بہولا ناتھ بشمبر ناتھ ساکن گلی پہاڑ والی کے پاس ہے مقدمہ ہو رہا ہے۔ اس حویلی سے آگے۔

ترا ہہ بیرم خان

ہے چھوٹا سا چوک ہے اسمین ایک تو یہی راستہ آتا ہے جسکو ہم چلے آرہے ہین۔ دوسرا رستہ دلی دروازہ کو جاتا ہے تیسرا بائین طرف پہول کی منڈی ہوتا ہوا فیض بازار مین جانکلتا ہے۔

عین ترا ہہ پر دائین ہاتھ اول

محلہ مفتی اکرام الدین خان مرحوم صدر امین

بھائیون کے لیے ایک قطعہ زمین علٰحدہ خرید کر اُس مین عمدہ پختہ مکانات بنا دیے اور انھین کے نام کر دیئے چنانچہ مولانا صاحب چند سال اُس مین مقیم رہے اس کے بعد یک بیک خانہ کعبہ کا شوق پیدا ہوا۔ حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا تمام مکان اور اثاثہ بیچکر ۱۲۵۶ھ ہجری مین مع قبائل کے ہجرت فرما گئے۔ اب اس مدرسہ مین چھوٹے چھوٹے مکان بن گئے ہین۔ چوہان۔ کسان وغیرہ غریب لوگ رہتے ہین یہین ایک چھوٹی سی مسجد ہے آپ ہی کے نام سے مشہور ہے آپ اس مین نماز پڑھتے تھے۔ یہان سے ۱۵ قدم پر دائین جانب

محلہ سوئی والان

ہے اسمین مولانا عبد المجید صاحب مالک مطبع انصاری کا مکان ہے۔ یہان سے رنگ محل کو رستہ جاتا ہے۔ یہ مکان کسی زمانہ مین نہایت عجیب غریب ہوگا اب بھی اندر بیچ کا دالان بہت خوبصورت ہے جناب شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی آنریری مجسٹریٹ مانشیمن ہے۔ مرزا صاحب موصوف مرزا الٰہی بخش صاحب کے بیٹے ہین حضرت بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے صاحبزادہ مین سرکار سے ہزار آٹھ سو روپیہ کے قریب وظیفہ پاتے ہین اسوقت تیموریہ خاندان کے چیف مانے جاتے ہین حکام و اہل شہر آپ کا اعزاز کرتے ہین۔

رنگ محل کے اندر شرقی شمالی گوشہ سے چاندنی محل مین رستہ جاتا ہے۔ سوئی والون کے سامنے

حکیم صادق علیخان صاحب

کا مکان ہے اس جگہہ آپ مطب کرتے ہین تشخیص بہت اچھی ہے۔ یہان سے ۶۸ قدم پر دائین جانب

کمرہ بنگش

واقع ہے نہایت بینظیر کمرہ ہے رفعت مین آسمان سے باتین کرتا ہے۔ استواری مین کوہ پر طعنہ ارتا ہے۔ نواب فیض اللہ خان بنگش نے ہزارون روپیہ کے صرف سے بنایا ہے۔ اسوقت الاانشیمبر سہائے لگا انشتہ کمسریٹ ساکن جمیری دروازہ کے قبضہ مین ہے۔ اس کے سامنے کوچہ فولاد خان واقع ہے اسکو چھوڑکر سیدھے چلے چلو دائین جانب

محلہ چاندنی محل

اور بلند شہر کے رؤسا کا جلسہ کرکے چندہ لیا۔ اور اسکول کھول دیا۔ جو آج محمڈن کالج کے نام سے مشہور اور نامور ہے۔ اور ۱۹۰۱ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اب دن رات ورد و وظائف میں مصروف رہتے ہیں۔ کبھی دہلی اور اکثر علیگڈھ میں قیام رہتا ہے۔ یہی راستہ فیض بازار میں جا نکلتا ہے۔

کمرہ بنگش سے کوچہ فولاد خان

میں چلئے۔ ۶۰ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کوچہ چیلان

واقع ہے۔ اصل میں اسکا نام چہل کوچہ تھا۔ عوام میں چیلوں کا کوچہ مشہور ہوگیا۔ اس کوچہ میں چند گلیاں ہیں۔ گلی آولیا۔ گلی آبنیا۔ اسجگہ مولوی ابو الحبیب محبوب احمد صاحب مدرس اول فارسی مدرسہ نورمل سکول دہلی رہتے ہیں۔ بڑے دیندار اور متقی شخص ہیں۔ اس سے آگے دائیں طرف

خان بہادر شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آباد یونی ورسٹی

کا مکان ہے۔ آپ حافظ ثناء اللہ مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو نہایت دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور پنج وقتہ نماز مسجد جامع میں جماعت سے ادا کرتے تھے۔ منشی صاحب موصوف بڑے مشہور اور قابل آدمی ہیں۔ فن تاریخ اور ریاضی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ ہزارہا صفحات کا ترجمہ اس خوبی کیساتھ کیا ہے کہ تمام ملک میں مقبول ہوگیا۔ بے تعصب نہایت سادہ مزاج بے تکلف اور قدیمی وضع و تراش اور وضعداری پر قائم ہیں۔ اس سے آگے بائیں طرف کوچہ ناہر خاں اس سے آگے مطبع مرتضوی حافظ غیاث الدین صاحب ہے۔ اس کے محاذ پر پھاٹک حویلی

نواب خواجہ قاسم علیخان عرف نواب شرف الدین خانصاحب مرحوم

کا ہے۔ آپ نہایت لائق باوضع مشہور رؤسا دہلی میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ زین العابدین خانصاحب مرحوم اُنکے والد خواجہ فرید الدین احمد مرحوم سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۷ء کے دہلی میں پیدا ہوئے تھے اُن کے والد کا نام خواجہ اشرف تھا۔ اُنکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دہلی میں آئے تھے۔ اور کشمیری مال کی تجارت کرتے تھے اور ریشم کی تجارت کا کارخانہ تھا آخر کو انہوں نے دہلی ہی میں توطن اختیار کرلیا۔ نواب شرف الدین خانصاحب موصوف نے بتاریخ ۱۷ شوال سنہ ۱۳۲۰ ہجری کو انتقال فرمایا۔ بیرون ترکمان دروازہ متصل بوچڑ خانہ چونسٹھ کھمبہ میں مدفون ہوئے۔ آپکے خلف اکبر نواب خواجہ فخر الدین صاحب ایک صوفی صفت اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں۔ اس سے آگے دائیں طرف پھول کی منڈی میں رستہ جا نکلتا ہے۔ اور بائیں طرف کالے خاں کی مسجد ہوتا ہوا فیض بازار نکلجاتا ہے کوچہ چیلاں سے۔

گلی راجان

اسمیں خواجہ میر درد علیہ الرحمتہ کی بارہ دری تھی اب اُنکی اولاد میں سید ناصر سعید صاحب نے اسکا احاطہ کھینچکر بطور مکان کے بنالیا ہے اور خود رہتے ہیں

میں تشریف لیجائیے - اسمیں اکثر مفتی صاحب کی اولاد رہتی ہے - چنانچہ

جناب جان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب خلف مولوی احسان الحق صاحب

نبیرۂ مفتی صاحب کا مکان ہے جو حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے - مولویصاحب موصوف نہایت مقدس اور محترم بڑے ذی علم - منکسر المزاج - فقیر دوست روساء شہر میں سے ہیں آپ مدت دراز تک ہیڈ منشی ایجنٹ گورنر صاحب راجپوتانہ کے عہدہ پر ممتاز رہے - اُس کے بعد حکام نے ازراہ قدردانی وکالت بھرتپور کے عہدہ پر مامور فرمادیا تھا - لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد مولویصاحب نے خود اس سے کنارہ کشی اختیار کی - اب شب و روز کتب بینی و یاد الٰہی میں بسر ہوتی ہے - ۲۲ - ربیع الاول کو ہر سال بتقریب عرس حضرت شیخ عبد الحق صاحب علیہ الرحمۃ مولویصاحب موصوف مجلس میلاد شریف بکمال خلوص منعقد فرماتے ہیں اس محلہ سے آگے آپکے بڑے صاحبزادہ مولوی مصباح الدین صاحب جو کہ نیک طینت فرشتہ صفت لائق فائق تعلیم یافتہ صالح نوجوان ہیں - اس محلہ سے آگے

دائی کی مسجد

ہے - ایک برج کی بنی ہوئی ہے - اُسکی پیشانی پر یہہ تاریخ کندہ ہے -

	شکر للہ کہ گشت این مسجد سال تاریخ او خرد گفتا		از شرف سجدہ گاہ اہل نظر گشتہ آباد کعبۂ دیگر	

دائی کی مسجد سے کوچہ تاراچند - چھتہ لال میان - کٹرہ بدہان راؤ - کوچہ جلال بخاری - کٹرہ شہاب بیگ - گلی مالیاں - گلی کنا مصر اور تراہہ سے پھول کی منڈی جانیوالے راستہ میں - فیض بازار تک محلہ دسان - کوچہ نیل کنٹھ - رستہ کوچہ تاراچند - اولیا مسجد پھول کی منڈی کسی زمانہ میں یہاں گلفروشوں کی دوکانیں تھیں اس لئے پھول کی منڈی مشہور ہوگئی ہے - اسمیں جناب

مولوی محمد سمیع اللہ خانصاحب بہادر سی - ایم - جی

کا مکان ہے - آپکے والد ماجد کا نام نامی منشی محمد عزیز اللہ خانصاحب تہا - جرنیل اختر لونی کے زمانہ میں میر منشی تھے - مولویصاحب موصوف نے بڑے بڑے علماء سے اور خصوصاً استاذ کل مولانا مملوک علی صاحب علیہ الرحمۃ سے علوم و فنون عربی کی تعلیم پائی - ۱۸۵۶ء میں عہدۂ منصفی کا امتحان دیا - ۱۸۵۸ء میں منصف مقرر ہوئے - اور ۱۸۶۱ء میں علیگڈھ تبدیل ہوئے - اور ۱۸۶۳ء میں تخفیف میں آئے - اور ہائیکورٹ کے وکیل مقرر ہوئے - بعد ۱۸۶۶ء تک اول درجہ کی کامیابی حاصل کی - اوسی سنہ کے اخیر میں سب جج درجہ دویم مقرر ہوئے - ۱۸۷۳ء میں سب جج درجہ اول مقرر ہوئے - اور ۱۸۸۰ء میں اپنے صاحبزادہ منشی محمد حمید اللہ خانصاحب کو (جو اب ہائیکورٹ حیدر آباد کے پیونی جج ہیں) ولایت بھیجا - جہاں انہوں نے بی - اے کی ڈگری کیمبرج یونیورسٹی کی اور بیرسٹری کی سند لندن میں حاصل کی - ۱۸۸۴ء میں لارڈ نارتھ بروک گورنر جنرل اپنے مشن کے ساتھ مصر لیگئے - اور آپکے صاحبزادہ کو آپکی مدد کے واسطے ہمراہ لیا - اس خدمت کے صلہ میں سی - ایم - جی کا خطاب عطا ہوا - مصر سے واپسی پر آپ رائے بریلی کے ڈسٹرکٹ جج مقرر ہوئے - اور پھر سشن جج قرار دئے گئے - نومبر ۱۸۹۲ء میں آپکی پنشن ہوگئی - ۱۸۹۳ء میں بمقام شملہ ایک کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے - ۱۸۹۵ء میں آپنے دہلی میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا - جو کچھ عرصہ جاری رہکر اہل ملک کی ناقدردانی کی وجہ سے بند کرنا پڑا -

پھر علیگڈہ میں تعلیم گاہ کا قائم کرنا قرار پایا - سید احمد خانصاحب اور آپ میں اختلاف رائے ہوا - سید احمد کی یہہ رائے تھی کہ بارہ لاکھ روپیہ جب جمع ہوجائے اوسوقت کام شروع کیا جائے - مولویصاحب کی یہہ رائے تھی کہ اول کام شروع کردیا جائے تاکہ اوسکی حالت کو دیکھ پبلک کی توجہ ہو - مولویصاحب اوسوقت علیگڈہ کے سب جج تھے - انہوں نے جرأت کرکے ضلع علیگڈہ

ہزار دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ آج تمام ہندوستان میں انہیں حضرات کا فیضان جاری ہے ان حضرات کے بعد

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ

نے آبائی خدمت کو سنبھالا اور دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم آلہی کے سکھانے میں پوری کوشش کی آپ کے وقت میں بہت سے لوگوں کو فیض ہوا۔ بڑے بڑے لوگ محدث مفسر ہو کر نکلے۔ جیسے دہلی میں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث خانقاہی مجددی۔ نواب قطب الدین خانصاحب محدث ۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث وغیرہ ۔ گنج مرادآباد میں مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب محدث ۔ تھانہ بھون میں مولانا شیخ محمد صاحب محدث ۔ اسی طرح پانی پت میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث ۔ مراد آباد میں مولانا عالم علی صاحب محدث ۔ سہارنپور میں مولانا حافظ احمد علیصاحب محدث ۔

غرضکہ تمام ہندوستان میں شاہ اسحاق صاحب کا فیض اب تک اُسی طرح قایم ہے بلکہ دن بدن ترقی ترقی کرتا جاتا ہے ۱۲۵۶ھ ہجری میں آپ نے ہجرت فرمائی تو مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا محمد موسی صاحب خلف حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ کو یہ خدمت سپرد ہوئی اور دونوں صاحب علم دین کی تدریس میں مشغول ہوئے ۔ جب ان حضرات نے بھی ۱۸۵۶ء میں انتقال فرمایا تو صرف مولوی موسی صاحب کے ایک صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب جو اسوقت نہایت صغیر سن تھے اور ایک صاحبزادی یعنی احقر کی والدہ ماجدہ یہ دو شخص باقی رہے ۔

اب کوئی شخص خاندان میں ایسا نہ تھا کہ میاں عبدالسلام صاحب سلمہ کی تعلیمی تربیت میں کوشش کرتا انجام یہ کہ اُنکو آبائی علم سے ورثہ نہ پہونچا اور تدریس کا کام اُن کے دم سے جاری نہوا۔

مکان تک دست برد ہونے لگے غدر کے زمانہ میں خاندان کے دشمنوں کی بن پڑی اور بہت ساحصہ مکان کا خورد برد کر دیا۔ مکانات منہدم کر دیئے کڑی تختہ تک بیچڈالا ویران زمین سمجھکر مختلف لوگوں نے اپنے مکانات بنا لیے ادہر تو یہ بلا نازل ہوئی اُدھر یہ مصیبت پڑی کہ گو اس جگہہ خاندان کے لوگ بھی رہتے تھے شاہ صاحب کے ورثا موجود تھے مگر تعلیمی سلسلہ کے بند ہو جانے سے کسیکو خیال بھی نہ تا تھا کہ کون کہاں رہتا ہے حتی کہ ولی اللہی نسل کو بالکل منقطع سمجھتے تھے ۱۸۵۸ء میں احقر پیدا ہوا وہ کچھہ ہوش سنبھالا تو دو آفتوں میں مبتلا ہوا دہر آبائی علمی وراثت کا خیال اُدھر خورد نوش کی فکر کدہ بالا بہت عرصہ تک اسی ضیق میں مبتلا رہا آخر تجارت کا ڈہنگ نکالا اور نوشتجات میں فر دری بلکہ حاصل کر کے

گلی راجان سے چھتہ آغا جان اس سے آگے راستہ

کلان محل

شاہجہانی عمارت ہے قلعہ معلے کے بننے سے پہلے حضور والا اسمین مقیم رہے۔کسی زمانہ مین بہت بڑا محل تھا موجودہ محل اُس کے آٹھوین حصے سے بہی کم ہے غدر کے بعد لالہ جہنا مل صاحب نے بہت کم قیمت کو خرید ااب عرصہ سے نارمل اسکول ہے۔اسمین دہلی کمشنری کے مڈل پاس طالب علم داخل کیے جاتے ہین اور مدرسی کی تعلیم دی جاتی ہے ۸۰ طالب علمون تک فی طالب علم پانچروپیہ ماہوار ملتاہے اس سے زیادہ کو وظیفہ نہین دیا جاتا۔اسیں موڈل سکول بہی ہے جسمین پانچوین جماعت تک انگریزی تعلیم ہوتی ہے۔تقریباً ایکہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہے اشیا کے سبق کے واسطے نہایت و عجیب و غریب چیزین درس کے وقت بچون اور مدرسون کو دکھائی جاتی ہین۔عقب کلان محل سے آگے بائین طرف

مدرسہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے یہ مدرسہ کسی زمانہ مین نہایت عالیشان خوبصورت مکان تھا اور بہت بڑا دار العلوم سمجھا جاتا تہا۔جسوقت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ نے ہمارے مخدوم حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمہ کو پرانی دلی سے (جہان اب اُن حضرات کے مزارات ہین) شاہجہان آباد یعنی موجودہ دہلی مین قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دی اور اپنے دلربا شہر کو علم و فضل کے قیمتی زیور سے آراستہ کرنا چاہا تو یہ عالیشان مکان آپ کے لیے تجویز فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا شاہ صاحب شاہجہان آباد مین تشریف لائے اور مع قبائل اسی جگہہ رہنے لگے درس تدریس کا سلسلہ شروع ہوا قال اللہ قال الرسول کا چرچا رہنے لگا۔تمام ہندوستان مین علم حدیث کی اشاعت شروع ہوئی بڑے بڑے نامی فضلاء آکر سندین لینے لگے آپکی وفات کے بعد آپ کے چار فرزند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ۔مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ۔مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ۔یہ حضرات بہی اپنے وقت کے مستند عالم فاضل عارف کامل محقق محدث مفسر ہوئے۔رات دن دینی اشاعت مین مصروف رہے حسبۃً للہ حدیث۔قرآن کا درس دیتے رہے علمی عملی فضائل کے بیان سے زبان قاصر ہے

گئی ہے۔

دھرم پورہ

میں جینی اور بنئے لوگ رہتے ہیں اور عموماً متمول اور خوشحال ہیں۔ اپنی وضع کے بڑے بڑے عمدہ عالیشان مکانات بنے ہیں۔ اس محلہ میں۔

جینون کا بڑا مندر ہے

اسکو لالہ ہرسکھ رائے اور لالہ موہن لال صاحب مہاجنوں نے بنایا ہے اگرچہ چونہ اور اینٹ کا بنا ہوا ہے مگر اسکے بننے میں بہت سا روپیہ صرف ہوا ہے اندر کی عمارت دیکھنے کے قابل ہے دو منزلہ مکانات بنے ہیں پانچ در کا شرقرویہ بہت بڑا وسیع دالان سنگ مرمر کا بنا ہے ستون تک سنگ مرمر کے لگے ہیں تمام دالان میں سونیکی گلکاری ہوئی ہے دونوں طرف دو صحنچیاں ہیں جن میں مورتیں رکھی ہیں صدر دالانوں کے بیچ میں پارس ناتھ کی مورتی رکھی ہے جو سوا لاکھ روپیہ کی تیاری کی بیان کیجاتی ہے یہ مندر سمت ۱۸۰۰ بکرمی میں بننا شروع ہوا اور سمت ۱۸۰۷ بکرمی سات برس کی مدت میں بنکر تیار ہوا۔ بیساکھ سدی پنچمی سمت ۱۸۰۷ میں سراوگیوں نے اپنے مذہب کے موافق اسمیں پہلی پوجا کی پانچ لاکھ روپے تمام مندر کی تیاری میں صرف ہوئے پوہ بدی دوج کو یہاں سے رتھ اٹھکر پہاڑی دھیرج جاتا ہے۔ رتھ میں پارس ناتھ کی مورتی رکھی ہوتی ہے ہزاروں سراوگی زرق برق کی پوشاک پہنے ہوئے ننگے پاؤں ہمراہ ہوتے ہیں۔ دوسری شاخ رہٹ کے کنوئیں ہوتی ہوئی اس میدان میں جا ملتی ہے جو زیر جامع مسجد واقع ہے اور اصل شاخ کا ایک رستہ چھیپی واڑہ کو چلا جاتا ہے۔

رہٹ کا کنواں

بہت پرانا اور نامی کنواں ہے۔ شاہجہان بادشاہ کے وقت میں پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا اسمیں رہٹ لگا ہوا ہے اسیوجہ سے رہٹ کا کنواں مشہور ہو گیا ہے اس سے جامع مسجد کے حوض میں پانی جاتا ہے اسکے پاس پانی کے بڑے بڑے خزانے بنے ہوئے ہیں اول انمیں پانی جمع ہوتا ہے پھر فوارہ سے جو جامع مسجد کے حوض میں لگا ہوا ہے خود بخود جاتا ہے یہ کنواں بہت مشہور ہے اور اب تو اس محلہ کا نام رہٹ کا کنواں ہو گیا ہے۔ اسی محلہ میں

خان بہادر شمس العلماء مولوی شیخ ضیاء الدین صاحب ایل ایل ڈی

کا مکان ہے آپ داروغہ شیخ محمد بخش جو قوم سے شیخ اور موضع لسٹی تحصیل دہلی کے قدیم باشندے تھے اون کے منجھلے بیٹے ہیں داروغہ صاحب سرکار انگریزی میں تھانہ داری کے عہدہ پر صفتک ممتاز رہے فتح دہلی کے دن جب سرکاری فوج شہر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مکان ہی میں موجود تھے لاعلمی میں گولی کے زخم سے مارے گئے مولوی صاحب کے جد امجد شیخ غلام حسین اور شیخ غلام حسن دونو بھائیوں کی شکوہ پور ضلع دہلی میں بیگہ دو بیگہ اراضی بھی جس سے وہ اپنا گزارہ کیا کرتے تھے اور دونو بھائی وہاں بڑے زبردست اور چھتے والے اشخاص شمار ہوتے تھے

اپنے خاندان کے بزرگوں کی تصانیف کے شائع کرنے پر کمر باندھی اور مطبع احمدی قائم کیا جسمیں خصوصاً اپنے خاندان
کے حضرات کی تصنیفات اور عموماً دیگر کتابیں طبع ہوتی ہیں۔ اِن حضرات کی بہت سی مصنفہ کتابیں غدر میں تلف
ہوگئیں۔ مگر پھر احقر نے جد و جہد کر کے بہت سے رسائل کہیں کہیں سے حاصل کئے چنانچہ وقتاً فوقتاً طبع
ہوتے رہتے ہیں۔ مگر مالی اور کم مائگی اور فکر معاش نے مدرسہ اور درس تدریس کے مشغلہ سے قاصر رکھا ؎

نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے ٭ کسے ز بیکسے ما نمے برد خبرے

جامع مسجد کا شمالی دروازہ

پایہ والوں کے بازار کی طرف واقع ہے۔ اِس طرف انتالیس ۳۹ سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر دائیں بائیں چکر
کی سڑک ہے۔ سہ راہا ہوگیا ہے۔ جانب شرق سرمد کے مزار کو جاتے ہیں۔ غرب کی جانب چاوڑی میں
چلے آتے ہیں۔ دروازہ کے سامنے

پایہ والوں کا بازار

ہے۔ اِس میں آتشباز اور پائے والے بیٹھتے ہیں۔ جو جہیز وغیرہ کے لئے چوکیاں اور پلنگ اور دیگر سامان
تیار کرتے ہیں۔ اِس بازار میں لالہ نراین داس رہتگی کا پنج منزلہ کوٹھا نہایت عالیشان بنا ہے۔ دیوالی
اور دسہرہ کے موقعہ پر شیشہ و آلات سے سجایا جاتا ہے۔ گیس وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے۔ اِس کے
محاذ میں سڑک سے داہنی طرف

شفاخانہ سرکاری

ہے۔ جامع مسجد سے اُتر کر اُس لائن میں اول یہی عمارت آتی ہے۔ یہہ شفاخانہ ۱۸۶۸ء میں قائم
ہوا۔ ۱۸۹۳ء میں شرقی دو منزلہ عمارتیں بنائی گئیں۔ ۱۹۰۲ء میں اِس کے احاطہ میں زنانہ ہسپتال
کھولا گیا ہے۔ اِسکی دو شاخیں ہیں۔ لال کنواں۔ صدر بازار
اور سالانہ خرچ معہ شاخوں کے۔ مریضوں کی دوا۔ خوراک۔ پوشاک وغیرہ سب ملا کر تخمیناً
چھبیس ہزار چار سو ستاون ۲۶۴۵۷ روپیہ ہے جو کمیٹی سے
ملتا ہے۔ اب یہہ سڑک دریبہ کلاں کو چلی گئی ہے۔ بائیں جانب پنج منزلہ سے آگے بڑھکر ایک گلی جاتی ہے
اُس گلی کی دو شاخیں ہوگئی ہیں۔ ایک شاخ استاحامد اور وکیل پورہ ہوتی ہوئی دھرم پورہ پہونچ

اور بازاروں جیسا وسیع نہیں ہے مگر نہایت آبادی اور حد سے زیادہ رونق ہے اسمیں عموماً زرکوب جلد ساز تاجران کتب۔ سادہ کار۔ صراف۔ کلاہ فروش۔ عطر فروش کنگھی فروش۔ گوٹہ والے سُرمہ والے۔ حلوائی وغیرہ وغیرہ لوگ بیٹھتے ہیں اس بازار میں متعدد چیزیں بیان کے قابل ہیں جنکو ہم ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں آخر سہ راہہ کے موڑ پر دو چار قدم بڑھ کر بائیں طرف۔

لال مسجد

دو دکانوں کے اوپر واقع ہے یہ مسجد پہلے بہت ہی چھوٹی بنی ہوئی تھی پھر بے غوری کی وجہ سے نہایت بوسیدہ ہو گئی تھی دو دکانیں بعوض آٹھ سو روپیہ رہن پڑی تھیں۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار نے دو دکانیں رہن سے چھڑائیں اور پھر اٹھارہ سو روپیہ لگا کر از سر نو عمدہ پختہ سنگین مسجد تیار کرائی۔ نیچے کی دو دکانیں بھی نئی بنوائیں پھر انجمن مؤید الاسلام کی نگرانی میں دیدی اب یہ مسجد انجمن کی نگرانی میں ہے ۲۰ روپیہ ماہوار تینوں دوکانوں کا کرایہ آتا ہے۔ انجمن ہی میں جاتا ہے جو شخص مسجد میں رہتا ہے اسکی خدمت انجمن کی طرف سے ہوتی ہے۔

وہ پندرہ سو روپیہ جو اسکی تعمیر میں صرف ہوئے ہیں ان میں پانسو روپیہ انجمن کی طرف سے بھی جمع ہوئے تھے۔ لال مسجد سے نکلکر دائیں جانب

کوچۂ بُلاقی بیگم

ہے یہ غدر سے پہلے بہت بڑا کوچہ تھا اب ٹوٹ پھوٹ گیا اسمیں اکثر اہل ہنود اور مسلمانوں کے مکانات ہیں اور بدر الدین علیخاں صاحب مُہرکن کی مسجد ہے۔ نہایت ہوادار جگہ ہے اسمیں بدر الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سعادت اللہ خاں صاحب نے ایک مختصر سا عربی مدرسہ جاری کر رکھا ہے۔ ایک مدرس پڑھانے کے واسطے مقرر ہیں ۱۰ روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ چار پانچ طالب علم ہمیشہ رہتے ہیں جن کو فی کس ۱۲ ماہوار کے حساب سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کی پیشانی پر سنگ باسی پر یہ عبارت کندہ ہے **قطعہ تاریخ مسجد بدر الدین مُہرکن**

برائے حضرت سبحان و رحماں	شد این مسجد بنا صد شکر و احساں
تمامی ملک خود زرعی و سکنی	نمودم وقف آنرا از دل و جاں
ازاں نصفے برائے وارثان ست	دگر بہر مساکیں مستحقاں

مولویصاحب اپنے تئیں خیر خواہان سرکار سے ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غدر ۱۸۵۷ء میں دھیرج کی پہاڑی پر جہاں سرکاری فوج پڑی تھی ہم شہر کی خبریں اور اس قسم کی تحریریں بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بنیاد پر مفسدے دور ہونے کے بعد وہ دس بیگہ دو بسوہ خام اراضی مولوی صاحب کے نام واگذاشت ہوئی اور اب تک انہیں کے نام ہے گو اس میں ان کے بھائی اور بنی اعمام بھی حصہ دار ہیں۔

مولوی صاحب پرانے دہلی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں اور مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی سے بھی آپنے کچھ تحصیل علم کی ہے اور مولوی حکیم احمد علی صاحب بوریہ والہ سے بھی علم ادب حاصل کیا ہے اور خارج از مدرسہ مولانا مولوی مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور سے فارسی بھی پڑھا کرتے تھے اور مفتی صاحب موصوف آپ پر شفقت بہت فرمایا کرتے تھے۔

ایام غدر سے پہلے ہی کالج میں مدرس ہو گئے تھے بعد ایام غدر کچھ عرصہ نورمل سکول میں مدرس رہے اور پھر گورنمنٹ کالج دہلی کے عربی پروفیسر ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں جب کالج ٹوٹ گیا تو بعض حکام سررشتہ تعلیم کی سفارش سے اکسٹرا اسسٹنٹی کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ دس بارہ برس ہوئے کہ ملازمت سے کنارہ کش ہو کر پنشنخوار ہیں۔ گورنمنٹ میں معزز و ممتاز اور چند خطابات سے سرفراز ہیں۔ علم ادب میں اچھی خوادلت رکھتے ہیں اردو زبان کے ماہر اور مشاق ہیں مگر افسوس ہم لوگوں کی بدقسمتی سے کہ باوجود اتنی قابلیت اور لیاقت کے مکروہات دنیوی نے حضرت موصوف کو دم تدریس اور تالیف و تصنیف کی مہلت نہ دی یہی سبب ہے کہ سوائے ایک رسالہ علم طبعی کہ اب وہ بھی منسوخ ہے انکی اور کوئی تالیف و تصنیف نظر نہیں آتی شاید انکا سبب کسیقدر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سررشتہ تعلیم کے متفرقات کام بہت کرتے رہے انہیں میں بائبل کے ترجمہ کی عبارت کی درستی بھی ہے جو ریلجس بک سوسائٹی مشن پنجاب کی فرمایش سے کی تھی۔ زیادہ تر حسرت دلانیوالی بات یہی ہے کہ حضرت کے چار صاحبزادوں میں سے ابھی کسی نے ایسی لیاقت حاصل نہیں کی کہ جس سے یہ امید ہو سکے کہ وہ اپنے والد بزرگوار جیسے اعزاز کو پہونچیں یا اسکو قایم رکھ سکیں۔ علم و فضل اور جاہ و عزت مولویصاحب موصوف کی افسوس ہے کہ انہیں کے دم کے ساتھ ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

اب دریبہ کی سیر فرمائیے۔ پنجمنزلے سے آگے بڑھکر بائیں طرف کوچہ استا حامد جو جامع مسجد کا معمار تھا اسکے نام سے مشہور ہے اسمیں سادہ کاروں کے مکان ہیں اس سے آگے تنہ راہہ واقع ہوتا ہے شفاخانہ کا احاطہ برابر دائیں ہاتھ چلا آرہا ہے تنہ راہہ پر پہنچکر دائیں ہاتھ شفاخانہ کے قریب قریب اس سڑک میں رستہ جاملا ہے جو جامع مسجد سے شمالی جانب آکر چاندنی چوک جانیوالی سڑک میں آملی ہے الغرض سڑک جسپر ہم آرہے تھے دریبہ میں پہنچگئی ہے اس سرے سے

دریبہ کلاں

شروع ہو گیا ہے غدر سے پہلے اس بازار کا نام دریبے بہا تھا اب اس کو دریبہ کہتے ہیں ۔ گو یہ بازار

تردوشٹی کو سراوگیوں کے مذہب کے موافق اس مندر میں مہاراج براج دان ہوئے ہیں۔ اس مندر کو سنہری کلس سے آراستہ کیا ہے۔ اندر بہت سے مکانات بنے ہیں مگر سراوگی غیر مذہب کو مندر کے اندر جانے دینے میں ادھرمی کی بات جانتے ہیں اسلئے اندر کی کیفیت نہیں لکھ سکتے۔ کوچہ سیٹھ سے آگے دائیں جانب احقر کے مطبع کے متعلق

دوکانِ اسلامیہ

ہے جس میں تجارتی کتابیں رہتی ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اس خاندان کے دیگر بزرگوں کی تصانیف اور کتب دینیات و تصوف وغیرہ فروخت ہوتی ہیں

دوکان کی فہرست

آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتی ہے

دوکانِ اسلامیہ کے مقابل

حافظ محمد اسحاق صاحب روشنائی مصطفائی

کی دوکان ہے۔ اول درجہ کی سیاہی جو روانی اور چمک میں بے نظیر ہے اور اعلیٰ قسم کے قلم فروخت ہوتے ہیں۔ آپ کی دینداری اور خوش معاملگی قابلِ تعریف ہے اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

گلاب گندھی کی دوکان

ہے اس کا عطر دور دور مشہور ہے۔ بہت پرانی اور نامی دوکان ہے۔ یہاں سے چورانوے قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کناری بازار

آتا ہے یہ بازار بہت مشہور و معروف ہے اسکی وسعت اَور بازاروں جیسی نہیں ہے مگر آبادی اور رونق زیادہ ہے۔ اسمیں اکثر گوٹہ والے۔ ٹوپی والے۔ کانچ والے وغیرہ بیٹھتے ہیں اسکے اندر حسبِ ذیل محلہ آتے ہیں اول بائیں جانب کوچہ عالم چند پھر گلی انار (اسمیں سے دھرم پورہ کو رستہ جاتا ہے) اس سے بائیں جانب چھتہ پرتاب سنگھ ہے اسمیں بابو ہر گوپال سنگھ صاحب

برین تقسیم اگر حجت کند کس | زحاکم منع کردندش مسلماں
الٰہی تا بجشراین را نگہدار | زبیع و رہن و غصب و جملہ نقصاں
بگو سال از سر اللہ نقشی | مساکیں جائے بدرالدین علیخاں

اس کوچہ میں

خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب سب رجسٹرار- میونسپل کمشنر فیلو پنجاب یونیورسٹی

کا مکان ہے- خان صاحب موصوف بخشی محمد انعام اللہ خانصاحب کے صاحبزادہ ہیں جو زمانہ سابق میں ریاست الور میں بخشی فوج تھے- لائق فائق- انگریزی خواں- متوسا ے شہر میں سے ہیں گورنمنٹ کی جانب سے سب رجسٹراری اور آنریری اکسٹرا اسسٹنٹی کے عہدہ پر ممتاز ہیں- شاہ ولی النبی صاحب نقشبندی سے ارادت رکھتے ہیں- فقیر دوست- منکسر آدمی ہیں- کچھ عرصہ سے بزرگان دین کے مزارات کی مرمت اور زیارت کا بہت شوق ہے- فقرا کی عزت- بزرگان دین کے آستانوں کی خدمت کو اپنے لئے سعادت کا باعث جانتے ہیں-

اس کوچہ کے متصل بائیں جانب-

الف خان صاحب سیاہی فروش

کی دوکان ہے- اعلیٰ درجہ کی سیاہی- قلم واصلی- بیش قیمت ٹوپیاں فروخت ہوتی ہیں- یہاں سے تقریباً گیارہ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب-

کوچہ سیٹھ

واقع ہے اس میں تمام ہندو ہی ہندو رہتے ہیں- اس میں

جینیوں کا چھوٹا مندر

ہے اسکی تیاری پوہ سدی دوج سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں شروع ہوئی اور سمت ۱۸۹۱ میں متی منگسر بدی

کا مکان ہی آپ دہلی کے مشہور ساہوکاروں اور اہل ہنود رئیس صاحبان کے معزز رؤسائے شہر دہلی میں سے ہیں
اعلیٰ درجہ کے رئیسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ گڑھ والوں کا خاندان مشہور ہے جس سے شہر کا بچہ بچہ
واقف ہی۔ نہایت لیئق۔ منکسر المزاج متواضع رئیس ہیں اور اپنے خاندان کے گدی نشین ہیں
کناری بازار سے آگے بڑھکر بائیں جانب۔

مسجد شرف الدولہ

واقع ہی یہ مسجد سرِراہ قائم ہے اونچی کرسی دیکر بنائی ہے اسکے نیچے دوکانیں واقع ہیں نہایت خوبصورت
خوش منظر مسجد ہے چونہ اور اینٹ سے بنی ہے مگر بُرج سنگین ہیں سنگِ مرمر کے معلوم ہوتے ہیں مگر
کچھ ایسی زردی لئے ہوئے ہیں کہ اسکے سُنہری کلسوں اور پتھر کے رنگ میں شبہ پڑتا ہے سکناری
بازار کی طرف کا بُرج تقریباً ۲۲ برس کا عرصہ ہوا بارش کے صدمہ سے ٹوٹ گیا تھا بارہ برس کا
عرصہ گزرا کہ پھر بنوایا گیا ہے ایک ردہ اُس بُرج میں کم ہے اسیواسطے چھوٹا ہے غدر سے پہلے اس کے
متعلق ایک مدرسۂ اسلامیہ بھی تھا مگر اب اُسکا پتہ تک نہیں ہی اسکی پیشانی پر سنگِ مرمر پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

در زمانِ شہِ خورشید سریر — ظلِ حق شاہ زمین شاہِ زماں
ناصر الدیں کہ محمد شاہ است — تیغ او کردہ شکن دردِ ذراں
شرف الدولہ بنا فرمودہ — مسجد و مدرسۂ عالیشاں
این دو بیت الشرف علم و عمل — ہمچو سعدینِ فلک کردہ قراں
سالِ تاریخ بنا گفت خرد — قبلۂ حج ارادت کیشاں

مسجد سے آگے بڑھکر دائیں جانب گلی کنجس پھر کڑہ شروع آتا ہے یہیں ایک مسجد اور مسجد متعلق ایک کنواں
ہے اور اسی محلہ میں لالہ جگلی مل تاجر کتب کا مکان ہی یہیں کتابیں فروخت ہوتی ہیں یہ کڑہ شروع
سے آگے بائیں جانب کوچۂ جٹمل واقع ہے پھر۔

خونی دروازہ

آجاتا ہی یہ دروازہ دریبہ کے سرے پر واقع ہی کبھی محراب دار بنا ہوا تھا اب دونوں طرف کے پائے باقی ہیں کہتے ہیں کہ
نادر شاہ کے حکم سے اس جگہ قتلِ عام ہوا ہزاروں جانوں کا خون ہوا اسلئے اس دروازہ کو
خونی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکے سامنے بڑا بازار ہے جس میں چاندنی چوک وغیرہ سب
شامل ہیں یہ بازار قلعہ کے لاہوری دروازہ سے فتحپوری تک تقریباً ۱۶۰۰ قدم
کے طول میں واقع ہے شاہی زمانہ میں کئی بازار الگ الگ ناموں سے مشہور تھے

سپرنٹنڈنٹ میونسپل کمیٹی رہتے ہیں اور یہیں

رائے صاحب بابو جگل کشور صاحب وکیل و میونسپل کمشنر

کا مکان ہے۔ رائے صاحب قوم کائستھ کے اعلیٰ اشخاص میں سے ہیں شہر کے مشہور لیڈروں (وکیلوں) میں سے سمجھے جاتے ہیں میونسپل کمشنر بھی ہیں۔ اس خدمت کے صلہ میں رائے صاحب کا اعزازی خطاب حاصل کیا ہے۔ اسی جگہ

لالہ سلطان سنگھ صاحب میونسپل کمشنر

رہتے ہیں۔ لالہ صاحب جینی صاحبان کے اعلیٰ ممبروں میں سے ہیں۔ آپکے بزرگان محکمہ کمسریٹ کے بڑے مشہور اور عزت دار گماشتہ تھے۔ لالہ صاحب موصوف بہت لائق نوجوان شہر اور میونسپل کمشنران میں شمار ہوتے ہیں چھتہ پرتاب سنگھ کے محاذ میں دائیں جانب دھوبی واڑہ ہے۔ اس میں

نواب غلام نبی بخش خاں صاحب مرحوم

کی دلان ہے۔ نواب زین الرحمن خاں صاحب کا مکان ہے جو کہ متولی اور مالک مسجد روشن الدولہ و دکا کین زیر مسجد کے ہیں۔ خوش اخلاق۔ ملنسار۔ لائق وفائق نوجوان ہیں۔ مسجد مذکور میں ایک مختصر سا مدرسۃ القرآن بھی جاری کر رکھا ہے۔ طلباء کو وظیفہ بھی دیتے ہیں۔
دھوبی واڑہ سے آگے بائیں جانب چہلپوری ہے اسمیں

بابو راج نرائن صاحب بیرسٹرایٹ لا

رہتے ہیں شہر کے نامی اشخاص اور بیرسٹروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آگے بڑھکر دائیں جانب کٹرہ روشن الدولہ اور پھر بائیں جانب ستائیس گھرہ اور کٹرہ خوشحال رائے اور نوگھرہ ہے آگے کائستھ بنک واقع ہے۔ پھر یہ رستہ چھوٹے دریبہ۔ مالیواڑہ ہوتا ہوا نئی سڑک کو قطع کرتا بازار بلیماران میں جانکلتا ہے مالیواڑہ میں

رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب ہوگڑ والہ میونسپل کمشنر وآنریری مجسٹریٹ

سے آتے ہیں قلعہ کے لاہوریدروازہ کے سامنے بتا چکے ہیں۔

دریبہ سے آتے ہوئے خونی دروازہ سے بائیں جانب چلتے ذرا آگے چلکر بائیں جانب

سکھون کا مندر

ہے یہ مندر سمبت بکرمی مطابق ۱۶۷۵ء مین بنا ہے اس جگہ تیغ بہادر سکھون کے نوین گرو کی سمادھ ہے اور سکھون کی متبرک کتابین گرنتھ صاحب رکھی ہین۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ صاحب جیند و نابھہ اسکے خرچ کے متکفل ہین کہتے ہین کہ اورنگ زیب عالمگیر کے وقت مین تیغ بہادر کا سر کاٹا گیا اور جہان جہان خون کے قطرے گرے سکھ لوگ اسکو ادب کا مقام خیال کرتے ہین انکا سر کوئی انہین کا چیلا اورنگ آباد لیگیا اور دھڑ موضع رکاب گنج بیرون اجمیری دروازہ ضلع دہلی مین مدفون ہے وہان بھی ایک مندر بنا ہے سنتے ہین کہ اسی مندر کے مغربی گوشہ مین ایک مسجد تھی جو غدر کے بعد منہدم کر دی گئی اور پھر وہ جگہ مندر مین شامل کی گئی۔

کہتے ہین کہ مقدمہ بھی ہوا مگر راجہ لوگ اپنی کوشش مین کامیاب ہوئے۔

اسکے متصل اسی لین مین۔

کوتوالی

ہے یہ موقعہ ہمیشہ آفت خیز رہا ہے ایک زمانہ میں یہاں دریا چلتا تھا اور بھنور پڑتا تھا سینکڑوں کشتیاں غرق ہوتی تھیں پھر جنگل ہوگیا اور شیر لگنے لگا پھر ایک عرصہ تک یہیں مدرسہ اسلامیہ رہا اور مولانا نظام الدین عرف کالے صاحب نبیرہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب علیہ الرحمۃ اسکے متولی رہے۔ اب کوتوالی ہے۔ لوگ پکڑے جاتے ہیں اور عذاب بھگتے ہیں۔ اسکی پانچ شاخیں پانچ موقعوں پر واقع ہے۔ قاضی کا حوض فیض بازار۔ کشمیری دروازہ۔ پہاڑ گنج۔ سبزی منڈی۔ اسکے متعلق حسب ذیل پولس ہے۔ دو انسپکٹر چار ڈپٹی انسپکٹر۔ پچاس سارجنٹ۔ چارسو ستر کانسٹبل۔ یہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ کا دفتر ہے۔ تمام پولیس کا ماہواری خرچ تقریباً [illegible] اور سالانہ خرچ [illegible] روپیہ ہے جو کمیٹی دیتی ہے

اس کے متصل اسی جانب

سُنہری مسجد کوتوالی

ہے یہ مسجد نہایت دلچسپ سربازار واقع ہے اگرچہ صرف چونہ اور اینٹ کی بنی ہے مگر نہایت خوش وضع تعمیر ہوئی ہے اسکے برج سنہری ہیں اسی سبب سے سنہری مسجد کہلاتی ہے۔ اسکو نواب روشن الدولہ ظفر خاں مرحوم

قلعہ سے نکل کر اُردو بازار شروع ہوتا تھا کوتوالی کے موقع پر ترپولیہ اور کوتوالی کا بازار کہلاتا تھا۔ گھنٹہ گھر کے موقعہ پر چاندنی چوک مشہور تھا فتحپوری کے سامنے فتحپوری بازار سے نامزد تھا اسوقت تمام بازار چاندنی چوک ہی نام سے مشہور ہے۔ یہ بازار نہایت وسیع ہے۔ اِدھر اُدھر سڑکیں بیچ میں پٹی ہوئی نہر جاتی ہے۔ اس بازار میں بڑے بڑے سوداگروں اور جوہریوں کی دوکانیں ہیں۔

خونی دروازہ سے نکلکر دائیں طرف چلئے قلعہ کی طرف جارہے ہیں دائیں طرف دوچار قدم چلکر سرکاری۔ انگریزی یونیورسٹی وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی ہیں اور آگے بڑھئے تو اسطرف کوچہ گھنٹہ ہے اس سے آگے ایک بڑی عالیشان حویلی میں **ہندو کالج** واقع ہے اسمیں بے۔اے تک تعلیم ہوتی ہے اسکے بانی مبانی رائے بہادر لالہ سرکشن داس صاحب گڑوالے ہیں۔ نہر کے اُس طرف گھر جا گھر۔ اس کے آگے۔

دہلی لندن بنک

واقع ہے۔ یہ اصل میں شمرو کی بیگم جاگیردار سردھنہ کی کوٹھی ہے۔ پھول بنے۔ نہر مکانات سے آستانہ نہایت اونچی کرسی دیکر بنائی گئی ہے ۱۸۲۲ء سے اسمیں بینک ہے۔ دہلی لندن بینک سے آگے۔

پتھر والا کنواں

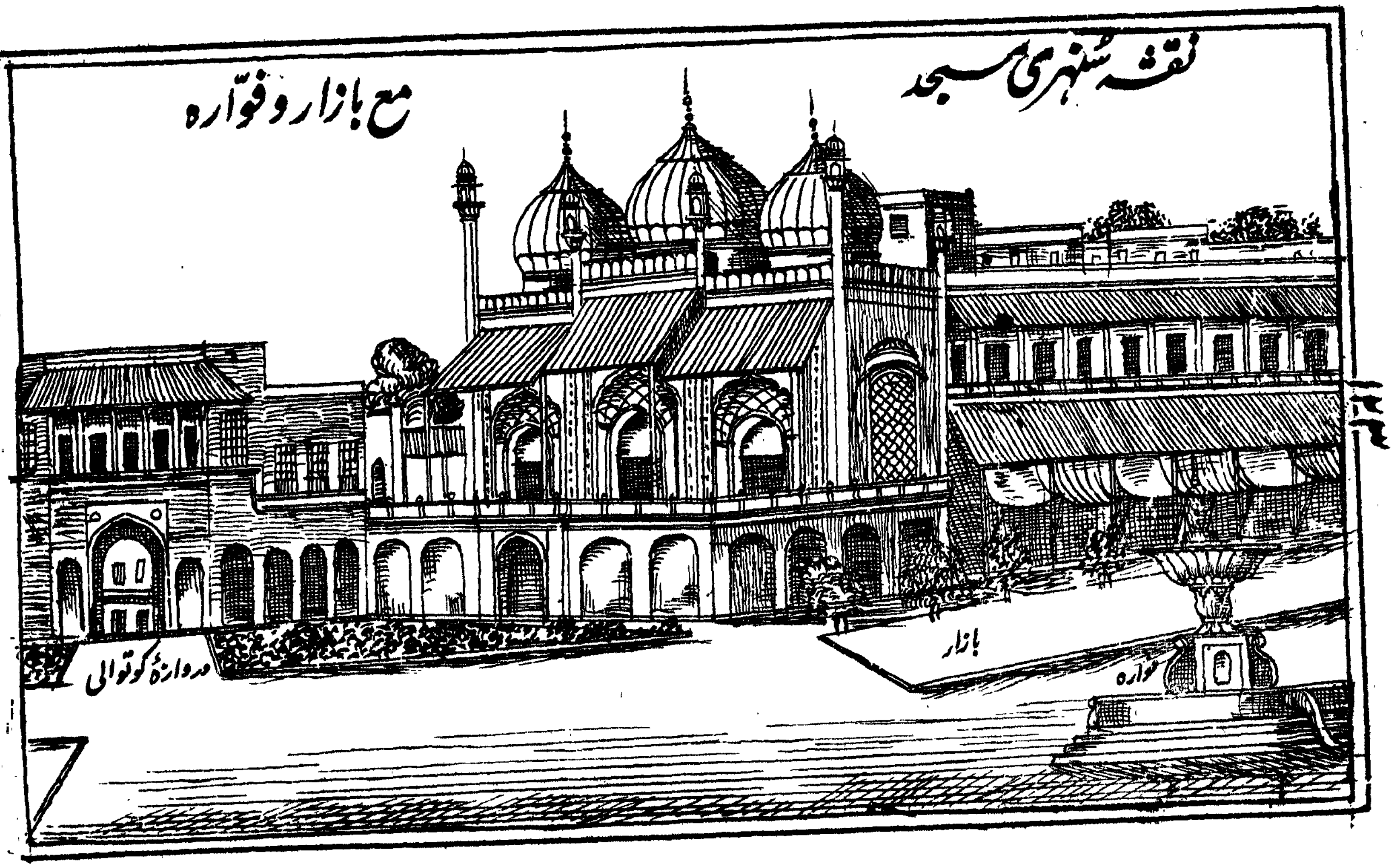
مشہور ہے اسکا پانی نہایت ہلکا اور شیرین ہے اکثر سارے شہر اسی کا پانی پیتے ہیں۔ صبح سے شام تک خوب جمگھٹ رہتا ہے اس سے آگے بائیں طرف۔

آپا گنگادھر کا شوالہ

ہے اس کو آپا جی گنگادھر مہاراشٹ برہمن ساکن پونا نے تقریباً سو اسو برس ہوئے جب بنایا ہے۔ ساون کے ہر سوموار اور شو راتری کو اس میں بہت کچھ رونق ہوتی ہے کنوار بدی اکادشی سے ماوس تک سانجھیاں اور جھانکیاں نکلتی ہیں تمام شوالہ شیشہ آلات سے سجایا جاتا ہے اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ اس میں جمنا مندر اور گوپال جی کے مندر بھی شامل ہیں اس شوالہ کا گذارا صرف چڑھاوے پر ہوتا ہے اس کے متصل

سراوگیوں کا مندر

ہے سرخ رنگ بھرا ہی سنتے ہیں کہ ایکسو پچاس برس کی تعمیر ہے۔ مندر ہی پنچراہٹہ واقع ہے جسکو ہم ٹھنڈی سڑک


نقشہ سنہری مسجد
مع بازار و فوّارہ
دروازۂ کوتوالی
بازار
فوارہ

نے ۱۱۳۴ھ ہجری میں بنوایا ہے اسکے پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بعہدِ بادشاہِ ہفت کشور — سلیماں فر محمد شاہ داور
بہ نذرِ شاہِ بھیکہ آن قطبِ آفاق — شد این مسجد بزینت در جہاں طاق
خدا بانی است لیک از روی احساں — بنام روشن الدولہ ظفر خاں
بتاریخش ز ہجرت تا شمار است — ہزار و یکصد و سی و چہار است

خدا کی شان ہے یا وہ زمانہ تھا کہ نادر شاہ نے اسمیں بیٹھکر قتل عام کا حکم دیا تھا۔ خدا کے گھر میں سے قہاری فرمان جاری ہوتے تھے تمام شہر میں ملک الموت کا پہرا تھا یا اسوقت رحمت نازل ہو رہی ہے دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

مدرسۂ امینیہ

قائم ہے۔ مدرس عربی فارسی کی جملہ کتابیں پڑھاتے ہیں۔ یہہ مدرسہ ۱۳۱۵ھ ہجری سے قائم ہے مولوی امین الدین صاحب نے اپنی غایت سعی اور نہایت کوشش سے جاری کیا ہی غریب سہی ہے لیکن خواندگی کے اعتبار سے شہر کے اور متموّل مدارس کی نسبت بسا غنیمت ہے۔
ہم سڑک کی طرف سے مسجد کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں بازار کی طرف کا رُخ خوب واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور سڑک اور بیچ میں کے درخت برابر دکھائی دیتے ہیں۔
اس مسجد کے سامنے چوک پڑتا ہے بیچ میں

فوّارہ نارتھ بروک

واقع ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ برس کا بنا ہوا ہے۔ دس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہی اسکے اوپر دہات کا نہایت وزنی کٹورہ ہے پھول پتے بنے ہیں تمام فوّارہ پر سمنٹ (انگریزی مٹی) سے استرکاری ہو رہی ہے سُنتے ہیں کہ دلی میں یہ مٹی اوّل اسی فوّارہ کیلئے آئی تھی اسکے محاذ میں مشرق کیجانب سڑک کے گوشہ پر

راما تھیٹر

واقع ہے عجیب و غریب خوش منظر نہایت بلند عمارت ہی ۱۸۹۰ء میں رائے بہادر

کمیٹی نے اسکو ایسٹ انڈیا ریلوے کے ہاتھ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے کو فروخت کر دی۔ اس کے متصل ترا ہہ واقع ہی بیچ میں چوکی جنگی واقع ہے ایک راستہ دریا کی طرف جاتا ہے اور ڈاکخانہ کے قریب پل کے پاس چوراہے سے ملجاتا ہے چوکی جنگی کے محاذ میں شمالی جانب کاٹ کا پل ہے نیچے کو ریل جاتے ہی بہت بڑا لمبا پل بنایا ہے اسپر سے اتر کر کچہری ضلع اور کشمیری دروازہ۔ گنڈہ وغیرہ جاتے ہیں۔ چوکی کے متصل ملکہ کے باغ کا دروازہ ہی۔ اب باغ کے قریب قریب اسٹیشن کی پہ چلئے تھوڑی دور چلکر

ریلوے اسٹیشن

آجاتا ہے یہ اسٹیشن بہت بڑا اور خوبصورت بنا ہوا ہی۔ اسٹیشن اور دریاے جمن کا پل (جو ۲۶۶۰ فٹ لمبا ہے اور ۱۶۶۰۳۵۵ اروپے کی لاگت سے) ۱۸۶۶ء میں بنکر تیار ہوا اور یکم جنوری ۱۸۶۷ء کو یہ پل جاری ہوا غرض دور دور تک اتنا بڑا اور ایسا خوشنما دوسرا اسٹیشن نظر نہیں آتا اور روز بروز وسعت ہوتی جاتی ہے آجکل تو کیا کہنا ہے بہت بڑا وسیع جنکشن ہوگیا ہے نیز اور بھی بڑھائے جانے کی خبریں ہیں۔ ۱۹۰۳ء سے تمام اسٹیشن پر بجلی کی روشنی قائم کی گئی ہے تقریباً ۳۸ ہنڈ روشنی کے ہیں اسوقت علاوہ مال گاڑیوں کے ۴۳ سواری گاڑیوں کی آمد برآمد ہے۔ یہ اسٹیشن پانچ شاخوں کا جنکشن ہے۔ ایسٹ انڈیا ریلوے۔ نورتھ ایسٹرن ریلوے۔ راجپوتانہ مالوہ ریلوے دہلی مراد آباد ریلوے۔ سدرن پنجاب ریلوے۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پورب لین کی ۵ گاڑیاں آتی ہیں پانچ جاتی ہے۔ اسیطرح پنجاب لائن کی۔ پانچ آتی ہیں۔ پانچ جاتی ہیں۔ علی ہذا راجپوتانہ کی تین۔ دہلی مراد آباد کی دو۔ رہتک کی دو۔ کل ۴۳ گاڑیاں ہوئیں اسٹیشن کے متعلق بہت بڑا مسافرخانہ ہے۔ درجہ سوم کا ٹکٹ مسافرخانہ سے ملتا ہے۔ درجہ اول و درجہ دوم کا ٹکٹ اور پلیٹ فارم کا ٹکٹ اسٹیشن پر ملتے ہیں۔ گو

اسٹیشن کے قواعد

کا لکھنا ہماری تاریخ سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا مگر عام فائدہ کی غرض سے مختصر طور پر تحریر ہوتے ہیں
۱۔ تمام اسٹیشنوں پر مدراس کا وقت ہی جو کلکتہ سے تین منٹ پیچھے ہی اور الہ آباد سے سات منٹ پیچھے اور دہلی سے تیرہ منٹ آگے ہے آگرہ سے دس منٹ آگے۔ بمبئی سے تیس منٹ آگے ہی۔

لالہ رام کشن داس صاحب نے زر کثیر صرف کرکے بنائی ہے اسکے اندر عمدہ عمدہ رنگ آمیزی کی تصویریں بنی ہیں۔ تماشوں کے موقعہ پر گیس کی روشنی کیجاتی ہے۔ کل کے ذریعہ سے پنکھے چلائے جاتے ہیں۔ اس میں کمپنیاں تماشا کرتی ہیں اسکا دوسرا دروازہ برابر کی گلی میں واقع ہے اسی گلی میں

اندر پرست بنگالی سکول

ہے۔ ۱۸۹۶ء میں قائم ہوا۔ اس میں صرف بنگالی طلباء تعلیم پاتے ہیں جو تعداد میں تقریباً ۵۰ ہیں پانچ مدرس تعلیم دیتے ہیں وہ بھی بنگالی ہیں۔ اسکا تعلق کلکتہ یونیورسٹی سے ہے۔ بابو ہریچند گھوس ہیڈ کلرک دفتر ڈسٹرک انجنیر ریلوے اسکے سکرٹری ہیں ممبروں کی تعداد پچیس ہے۔ جس میں بابو ڈاکٹر ہیم چندر سین اور ہیم چندر سانیال صاحبان وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے متصل گاڑیوں کا اڈا گر لے ہے اسیں امپیریل میڈیکل ہال پریس ہے جسکو ڈاکٹر ہیم چندر سین صاحب نے جاری کر رکھا ہے اس کے برابر ڈاکٹر صاحب موصوف کا شفاخانہ ہے اس کے پاس شمال کی جانب

بازار کوڑیا پُل

واقع ہے اور سڑک کے دوسری طرف ملکہ کا باغ ہے ادھر بھی ایک دروازہ ہے کوڑیا پُل کے بازار میں عموماً بوٹ (انگریزی جوتا) بنانے والے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اب دائیں جانب آبادی ہے اور بائیں جانب ملکہ کے باغ کی چاردیواری۔ اسٹیشن کو جارہے ہیں۔ دائیں جانب کٹرہ شائستہ خاں برف خانہ۔ کٹرہ چاہ اندآرا۔ کلن کی چھوٹی سرائے۔ توپخانہ کی سرائے برف خانہ کی سرائے۔ آتے ہیں اس سے آگے۔

مور سرائے

ہے غدر سے پہلے اس جگہ کاغذی محلہ تھا۔ غدر کے بعد ۱۸۶۲ء میں ہملٹن صاحب کمشنر نے تقریباً ایک لاکھ پانسو سترہ روپے کی لاگت سے سرائے بنائی اور اسکا نام ہملٹن سرائے مشہور ہوا اسکے بعد مور صاحب انجنیر نے اسکے اوپر ہیتل کی تصویر لگادی اس وجہ سے مور سرائے کہنے لگے۔ ۱۹۰۱ء میں

کی نہر ہے اسکے دوسرے کنارہ پر

کیمبرج مشن دہلی

واقع ہے یہ مشن ۱۸۵۲ء میں قایم ہوا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں غت ربوہ سا ہو گیا تھا اسکے ۱۸۵۹ء میں پھر قایم ہوا اسکے احاطہ میں کئی چیزیں ہیں ایک بڑی کوٹھی جو بارہ ہزار کو نیلام میں خریدی گئی ہے یہ کوٹھی اصل میں نواب بہادر جنگ خان کی تھی جو ضبط ہو گئی تھی۔

ایک گرجا جسکا بنیادی پتھر ۱۸۶۵ء میں کلکتہ کے بشپ صاحب نے اپنے ہاتھ سے رکھا تقریباً ۱۰۵۰۰ روپیہ صرف ہوا اور اسی سال میں تیار ہو گیا اسمیں ایک اونچا چو پہلو منار ہے اوسمیں گھنٹہ لگا ہوا ہے وقت عبادت کے وہ گھنٹہ بجتا ہے اوسکی آواز عیسائی لوگ عبادت کیواسطے جمع ہو جاتے ہیں۔

ایک سینٹ سٹیفن کتبخانہ۔ اس میں عیسائی مذہب کی کتابیں رہتی ہیں۔

اس مشن کے متعلق ۱۸۵۹ء میں اسکلٹن صاحب نے کلاں مسجد کیطرف ہندو مسلمان کی لڑکیوں کی تعلیم کیلیے مشن کھولا۔ اور ریواڑی۔ کرنال۔ شملہ وغیرہ مختلف مقاموں میں اسکی شاخیں جاری ہیں۔

اسی کے متعلق ۱۸۶۷ء میں زنانہ شفاخانہ کھولا گیا اور ایک ڈاکٹر میم صاحبہ علاج کے لیے مقرر ہیں شفاخانہ کیلیے ۱۸۸۲ء میں چاندنی چوک کے اندر عمارت تیار کی گئی ۱۸۸۱ء میں ہائی اسکول جو چاندنی چوک میں ایک عرصہ سے قائم تھا کالج کلاس کھولی گئی۔ ۱۸۸۳ء میں نو عیسائیوں کے رہنے کو متعدد جگہ بستیاں بنائی گئیں۔ اول بستی پادری لیفرائے صاحب نے دریاگنج میں تعمیر کرائی۔ دوسری بستی مع گرجا اور مکان کینکسٹ پادری میٹلینڈ صاحب نے اجمیری دروازہ تیار کرائی۔ تیسری بستی سنہری منڈی میں بنی

اس مشن میں حسب ذیل پادری رہتے ہیں۔

۱۔ ریورینڈ ایس ایس آلنٹ صاحب۔ ۲۔ ڈبلیو ایس کیلی صاحب۔
۳۔ جی اے۔ ٹرٹن صاحب۔ ۴۔ این۔ اے مارشن صاحب۔ ۵۔ سی بیرنیٹر صاحب

۱۹۰۱ء میں اس مشن میں سے صلیب نکلی۔ عیسائی لوگوں نے اوسکے نکلنی کی نہایت خوشی منائی اور اپنے تمام متعلقین کو جمع کیا۔

مشن سے آگے کٹھی کا کٹرہ۔ مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کی مسجد۔ اس مسجد میں مولوی صاحب ہر پیر کو فجر کے چھ بجے سے دس بجے تک قرآن و حدیث کا وعظ فرماتے ہیں واقعی آپکا وعظ پرانے مولویوں کے وعظ کا نمونہ اور یادگار ہے اس سی آگے

۲۔تین برس تک کا بچہ مفت جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ بارہ برس تک کے بچہ کا نصف کرایہ لگتا ہے۔

۳۔اوّل درجہ کے مسافر ڈیڑھ من۔ اور دوم درجہ کے مسافر تیس سیر اور درمیانی درجہ والا بیس سیر اور تیسرے درجہ والا پندرہ سیر بوجھ مفت لیجا سکتا ہے۔ آدھے ٹکٹ والے بچوں کے لیے نصف بوجھ مفت ہو سکتا ہے۔

۴۔ جو لوگ لمبا سفر کرتے ہیں وہ سو میل چلکر چوبیس گھنٹے ٹھیر سکتے ہیں لیکن ٹھیرتے وقت اُن ریل کا نام اور وقت اور تاریخ روانگی اسٹیشن ماسٹر سے ٹکٹ پر درج کرائیں۔

۵۔ اگر کسیکو درجہ یا گاڑی (رزرو) یعنی خاص کرانی ہو تو اُنکو ہوڑا۔ اسٹیشن صاحب گنج۔ دینا پور گیا۔ الہ آباد ٹونڈلہ۔ دہلی انبالہ۔ کالکا کے اسٹیشنوں پر کم ازکم اڑتالیس گھنٹے پہلے اطلاع دینی ہوگی

ہدایت

کوئی شخص دو پیسے کا پلیٹ فارم لئے بغیر اندر نہ جائے۔ ٹکٹ لینے کے بعد ٹکٹ کو دیکھ لے اور اُسکا نمبر علیحدہ پاکٹ بک میں لکھ لے۔

اسٹیشن سے آگے باغ کے ختم پر تراہہ واقع ہے۔ سیدھی مغربی سڑک کابلی دروازہ جاتی ہے جنوبی سڑک فتحپوری جاتی ہے اسکے شرقی گوشہ پر ملکہ کے باغ کا دروازہ اور غربی گوشہ پر احمد بائی کی سرائے واقع ہے۔ یہ سرائے دُور دُور مشہور ہے۔ آگے احمد بائی کی مسجد پھر اسکے متصل شب سہارے کی سرائے ہے آگے ایک گرجا اور سینٹ سٹیفنز کتب خانہ کا دروازہ ہے اور بائیں طرف

گلی باغ دیوار

واقع ہے اسکے گوشہ پر سرائے دوارکا داس ہے۔ یہ گلی نیل کے کٹرہ کو جاتی ہے اس کے اندر نہایت عالیشان دھرم سالہ ہے۔ جھنامل والوں میں سے لالہ امراؤ سنگھ صاحب نے بنوایا ہے نہایت خوبصورت مستحکم عمارت ہے۔ اکثر اہل ہنود بیرونجات سے آکر یہاں ٹھہرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ غربا کے لئے سدا برت جاری ہے۔

گلی باغ دیوار اور سرائے دوارکا داس سے آگے چلکر دائیں طرف گندھی گلی آتی ہے اس میں لالہ سالک رام صاحب وکیل اور رائے لچھمن داس صاحب ڈسٹرکٹ جج کا مکان ہے۔ آگے پھر سڑک فتحپوری سے جا ملی ہے۔

اب احمد بائی کی سرائے کے پاس تراہہ سے غربی سڑک پر کابلی دروازہ کیطرف چلیئے۔ بائیں ہاتھ سعادت خاں

کو میں جنکا مزار اورنگ آباد میں ہے اور شاہ دوست محمد صاحب خلیفہ ابوالعلی صاحب کے تھے۔ تقریباً دوسو برس سے آپ کا یہاں مزار ہے۔ آپکا ۲۵ و ۲۶ جمادی الثانی کو عُرس ہوتا ہے شاہ فرہاد صاحب کے ایک خلیفہ مولانا برہان الدین صاحب تھے جن کا مزار مقدس موضع بختیار پور ضلع لکھنؤ میں ہے اور مولانا برہان الدین صاحب کے دو خلیفہ تھے شاہ عزت اللہ صاحب دوسرے خلیفہ رکن الدین عرف گھسیٹا صاحب عظیم آبادی۔ شاہ عزت اللہ صاحب کا مزار قصبہ بگڑ ضلع شیخاواٹی ریاست جیپور میں واقع ہے ان کے دو خلیفہ ایک ارادت اللہ شاہ صاحب اونکے خلیفہ قمر الدین صاحب اون کے خلیفہ شاہ سلطان صاحب اور اون کے خلیفہ شاہ حاجی صاحب اونکے خلیفہ شاہ الٰہی بخش صاحب اونکے خلیفہ شاہ عبداللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن سے سلسلہ اور فیض ابتک موضع جھنجھنوں ضلع شیخاواٹی ریاست جیپور میں باقی ہے۔ اور شاہ ارادت اللہ صاحب کے دوسرے خلیفہ محمد قاسم عرف شیخ حالی اونکے خلیفہ جمعدار محمد شفیع خاں صاحب انکے خلیفہ محمد حسن صاحب انکے خلیفہ آغا محمد داؤد صاحب حیدرآبادی۔ آغا محمد داؤد صاحب کی ذات بابرکت سے فیض اور سلسلہ شاہ فرہاد صاحب کا بڑے زور شور سے حیدرآباد میں قایم ہے آپ بہت بڑے مخیر۔ نیکبخت۔ صالح۔ صاحب فیض ہیں آپ ہی نے اپنی ذات خاص سے اس باغ کو جس میں شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمۃ کا مزار ہے ... روپیہ کو خرید کر کے پیرجی فیض محمد ابن میاں حسام الدین صاحب مرحوم جانشین شاہ عزت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفویض میں دیدیا ہے پیرجی صاحب موصوف ضلع شیخاواٹی علاقہ ریاست جیپور کے رہنے والے ہیں حضرت شاہ فرہاد صاحب کی مزار کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور جو کہ باغ سے ... سالانہ وصول ہوتا ہے کام میں لاتے ہیں منڈی کے قریب مغلپورہ میں آٹے کی میل کے متصل چھوٹی سی مسجد کی پُشت پر احاطہ کے اندر

حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ

کا مزار ہے۔ آپ مجددی نقشبندی تھے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ علیہ تک چھ واسطوں میں پہونچتا ہے۔ آپکے والد ماجد کا نام احسان اللہ انکے والد کا نام شیخ محمد اظہر المخاطب بہ نواب اظہر الدین خانؒ انکے والد کا نام شیخ محمد تقی۔ انکے والد کا نام حضرت دلیل اللہ الصمد شیخ عبدالاحد المعروف بشاہ گل و المتخلص بوحدتؒ۔ انکے والد کا نام حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعیدؒ۔ ان کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور آپ کا سلسلہ باطنی پانچ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تک اس طرح پونچتا ہے

بارہ دری - اسمیں ہندو مسلمان امیر غریب سب طرح کے لوگ رہتے ہیں نیز یہ گلی حبش خان کے پھاٹک میں جا نکلتی ہے - آگے چلکر دائیں طرف **ریل کا پُل** ہے اور یہ سیدھی سڑک **کابلی** دروازہ چلی گئی ہے - کابلی دروازہ کے متصل -

بھولو شاہ کا مزار

ہے آپ قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں سنہ ۱۲۰۱ھ میں انتقال ہوا **مستِ روزِ الست** سے تاریخ وفات نکلتی ہے - آپ کے مزار کے برابر آپکے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے انکے برابر انکے صاحبزادہ شاہ غلام محمد صاحب مدفون ہیں - ۱۹ محرم کو بھولو شاہ صاحب کا عُرس ہوتا ہے اب پھر رستہ دونوں طرف پھٹ گیا ہے - سیدھا راستہ

سبزی منڈی

کو جاتا ہے - یہ بہت بڑی منڈی ہے - چونکہ اس طرف باغات وغیرہ زیادہ ہیں - ہر قسم کا میوہ اور ہر طرح کی ترکاری افراط کے ساتھ موجود رہتی ہے آموں کے موسم میں دُور دُور سے آنبہ آتے ہیں اور اسی جگہ فروخت ہوتے ہیں اور بہ نسبت اور جگہوں کے ارزانی کے ساتھ ملتے ہیں - اسجگہ خاصی آبادی ہے مستقل قصبہ معلوم ہوتا ہے ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں - اگرچہ اصل شہر سے فاصلہ پر ہے مگر آبادی بڑھتے بڑھتے اسوقت یہ قصبہ اور شہر دونوں ایک ہی سمجھے جاتے ہیں - اس طرف کئی باغ مشہور اور سیر کے قابل اور کئی بزرگوں کے مزار زیارت کے لائق ہیں -

جیسے **محلدار خاں** اس میں بہت بڑا اور خوبصورت حوض بنا ہوا ہے **روشن آرا** عجب روش کا باغ ہے اس باغ کے متصل حضرت باز ید اللہ ہُو کا مزار ہے - آپ چشتیہ خاندان کے بہت بڑے باکرامت بزرگ گزرے ہیں - آپ کا عُرس بھی ۹ جمادی الاول کو ہوتا ہے **چیٹھی نویس** کا مختصر سا باغ ہے مگر چمن بنا ہوا ہے اسکی کوٹھی اور چھوٹا سا حوض قابلِ دید ہے - اس باغ کے متصل دوسرے باغ میں مغرب کی جانب

شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے - آپ بہت باخدا عارف کامل ابو العلائی خاندان میں سے ہیں آپ خلیفہ شاہ دوست محمد صاحب کے

ثم المدنی سے ہوا۔ سبزی منڈی گلی کمہار والی کے قریب

شاہ عبدالرزاق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے قادریہ خاندان کے بزرگ ہیں ۱۴ شب ۵ روز صفر المظفر کو آپکا عرس ہوتا ہے
بھولو شاہ کے مزار سے بائیں طرف تیلی واڑہ کو رستہ جاتا ہے بیچ میں

حافظ عبدالرحمن صاحب قادری علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے بیان کیا جاتا ہی کہ بڑے مستند اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں آپکی تعریف تحریر و تقریر سے باہر ہے
آپ کی نسبت لوگوں کی زبانی اور بہت کچھ سُنا جاتا ہے مگر تحقیق حال مفصل ہمکو کسی جگہ سے دستیاب
نہیں ہوا۔
اب ریل کے پُل پر چلیئے۔ پُل اوتر کر تراہہ ہو جاتا ہے۔ دائیں طرف گندہ نالہ۔ مدرسہ مولوی عبدالرزاق
کو رستہ جاتا ہے۔ بائیں طرف بھولے دروازہ کو سڑک جاتی ہے۔ سیدھی سڑک موریدروازہ کو
جاتی ہے۔ اسی طرف چلیئے۔ دائیں ہاتھ

شیخ سبحان بخش صاحب کا نارتھ بروک ہوٹل

ہے۔ اس میں سب قسم کے لوگ ٹھیرتے ہیں آگے بڑھکر متصل ہی موریدروازہ ہے یہ دروازہ
ٹوٹ گیا ہے۔ اس سے آگے چلکر متعدد سڑکیں ہیں جو ڈویژنل کورٹ۔ پولیس لین
کوٹھی جناب کمشنر صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر اور دیگر مقامات میں جاتی ہیں
ایک طرف مورننگ پوسٹ۔ لاری ہوٹل ہوتی ہوئی سبزی منڈی چلی گئی ہے۔
اس سڑک سے راستہ پھٹتا ہے جو مندر بھیروں جی ہوتا ہوا فتحگڈہ پھونچ جاتا ہے۔ یہ

فتحگڈہ کا مُنارہ

قابل دید عمارت ہی تمام سنگ سرخ سے بنی ہی۔ نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے اسکے پانچ درجے ہیں
چاروں طرف زینے بنے ہیں اوپر جانیکے لیئے اندرونی زینہ قائم ہے اسکے اوپر بیٹھکر تمام شہر کا
بخوبی نظارہ ہوسکتا ہی یہ عمارت غدر کے اُن لوگونکی یادگار میں تعمیر ہوئی جو غدر ۱۸۵۷ء میں مئی سے ستمبر تک مارے گئے

آپ کو فیضِ باطن حاصل ہوا حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے انکو حضرت خواجہ محمد زبیر سے انکو حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی سے - انکو حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم سے - انکو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے غرض کہ شاہ صاحب علاوہ شرافت حسبی و نسبی و فضائل علم ظاہری کے سلوک باطنی میں بھی اپنے وقت کے وحید صاحب نسبت تھے - چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلی علیہ الرحمۃ نے آپکی تعریف میں کتاب سیر المرشدین کے حاشیہ پر یوں فرمایا ہے کہ "حضرت شاہ محمد آفاق سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں ہیں اس خاندان کی نسبت سرگرمی کے ساتھ حاصل کی ہے - اور اسوقت حلقہ اور مراقبہ اور افادہ نسبت میں ممتاز ہیں"-) شاہ صاحب کے مرید ہزارہا اور خلفاء بے شمار تھے جن کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجایش نہیں اون میں صرف دو خلفاء کے نام نامی لکھے جاتے ہیں جن کے تمام ہندوستان میں مرید اور مریدانِ مرید اور صدہا خلفاء اکمل اور خلفاؤں کے خلفاء با فیض موجود ہیں اول مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی - دوسرے مولانا شاہ نصیر الدین صاحب دہلوی جن سے حاجی امداد اللہ صاحب حنفی مہاجر بیت اللہ نے اول ہی اول بیعت اور استفاضہ حاصل کیا ہے زمان شاہ کابل کا بادشاہ - شاہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتا تھا جس کا مزار سرہند شریف میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے سامنے ایک بڑے گنبد میں ہے شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۶۰ھ ہجری میں ہوئی تھی اور ۷ محرم الحرام روز چہارشنبہ ۱۲۵۱ھ ہجری کو وفات ہوئی اور اسی تاریخ کو آپ کا عُرس ہوتا ہے - اس رباعی سے آپ کی تاریخ انتقال نکلتی ہے -

چون جنابِ شاہِ آفاق از جہاں کرد رحلت سوے جنّاتِ نعیم
گفت سالِ رحلتش خیرِ حزین خلد را ماوا ے او کن اے کریم

حضرت کا جہاں اب مزار ہے اس جگہ حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کو (جو کہ آپ کے دادا پیر تھے) غسل دیا تھا اور تختہ غسل کا اسی جگہ رکھا تھا اس جگہ کو حضرت نے نہایت عقیدتمندی کے ساتھ خواجہ صاحب کی اولاد سے تبرکاً خرید فرمایا تھا اور وصیت کی تھی کہ بعد انتقال کے اسی جگہ دفن کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا - آپکی دو صاحبزادیاں بی بی امت العائشہ بیگم عرف مینڈھو جو میاں نثار رضا بن نثار احمد سے منسوب تھیں اور دوسری بی بی امت الفاطمہ بیگم عرف بنّی صاحبہ بہ شیخ احمد رسا بن میاں میر بادشاہ سے بیاہی گئی تھیں انکے بطن سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں - اول گوہر آرا بیگم جو میاں عزیز احمد صاحب کے نکاح میں آئیں دوسری گیتی آرا بیگم جنکا عقد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی

نواسہ حقیقی حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی جو نبیرہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر بیت اللہ اور اولاد حضرت سید امام ناصر الدین صاحب سونی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں ۱۲

اسکے محاذ میں بازار دریبہ خورد ہے جو تراہہ سے گزرتا مالیواڑہ ہوتا ہوا نئی سڑک پر جا نکلتا ہے۔ زنانہ ہسپتال سے آگے گلی لیسوہ اسکے مقابل بائیں جانب موتی بازار ہے جو مالیواڑہ میں جا ملتا ہے آگے بڑھکر دائیں جانب کٹرہ دولت رام سری رام آگے بائیں جانب نواب صاحب کا کٹرہ کسی وقت میں اسجگہ دفتر تحصیل تھا۔ اس سے آگے!

کوٹھی حاجی علیجان

ہے۔ بڑی نامی کوٹھی ہے ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑا اور ٹوپیاں وغیرہ قیمتی اشیا فروخت ہوتی ہیں اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ چوپاں۔ دائیں جانب کوچہ مہاجانی۔ آگے دائیں جانب

دفتر روہیلکھنڈ اودھ ریلوے

اسمیں گدہ ملکٹیسر۔ مراد آباد وغیرہ کا ٹکٹ ملتا ہے اسکے بالاخانہ پر آگرہ بنک ہے۔ اس سے آگے دائیں جانب ڈاکٹر ہیرالال صاحب کا شفاخانہ آگے بائیں جانب کٹرہ اشرفی پھر دائیں جانب کوچہ نٹواں۔ اسمیں بینک اپر انڈیا ہے بائیں جانب کوچہ خلیجند آگے بڑھکر

گھنٹہ گھر

ہے نہایت بلند اور خوبصورت منارہ ہے تقریباً ۱۸۶۹ء میں پچیس ہزار پانسو روپیہ کی لاگت سے سطح زمین سے چوٹی تک ایک سو اٹھائیس فیٹ بلند بنکر تیار ہوا ہے اسمیں بہت بڑا گھنٹہ لگا ہے جو ۱۶۰۰ روپیہ کو ولایت سے خرید کر منگایا گیا ہے محصول وغیرہ میں ۲۶۰۰ صرف ہوئے یہ گھنٹہ چاروں طرف سے وقت بتاتا ہے۔ ۱ سے ۱۲ تک بجاتا ہے رات کو اسکی آواز تمام شہر میں سنائی دیتی ہے۔ اسمیں یہ عجیب و غریب صنعت رکھی ہے کہ جسوقت پاؤ گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے تو چار گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب آدھ گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے تو آٹھ گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب پون گھنٹہ پر سوئی پہونچتی ہے تو بارہ گھنٹے بجنے کی آواز ہوتی ہے جب پورے گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے دسولہ گھنٹے بجاتا ہے۔ پھر جو وقت ہوتا ہے بجاتا ہے۔ ہر خاص و عام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پاؤ بجا یا آدھا۔ یا پونا۔ اسکے اوپر ایک مچھلی بنی ہوئی ہے۔

اس سے چند قدم کے فاصلہ پر

راجہ اشوک کا منارہ

ہے۔ یہ منارہ اصل میں تیسری صدی قبل مسیح میں راجہ اشوک نے میرٹھ میں گاڑا تھا ۱۳۵۶ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے وہاں سے اکھڑوا کر اپنی کوشک شکار محل میں نصب کرایا۔ ۱۷۱۳ء یا ۱۷۱۹ء میں میگزین کے اڑجانے سے اسکے پانچ ٹکڑے ہو گئے اور ایک مدت تک اسیطرح پڑا رہا ۱۸۶۷ء میں گورنمنٹ انگریزی نے اسکو اکھڑوا کر اسجگہ نصب کرا دیا۔ اسپر انگریزی زبان میں یہی مضمون لکھا ہے۔ اسکے متصل ہی **ہندو راؤ کی کوٹھی** ہے اس سے آگے۔
پیر غیب کی درگاہ ہے اسی جگہ **پانی کا حوض** ہے جس میں جنداول سے پانی آتا ہے اور اس حوض میں صاف ہو کر تمام شہر میں پہونچایا جاتا ہے اس سے آگے پرانی چھاؤنی کو راستہ جاتا ہے جہاں آجکل جنگل میں منگل ہو رہا ہے۔

اب سنہری مسجد سے فتحپوری کی جانب چلیئے۔ سنہری مسجد سے آگے بڑھکر

سکھ لال حلوائی گھنٹہ والا

یہ مشہور دوکاندار ہے۔ اسکا قلاقند۔ لوذ دور دور مشہور ہے۔ بہت نفیس ہوتا ہے اس سے آگے دائیں جانب کوچہ سنگیاں بائیں جانب حویلی جگلکشور۔ اس سے آگے۔

مشن سکول

ہے جو کیمبرج مشن واقع نہر سعادت خان سے متعلق ہے اسمیں انٹرنس تک تعلیم ہوتی ہے اس سے آگے دائیں جانب

زنانہ ہسپتال مشن

ہے۔ پختہ سنگین عمارت ہے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے ۱۸۸۴ء میں پادری ونٹر صاحب کی میم صاحب کی یادگار میں بنائی گئی ہے اسمیں ایک ولایتی میڈیکل مشنری لیڈی اور کئی ہندوستانی عورات دہلی کی مستورات کے علاج کے لیئے ہر وقت موجود رہتی ہیں مفت علاج ہوتا ہے اسکا تعلق بھی ایس۔ پی۔ جی۔ کیمبرج مشن سے ہے۔ ایکہزار روپیہ سالانہ کی کمیٹی سے مدد ہوتی ہے

اس نفیس مکان میں کئی چیزیں ہیں دفتر کمیٹی - عجائب گھر - پبلک لائبریری

کمیٹی

۱۸۶۱ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں قایم ہوئی اور یکم جنوری ۱۸۶۲ء سے اسکا عملدرآمد شروع ہوا اسکے بعد ٹوٹ گئی مگر ۱۸۶۳ء میں پھر مستقل طور پر قایم ہوگئی۔

اسکے ممبر اور افسر حسب ذیل ہیں

اول میجر ایم ڈبلیو ڈگلس بہادر ڈپٹی کمشنر و پریسیڈنٹ

آپ نہایت مدبر منتظم - بیدار مغز - لایق فایق - مستعد - جزورس - معاملہ فہم - منصب مزاج - خوش اخلاق شخص ہیں - آپ کے زمانہ میں بے عنوانیوں کا پورا تدارک ہوگیا - رشوت ستانی بالکل معدوم ہوگئی - اہل عملہ نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے مناصب پر قایم رہنے لگے دفاتر کی صفائی اور انکی تکمیل تحسین کے قابل ہے - ہر ماتحت اپنا فرض منصبی کو نہایت امانت اور دیانت داری کے ساتھ پورا کرتا ہے معاملات کی تحقیق نہایت خوبی کے ساتھ کیجاتی ہے - امیر غریب کی یکسان سُنائی ہوتی ہے - ہر دلعزیزی حد سے گزر گئی ہے ادنی شخص بھی عرض کرنا چاہتا ہے تو نہایت توجہ کے ساتھ سُنتے ہیں آپ ہی کے زمانہ میں جامع مسجد میں موزہ بوٹوں پر چڑھانے کی عمدہ رسم جاری ہوئی - جامع مسجد کے دروازوں کے سامنے اوپر کی سیڑھی پر پتھر کے ستون لالٹینوں کے لئے بنوائے گئے ایسے مشفق حاکم کا ہونا شہر کے خوش قسمتی کی علامت ہے -

۲ کنٹونمنٹ مجسٹریٹ بہادر سینیر
۳ صاحب سینیر اسسٹنٹ کمشنر بہادر -
۴ صاحب سول سرجن بہادر -
۵ ایگزیکٹیو انجنیر پرونشل ڈویزن -
۶ کلارنس کرک پٹیرک صاحب بہادر
۷ رائے بہادر لالہ ہردیال سنگہ صاحب جونیر وایس پریسیڈنٹ -
۸ رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب سینیر
۹ خان بہادر محمد الٰہی بخش خان صاحب وائس پریسیڈنٹ
۱۰ خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب سینیر ”
۱۱ لالہ شمبھو ناتھ صاحب ”
۱۲ لالہ سلطان سنگہ صاحب ”

یہ ممبر تھے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے اب وہ ممبر یہاں لکھے جاتے ہیں جو علاقوں کے لیے مقرر ہوئے ہیں -

اسکے چاروں طرف مشرق مغرب کے صرف بنائے گئے ہیں۔ اس قطعہ کو

چاندنی چوک

کہتے ہیں کسی زمانہ میں گھنٹہ گھر کی جگہ مثمن حوض بنا تھا اسکے ہر طرف سو گز سے سو گز میں مثمن بازار تھا اسی کو چاندنی چوک کہتے تھے اس چوک کے گرد اب بھی دوکانیں بنی ہیں۔ اکثر بزازوں کی دکانیں ہیں شام کو ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں اس چوک کے چاروں سمتیں ملاحظہ فرمائیے۔ شرقی سمت کی سیر تمام ہو چکی ہے۔ دائیں جانب شمال میں۔

ملکہ کا باغ

ہے۔ یہ باغ اصل میں جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ نے بنایا تھا۔ ۹۷۰ گز طول ۲۴۰ گز کے عرض میں تیار ہوا تھا۔ عجیب و غریب مکانات بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں گو اسوقت وہ شان نہیں رہی مگر پھر بھی خوش منظر مقام ہے۔ شہر کے وسط میں اس سے بہتر کوئی سیر کی جگہ نہیں ہے۔ آجکل پرانے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ نئے نئے چمن لگے ہیں جگہ جگہ بنچ پڑے ہیں۔ بیچوں بیچ میں نہایت خوبصورت گول چبوترہ بنا ہے ادھر ادھر گھاس جمی ہے گملے دھرے ہیں۔ بیچ میں بنچ بچھے ہیں متصل ہی حوض بنایا گیا ہے اسکے قریب ایک پتھر کا ترشا ہوا حوض دھرا ہے جس میں فوارہ لگا ہے بیچ سے نہر نکل گئی ہے۔ تمام باغ میں چھوٹی چھوٹی نالیاں بہتی ہیں۔ ایک طرف مکان بنا ہے اسمیں آنریری مجسٹریٹ کچہری کرتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں چڑیا گھر تھا۔

اس باغ کے پانچ دروازے ہیں ایک دروازہ ڈاکٹر ہیم چندر صاحب کے ہسپتال کے سامنے گزر چکا ہے دوسرا کاٹ کے پل کے سامنے۔ تیسرا احمد یار کی مسجد کے سامنے اور دو دروازے گھنٹہ گھر کیطرف۔ آجکل اسٹیشن کے محاذ میں ایک سڑک اور نکلی ہے جو بیچ باغ میں کو چلی آتی ہے چونکہ اس سڑک نکلنے کے اول رائے زن کلارک صاحب تھے اور دراصل انہیں کا عندیہ تھا اسلئے یہ سڑک انہیں کے نام سے موسوم ہے۔ اور کلارک گیٹ یا کلارک روڈ کہلاتی ہے۔ باغ میں اسی دروازہ کے متصل جو گھنٹہ گھر کے سامنے واقع ہے ایک نفیس عمارت بنی ہے۔ ۱۸۶۳ع میں بننی شروع ہوئی اور ۱۸۶۶ع میں بنکر تیار ہو گئی اسکے سامنے پہلے ہاتھی کی سنگین تصویر بنی تھی اب وہ دوسری طرف نصب کردی گئی ہے اور یہاں اسکی جگہ ملکہ معظمہ کی تصویر سنگ مرمر کی ادپر نصب کیگئی

کُل آمدنی ہاؤس ٹیکس تقریباً اٹھاون ہزار چھ سو سات روپیہ ہے۔

(۳) یکم جنوری ۱۹۰۳ء سے تمام شہر میں بجلی کی روشنی کا معرفت جون فلیمنگ کمپنی انتظام کیا گیا ہے جسکا دفتر چاندنی چوک میں ہے اسوقت تمام شہر میں پینتالیس ہنڈے روشنی کے موجود ہیں اور مبلغ پانسو روپیہ ماہوار کمیٹی سے بطور ٹھیکہ کے دیے جاتے ہیں اور مارچ ۱۹۰۳ء تک بائیس ہزار چھ سو ننانوے روپیہ تین آنہ پانچ پائی کمپنی روشنی کو کل مصارف وغیرہ کے دیئے گئے۔

(۴) اسی سال (۱۹۰۳ء میں) چاندنی چوک کی درمیانی پٹری پر سات سبیلیں پختہ برجی نما یادگار جشن تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند اکثر رؤسائے شہر اور بیرونجات نے اپنی لاگت سے کمیٹی کے انتظام سے بنوائیں۔ لاگت فی سبیل تقریباً سات سو پچاس روپے آئے ہیں اور دو سبیلیں ریل کی سڑک پر بنائی گئی ہیں جنکا پتہ معہ نام رؤسائے حسب ذیل ہے۔

۱- مقابل خونی دروازہ مشرق کیجانب ہٹی ہوئی جینی صاحبان دہلی کی جانب سے۔

۲- مقابل مندر سکھ صاحبان- سیٹھ بھجن لال صاحب کلکتہ کیجانب سے۔

۳- مقابل گلی لہسوہ- مرکنٹایل ایسوسی ایشن دہلی کیجانب سے۔

۴- مقابل کوچہ نٹواں- رائے بہادر لالہ ہردہیان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی و آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے

۵- مقابل کوچہ قابل عطار- حاذق الملک حکیم محمد عبد المجید خانصاحب مرحوم مغفور کی جانب سے

۶- مقابل کٹرہ نیل- رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے۔

۷- مقابل کوچہ برجناتھ- لالہ مدن گوپال صاحب کی جانب سے۔

۸- سڑک ریلوے اسٹیشن پٹری شمالی متصل مسافرخانہ- رائے بہادر لالہ سری کشنداس صاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے

۹- سڑک ریلوے اسٹیشن پٹری جنوبی متصل چوکی چنگی- لالہ ایسری پرشاد صاحب دربھنگہ کی جانب سے۔

ٹاؤن ہال

یہ بہت بڑا عالیشان اور خوشنما کمرہ ہے اسکی ۱۸۶۰ء میں بنیاد پڑی- آٹھ برس کے عرصہ میں ایک لاکھ پچیس ہزار چار سو چہتر روپیہ کے صرف سے کل عمارت مع دیگر کمروں کے بنکر تیار ہوئی ٹاؤن ہال کے جنوب و شمال میں بڑی بڑی محرابیں بنی ہوئی ہیں دیواروں پر نہایت عمدہ کام ہوا ہے فرش پہلے بھی پختہ تھا مگر اب دربار کے موقعہ پر تقریباً ۱۶۰۰ روپیہ کی لاگت سے سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ جو طرفہ زینہ پڑی چوکھٹوں میں بڑے بڑے معززین صاحبان انگریز اور ہندوستانی صاحبوں کی تصویریں آویزاں

نمبر شمار	اُن ممبروں کے نام جو علاقوں کے لیئے منتخب ہوئے	نمبر علاقہ	نمبر شمار	اُن ممبروں کے نام جو علاقوں کے منتخب ہوئے	نمبر علاقہ
۱	اسمٰعیل خانصاحب بیرسٹرایٹ لا	نمبر ۱	۷	لالہ جواہر لال صاحب	نمبر ۸و۹
۲	لالہ لچھمی نراین صاحب	نمبر ۲	۸	شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب	نمبر ۱۰
۳	✻	نمبر ۳	۹	خانصاحب غلام محمد حسن خانصاحب بی اے	نمبر ۱۱
۴	رائے صاحب بابو جگلکشور صاحب	نمبر ۴و۵	۱۰	شیخ نور الہیٰ صاحب	نمبر ۱۲و۱۳
۵	حکیم احمد سعید خان صاحب	نمبر ۶	۱۱	میاں نصیر الدین صاحب	نمبر ۱۴
۶	خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب	نمبر ۷	۱۲	جے۔ سی۔ روبرٹس صاحب بہادر	نمبر ۱۵

مسٹر ایف ہرلی صاحب بہادر مینوسپل کمیٹی کے سکرٹری

ہیں منصف مزاجی غربا نوازی اپکا ذاتی جوہر ہے۔ خوش اخلاقی۔ ہر دلعزیزی۔ آپکی طبعی بات ہی۔ حق گوئی حق شناسی عالمگیر ہوگئی ہے آپ کے دَم سے کمیٹی کو نہایت فروغ حاصل ہے۔ تمام شہر آپکے محاسن۔ مکارم کا ثناخوان ہے۔ انتظامی قابلیت میں ہمعصروں سے ممتاز ہیں۔ غرض بہت کچھ خوبیوں کے شخص ہیں۔

کمیٹی کی کل سالانہ آمدنی تقریباً ۵۳۹۶۵۷ روپیہ ہے اور سالانہ خرچ تقریباً چار لاکھ ستاون ہزار چار سو دس روپیہ ہیں۔ (۴۵۷۴۱۰)

سنہ ۱۸۹۲ء میں تمام شہر میں نل لگائے گئے بیروں کشمیری دروازہ متصل احاطہ طامس صاحب دہلی سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر چندراول پمپنگ اسٹیشن ہے وہیں سے انجن کے ذریعہ کنووں میں سے پانی حوض میں لایا جاتا ہے جو کہ فتحگڈھ کے متصل واقع ہے اور وہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ پہونچایا جاتا ہے۔ نلوں وغیرہ کے نصب کرنے میں تقریباً بارہ لاکھ آٹھ ہزار تین سو نو روپیہ کمیٹی کے صرف ہوئے ہیں۔ آمدنی سالانہ تقریباً پچیس ہزار روپیہ ہے اور خرچ سالانہ تقریباً چالیس ہزار روپیہ ہے۔

(۲) یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء سے ہاؤس ٹیکس قایم ہوا ہے اگرچہ رعایا نے عرض معروض اور غل و شور مچایا مگر کچھ سماعت نہوئی۔ حیثیت کرایہ کی آمدنی پر آدہ آنہ فی روپیہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔

✻ علاقہ نمبر ۳ کے ممبر شیخ حفیظ اللہ صاحب تھے انکا انتقال ہوگیا۔ ابھی تک انکی جگہ کوئی ممبر منتخب نہیں ہوا۔ اس علاقہ کا کام عارضی لالہ شمبہو ناتھ صاحب انجام دیتے ہیں۔

۲۲- خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب - بی - اے میونسپل کمشنر
۲۳- کرنیل جیمس اسکنر صاحب جی - بی
۲۴- رائے بہادر لالہ ہریان سنگھ صاحب جونیئر وائس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی -
۲۵- معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ پسر شاہ عالم بادشاہ مرحوم
۲۶- ای - کوپر - سی - بی ڈپٹی کمشنر دہلی ۲ کرنیل جے ڈبلیو ہلٹن صاحب کمشنر دہلی پیش کردہ نواب مالیر کوٹلہ -
آسکے قریب کمرہ میں مغرب کی جانب -

پبلک لائبریری

ہے جسمیں اخباروں اور انگریزی و اُردو اور دیگر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود رہتا ہے -
یہ لائبریری سنہ ۱۹۱۶ء میجر ایم ڈبلیو - ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر کی سعی اور کوشش سے قایم کی گئی ہے - اسمیں ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے - جو ، بجے فجر سے ۱۱ بجے تک اور ۴ بجے سے ۶ بجے تک کھلی رہتی ہے - اسکے متصل جانب شمال

عجائب خانہ

ہے اسمیں طرح طرح کے مُردہ جانور اور عجیب عجیب چیزیں اور نادر نادر تصویریں موجود ہیں -
بجے فجر سے ۱۰ بجے تک کھلا رہتا ہے ہر شخص بلا فیس جا کر دیکھ سکتا ہے -
ٹاؤن ہال کے شمال میں ایک چبوترہ پر جو ساڑھے چھ گز طول اور ساڑھے چار گز عرض رکھتا ہے اوپر

سنگین ہاتھی

نصب کیا ہے اسکے بننے کا حال معلوم نہیں کہ کیا تھا ہاں اتنا معلوم ہے کہ سنہ ۱۶۴۵ء شاہجہاں کے وقت میں گوالیار سے لایا گیا دہلی دروازہ قلعہ کے باہر نصب کیا گیا - پھر اورنگزیب عالمگیر نے وہاں سے اکھڑوا کر اور ٹکڑے ٹکڑے کرا ڈالے ایک زمانہ دراز تک نامعلوم کہیں زمین میں دبا دیا پڑا رہا - مدتوں کے بعد سرکار انگریزی کے عہد میں زمین میں سے دبا ہوا نکلا اول درست کرایا گیا اور اونریری مجسٹریٹی کی کچہری کے متصل قایم کیا گیا پھر لالہ شمبھو ناتھ صاحب میونسپل کمشنر کی لاگت سے وہاں سے اکھڑوا کر سنہ ۱۹۰۲ء میں ٹاؤن ہال کی جنوبی جانب جہاں ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا بت نصب ہوا ہے کھڑا کیا گیا اب سنہ ۱۹۰۲ء میں ٹاؤن ہال کی جانب شمال قایم کیا گیا ہے اسکے متصل پشت کی جانب ایک عمدہ سنگین حوض تھا

جنکی تفصیل ذیل میں درج ہے -

۱- ملکہ معظمہ قیصر ہند

۲- لفٹنٹ کرنیل سی- ڈبلیو- ڈیوس - سی- ایس- آئی- کمشنر دہلی سنہ ۱۸۷۸ء

۳- خان بہادر محمد الٰہی بخش صاحب سینیر- وائس پریسیڈنٹ کمیٹی-

۴- راے چھنا مل صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۶۴ لغایۃ سنہ ۱۸۸۱ میونسپل کمشنر سنہ ۱۸۶۲ لغایۃ سنہ ۱۸۸۱ء

۵- راے بہادر رام کشنداس صاحب آنریری مجسٹریٹ

۶- راے مہیشداس صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۶۴ لغایۃ سنہ ۱۸۸۴ء

۷- راے بہادر رام اُوسنگہ صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۷۰ء لغایۃ سنہ ۱۸۷۹ء میونسپل کمشنر سنہ ۱۸۶۹ لغایۃ سنہ ۱۸۷۹ء

۸- سر روبرٹ ہملٹن مارٹ - کے- سی- بی- پیش کردہ راے امید سنگہ بہادر-

۹- خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب رجسٹرار- میونسپل کمشنر فیلو پنجاب یونیورسٹی و آنریری مجسٹریٹ -

۱۰- ارڈ کیل صاحب بہادر پیش کردہ لالہ نراین داس گوڑ والہ-

۱۱- راے بہادر لالہ سد بکشن داس صاحب گوڑ والہ-

۱۲- ارل اوف الگن اور کنکارڈین کے- ٹی- کے- سی- ایس- آئی- جی- سی- بی- پی- سی- ویسراے و گورنر جنرل ہند پیش کردہ لالہ چھنا مل صاحب

۱۳- خانصاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر-

۱۴- جے- سی- بیری صاحب چیرمین اول میونسپل کمیٹی دہلی- پیش کردہ مصور

۱۵- برگیڈیر جنرل جون نکلسن- سی- بی- جو فتح دہلی کے وقت ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء میں فوت ہوئے

۱۶- لارڈ مٹکاف صاحب بہادر پیش کردہ مرزا الٰہی بخش صاحب-

۱۷- کرنیل- اے- آر- ای میکنزی شمال کمشنر

۱۸- اونریبل مسٹر روبرٹ کلارک- ای- سی- ایس- ڈپٹی کمشنر اور کمشنر

۱۹- ارل کیننگ جی- سی- بی- کے- سی- ایس- آئی- گورنر جنرل و اول ویسراے کشور ہند پیش کردہ لالہ مہیشداس صاحب

۲۰- سر روبرٹ منٹگمری مارٹ کے- سی- بی- لفٹنٹ گورنر پنجاب پیش کردہ جے- سی- بیری-

۲۱- راے صاحب بابو جگل کشور صاحب وکیل چیف کورٹ و میونسپل کمشنر-


نقشہ گھنٹہ گھر و ٹاؤن ہال وغیرہ
ٹاؤن ہال
گھنٹہ گھر
دروازہ لال قلعہ
فوارہ
بت ملکہ
فوارہ
سڑک
سڑک

دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے قریب ہے

سنگ مرمر کا ترشا ہوا حوض

ہے ایک پتھر کا بالکل بے جوڑ۔ اتنا بڑا پتھر اور ایسا بڑا بے جوڑ حوض دور دور اکثر جگہ پر نہ ہوگا اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا پتھر مکرانہ کی کان سے برآمد ہوا صفائی اور شفافی میں بے نظیر تھا شاہی حکم کیموفق اسکا حوض بنایا گیا چار گز مربع اور ڈیڑھ گز عمیق حوض بنکر تیار ہوا پائے وغیرہ سب اسی پتھر میں سے نکل آئے جب بن بنا کر طیار ہو گیا تو مکرانہ جو دار الخلافہ سے دو سو کوس کی مسافت رکھتا ہے نہایت احتیاط کے ساتھ لایا گیا اور موتی محل میں رکھا گیا۔ غدر کے بعد سے ملکہ کے باغ میں رکھا ہوا ہے۔ ٹاؤن ہال کے جنوبی جانب ایک چمن میں

ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا بت

نصب کیا ہوا ہے یہ بت ملکہ معظمہ کی وفات کے بعد تیار ہوا ہے اور ۱۹۰۲ء میں انکا یادگار قایم کیا گیا ہے یہ بت جیمس اسکنر صاحب رئیس دہلی کا پیش کردہ ہے انہوں نے ولایت کے ایک بڑے کاریگر سے بہت سا روپیہ صرف کر کے بنوایا ہے علاوہ بت کی قیمت کے نصب کرنے میں تقریباً ۔/۔ روپیہ صرف ہوا ہے ملکہ معظمہ کی یادگار ہونے کی وجہ سے ریل والوں نے اسکا محصول نہیں لیا اس بت کے دائیں بائیں دو حوض بنے ہیں دونوں میں فوارے لگے ہیں اب ہم گھنٹہ گھر اور ٹاؤن ہال اور ملکہ کے بت کا نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی خوبی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ گھنٹہ گھر کے جانب جنوب

نئی سڑک

واقع ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو ساٹھ قدم لمبا ہے۔ اس بازار میں عموماً گھڑی ساز۔ شال دوز اور چھیپی۔ چرم فروش اور سٹہ والوں کی دوکانیں ہیں۔ یہ بازار غدر کے بعد بنایا گیا ہے۔ اسکے دو طرف دوکانیں اور کوٹھے برابر ہموار چلی گئی ہیں شروع بازار سے تقریباً ساٹھ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب **کوچہ خانخند** ہے اور دائیں جانب **موتی کٹرہ** ہے جسمیں کپڑے کی منڈی ہے اسکے آگے بائیں جانب **دفتر بھارت دھرم مہا منڈل** ہے جسکے سکرٹری پنڈت دیندیال ہیں اس سے آگے

جو اس فن میں لاجواب ہے آپ کے صاحبزادے گسائیں چنی لال صاحب ہیں جو کہ علم موسیقی اور فن دیگر میں کمال رکھتے ہیں۔ بائیں جانب راستہ تراہہ میں ہوتا ہوا ایک طرف چاندنی چوک میں جا نکلتا ہے اور دوسری طرف کناری بازار ہوتا ہوا بڑے دریبہ میں چلا جاتا ہے۔ اسمیں رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب ساہوگوڑ والہ میونسپل کمشنر اور اونریری مجسٹریٹ کا مکان ہے اس سے آگے بائیں جانب

کٹرہ غفور بخش

ہے آجکل اسمیں سٹہ کھیلا جاتا ہے۔ ایک غل و شور رہتا ہے۔ انبوہ کثیر جمع ہوتا ہے۔ شہر کیلئے آفت جان ہے اسکی بدولت ہزاروں امیر فقیر ہو جاتے ہیں اور فقیر روٹیوں سے محتاج ہو کر دو دو دانہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب کوٹھی ڈاکٹر نتھو لال صاحب ملازم ریاست پٹیالہ ہے یہ کوٹھی نہایت عظیم الشان اور خوبصورت بنی ہے اس سے آگے بائیں جانب محلہ روشن پورہ ہے اس میں عموماً کایستھ صاحبان کے مکانات ہیں۔ دائیں طرف راستہ بھائیوں میں سے دائی واڑہ سے گزرتا ہوا بی بی گوہر کے کوچہ سے آگے محلہ چرخہ والاں میں جا ملتا ہے۔ اسی جگہ

حکیم نواب جان صاحب

مطب کرتے ہیں آپ لائق طبیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں باوجود اور کمالات کے اخلاق پسندیدہ میں یگانۂ روزگار ہیں حکیم محمود خانصاحب مرحوم مغفور کے خاندان سے کچھ قرابت رکھتے ہیں۔

نئی سڑک کے بائیں جانب رستہ روشن پورہ کو ہوتا ہوا دائیں جانب چھتہ تنسکھ رائے سے گزر کر گلی پہاڑ والی سے آگے مسجد کھجور کو جا نکلتا ہے مسجد کھجور سے آگے۔

رائے صاحب لالہ گردہاری لال صاحب وکیل

کا مکان ہے۔ آپ شہر کے معززا اہل ہنود اور معززین وکلاء شہر میں سے ہیں عرصہ تک میونسپل کمشنر بھی رہے ہیں لیکن اب اسکو چھوڑ کر دیگر کاروبار و وکالت وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔

اور سیدھا رستہ چیرہ خانہ سے ہوکر بید واڑہ سے آگے مالیواڑہ میں جا نکلتا ہے۔

محلہ چیرہ خانہ میں

گھنٹہ گھر سے تقریباً ایکسو پینتیس ۱۳۵ قدم پر دائیں جانب

حوض والی مسجد

واقع ہے - یہہ مسجد بہت خوشنما اور اچھی بنی ہوئی ہے - اسمیں ایک حوض بھی ہے - اس مسجد کے متعلق تین دوکانیں ہیں جسکا کرایہ تقریباً بتیس روپیہ ماہوار ہے - اس مسجد کے مہتمم حاجی عبدالغفار صاحب نبیرہ حاجی علیجان صاحب مرحوم ہیں - اس سے آگے

گلی حاجی علیجان صاحب

ہے - اسمیں انکا کارخانہ اور مکانات ہیں اسوقت اس میں حاجی عبدالغفار صاحب رہتے ہیں حاجی صاحب نہایت دیندار باوضع خوش اخلاق بامروّت شخص ہیں - انکی کوٹھی چاندنی چوک میں ہے انکی صفائی معاملہ کی دُور دُور شہرت ہے - اس گلی سے آگے دائیں جانب **کوچہ خانچند** ہے اس سے آگے دائیں جانب کٹرہ رائے بہادر لالہ سری کشنداس صاحب گوڑھ والہ - اس سے آگے دائیں بائیں جانب بازار بالیواڑہ ہے دائیں جانب نالہ بازار بلیماراں میں جانکلتا ہے اور یہیں پر فرقہ کوٹن ملز کمپنی واقع ہے اسکے مقابل گلی میں

گسائیں پنا لال صاحب سادھو

کا مکان ہے - آپ علم موسیقی اور خصوصاً ستار نوازی میں کمال رکھتے ہیں دہلی اور اسکے گرد و نواح میں اس فن میں آپکا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جسوقت ستار نوازی میں مصروف ہوتے ہیں تو اُسکی آواز سے در و دیوار اور سامعین پر تصویر کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور بیخودی کے عالم میں سر دُھنتے ہیں - چھ راگ اور چھتیس راگنی انکی ہاتھ بندھی غلام اور کنیز ہیں واقع میں فن موسیقی اور ستار نوازی میں یکتائے روزگار ہیں - ایسے ہی خوش اخلاق منکسر المزاج او سلیم الطبع ہونے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے - اکثر راجگان اور نواب انکی بہت قدر کرتے ہیں - لارڈ کرزن صاحب بہادر ویسرائے و گورنر جنرل ہند کی میم صاحبہ نے بھی خوشنودی مزاج کی چھٹی دی ہے - انکے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ قصبہ اوچ ضلع ملتان سے دہلی میں آئے - انکے دادا گسائیں مکھن لال صاحب شاہ عالم کے وقت میں موجود تھے اور ...... سالانہ سرکار انگریزی کی طرف سے مقرر تھا چنانچہ غدر تک برابر جاری رہی - گسائیں صاحب موصوف ایک باخدا اور نیک طبیعت فقیر صفت آدمی ہیں - آپنے علم موسیقی میں ایک کتاب نادِ نبود گرنتھ تصنیف کی ہے

مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن خانصاحب راشد

کلانکان ہیں۔ آپ نہایت لائق و فایق ذی علم نفیس دوست صوفی منش متقی پرہیزگار شخص ہیں۔ سینٹ سٹیفن مشن کالج کے عربی کے پروفیسر ہیں۔ آپ صاحبزادہ عالم باعمل فاضل بے بدل جامع شریعت و طریقت جناب مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب ہادی قادری مرحوم مغفور کے ہیں۔ حاجی محمد عبدالرحیم صاحب ہادی کو طفلی ہی سے تحصیل علوم و تکمیل علم حقایق کا فطرتی شوق تھا چنانچہ جن استاد سے آپ نے ابتدائی قرآن شریف کی تعلیم پائی تھی اون کے فیض صحبت سے آٹھ ہی سال کی عمر میں پیادہ پا منزل بمنزل سوات بنیر جناب غوث زمان قطب دوران حضرت اخوند شاہ محمد عبدالغفور صاحب قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کلام شریف یاد کیا اور تعلیم علم حقایق کے ساتھ ہی ساتھ صرف ونحو و فقہ کی سب کتابیں پوری کیں اور بارشاد شیخ دہلی آکر باقی کتب درسیہ و طب تمام کر کے پھر واپس وہیں جاکر حاضر ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل معارف حقانی میں مشغول رہے بعد ازاں شیخ نے رخصت فرمایا اور ہندوستان کی اجازت دی۔ پس غدر سے کچھ عرصہ پہلے دہلی آکر آپ تعلیم و ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے۔ بعد غدر آپ نے علم دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ ہمیشہ نوکری سے کسب معاش کی۔ آپکی مفیدہ تصانیف سے صرف میں چیستان صرفیہ اور علم قرأت و تجوید میں مرأت القرآن فارسی منظوم اور عام پند و نصائح میں روضۃ النعیم و رحمۃ الرحیم فی ذکر النبی الکریم صلعم تزویج الایامی۔ رانڈوں کی شادی خورد و کلاں و فتح سنت الاسلام وغیرہ مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔ ملک ہریانہ میں خصوصاً آپ سے مخلوق الٰہی کو بیحد ہدایت ہوئی ہے اور صدہا رسوم کفر اور بدعت وہاں سے دفع ہوئیں۔ اور سنن جناب خیر الانام صلعم زندہ ہوئیں چنانچہ جھجر ضلع رہتک میں جامع مسجد اور مدرسہ قوت الاسلام رحیمیہ آپکی سعی مشکور کا کافی ثبوت اور زندہ یادگار ہے۔ آپکی وفات ۱۳۱۰ھ ہجری ۱۳ ماہ ذیقعدہ پچپن برس کی عمر میں ہوئی مادۂ تاریخ قدر رضی اللہ عنہ ہے۔ مزار پُر انوار آپ کا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ میں زیارتگاہ ہے آپنے علاوہ حافظ مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن خانصاحب راشد دہلوی خلف اکبر کے چار صاحبزادے اور ایک دختر اپنے بعد چھوڑی۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب دفعدار ہکول ماسٹر اول رسالہ۔ مولوی سعید الرحمن خانصاحب صوفی۔ مولوی امان الرحمن خانصاحب چشتی ہماری محمد عثمان خاں صاحب ایس دفعدار نائب سکول ماسٹر اول رسالہ ہیں۔ کوچہ لالمان کے محاذ میں دائیں جانب

حضرت شاہ صدر جہاں علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپ قادریہ خاندان میں سے ہیں۔ آپکا وصال ۱۱۸۲ھ ہجری میں ہوا۔ ۱۲ و ۱۳ ذیقعدہ کو عرس ہوتا ہے یہاں شاہ فیاض الدین صاحب درگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ وہی اس خدمت کو بجالاتے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف کے پیر مرشد

مخدوم شاہ عالم صاحب

تھے جنکا مزار موضع وزیرآباد ضلع دہلی میں ہے۔ آپکا وصال ۱۱۳۶ھ ہجری میں ہوا۔ ۷ و ۸ رجادی الاول کو عرس ہوتا ہے۔ دونوں عرسوں کیلئے موضع مولاڑ بندشاہی وقت سے جاگیر میں چلا آتا ہے اور اب شاہ فیاض الدین صاحب کے اہتمام میں ہے۔

اور اسی محلہ میں بابو مادھو نراین صاحب ہیڈ کلرک میونسپل کمیٹی رہتے ہیں۔

روشن پورہ سے آگے دائیں جانب دیوانخانہ راجہ شوتی رام ہے اس میں **مولوی عنایت احمد صاحب وکیل** رہتے ہیں نہایت ذی علم دیندار خاندانی پرجوش لائق خائق آدمی ہیں۔

اس سے آگے دائیں جانب **بابو مدن گوپال** صاحب بیرسٹرایٹ لا کا مکان ہے۔

آگے جاکر یہ بازار شاہ بولا کے بڑھ پر چاوڑی بازار میں جاملتا ہے اب گھنٹہ گھر سے فتحپوری کی جانب چلیئے۔ چند قدم چلکر جنوب کی جانب

کوچہ رائیمان

ہے۔ اس میں دنداں ساز اور مصور اور تمام مسلمان لوگ رہتے ہیں۔ یہ رستہ ایک برج کی مسجد کے پاس ہوکر بازار بلیماراں میں جانکلتا ہے۔ شروع کوچہ پر ایک مسجد ہے۔ پہلے یہ مسجد چھوٹی سی تھی ۱۳۱۲ھ ہجری میں غفور بخش صاحب سوداگر چھترہ والے نے اپنی عالی ہمتی سے اُسکو بہت وسعت دیگر دو منزلہ بنوایا۔ اوپر کے درجہ میں مدرسہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے سے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس مسجد کی جنوب میں ایک بہت بڑا حوض سنگین بناہوا ہے اُسکے اوپر مکانات بنے ہوئے ہیں جنمیں طلبا رہتے ہیں۔ اس مسجد کے خرچ کی کفالت غفور بخش صاحب سوداگر چھترہ والے کرتے ہیں۔ اس محلہ میں

بازار بلیماراں

ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو قدم کا ہے اسمیں عموماً پنجہ بند صندوق فروش۔ عطار اور ریشم والوں اور منہیاروں کی دوکانیں ہیں۔ آگے بڑھکر تھوڑے فاصلہ پر بائیں جانب گلی سوداگراں و کٹرہ حکیم محمد حسین خاں ہے۔ آگے دائیں جانب گلی کپتے والاں ہے یہاں پر چرمی کپے اور ترازو کے پلڑے بنتے ہیں اسی جگہ

حاجی عبدالغنی صاحب

کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان ہیں نہایت دیندار خیر خواہ قوم نامور اور مخیر شخص ہیں آپ موید الاسلام کے بھی ممبر ہیں آپ کے والد حاجی قطب الدین صاحب مرحوم نے زینت المساجد کے چھڑانے میں نہایت کوشش کی اور اوسمیں کامیاب ہوئے اور عرصہ تک اوسکے نگراں رہے چنانچہ زینت المساجد کے ذکر میں گزر چکا آگے حویلی حسام الدین حیدر ہے۔ اس میں

حکیم اسد علیخاں صاحب مضطر

کا مکان ہے آپ حکیم بر علیخاں صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ خاندانی طبیب ہیں تشخیص بھی نہایت خوب ہے شاعری میں بھی کمال رکھتے ہیں مضطر تخلص فرماتے ہیں۔

اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ حکیم محمود خان ہے۔ اس میں آجکل

مدرسہ نعمانیہ

ہے اسکے مہتمم اور منتظم مولوی عبدالرشید صاحب خلف مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم ہیں اس میں بچوں کو قرآن شریف اور دینی اور دنیوی تعلیم دیجاتی ہے۔ کمیٹی سے چالیس روپیہ سالانہ کی مدد ملتی ہے اس سے آگے دائیں طرف کٹرہ بجواڑیاں ہے اسکے متصل ہی دو کانیں **جمال الدین وحمید الدین عطار** اور فیض الحسن عطار کی ہیں۔ ہر دو دوکانیں بہت مشہور اور معروف ہیں۔ ہر قسم کی عمدہ دوائیں موجود رہتی ہیں۔ فیض الحسن وغیرہ عطاروں کے قریب

حکیم غلام رضا خانصاحب

کی حویلی ہے۔ اسوقت شریف خانی خاندان میں سب سے بزرگ آپ ہی شمار ہوتے ہیں

کوچہ قابل عطار ہے اسمیں پارچہ فروش لوگ رہتے ہیں۔ کوچہ رائمان کے آگے بڑھکر **عبد الغفور حلوا سوہن** والے کی دوکان ہے یہ دوکان تقریباً دو سو برس سے قائم ہے دوسری کسی دوکان پر اس سے بہتر حلوا سوہن نہیں ملتا دور نزدیک نامی اور مشہور دوکان ہے۔ اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر **کٹرہ بنارسی داس و یا شنکر** ہے اسمیں کپڑے کی تجارت ہوتی ہے اسکے محاذ میں **کریم بخش نان بائی** کی دوکان ہے جسکی ہناری روٹی مشہور و معروف ہے صبح کے وقت کھانیوالوں کا تار بندھا رہتا ہے۔ نان بائی کی دوکان سے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر **گلی سیدانی** بائیں جانب **کوچہ نیچہ بنداں** ہے اس سے آگے تقریباً چالیس قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب **کٹرہ قطب الدین** ہے اسمیں کپڑے کی منڈی ہے دوکاندار بہاں سے کپڑا لیجا کر بیچتے ہیں یہیں جفت فروشوں کی دوکانیں ہیں بیش قیمت اور خوش وضع جوتے فروخت ہوتے ہیں۔

گلی سیدانی سے آگے

کٹرہ نیل

ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان متمول اور خوش حال لوگوں کے مکانات ہیں۔ شروع ہی میں

رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب اونریری مجسٹریٹ

کا مکان ہے۔ آپ کھتری صاحبان میں سب سے معزز اور ممتاز خاندان کے ممبر ہیں یعنی رائے بہادر لالہ رام کشنداس صاحب متوفی کے جانشین ہیں آپکے اخلاق اور عادات کا ہر شخص مداح ہے آپ بہت بڑے رؤسا شہر میں سے گنے جاتے ہیں آپ کے مکان کے محاذ میں ایک مسجد ہے اوسکے نیچے دو کانیں واقع ہیں۔ مسجد وقف ہے۔ دوکانوں کا کرایہ رائے بہادر صاحب کی ملکیت ہے خدا جانے کیا قصہ ہے آگے بڑھکر

رائے بہادر لالہ ہر دھیان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی و اونریری مجسٹریٹ

کا مکان ہے آپ بھی کھتری صاحبان کے منتخب آدمیوں میں سے ہیں اور شہر کے اہل ہنود صاحبان کے معززین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ نیز اونریری مجسٹریٹ اور وائس پریسیڈنٹ کمیٹی ہیں۔ آگے تین دوکانوں کے اوپر ایک

بڑ والی مسجد

واقع ہے ان تینوں دوکانوں کا کرایہ تقریباً چھ روپیہ ماہوار انجمن موید الاسلام میں جاتا ہے اور وہی اسکی نگرانی کرتی ہے اور جو شخص اس مسجد میں رہتا ہے چار روپیہ ماہوار سے اوسکی خدمت کیجاتی ہے۔ آگے جاکر یہ راستہ باغ دیوان سے ہوکر لالہ رام کشنداس صاحب کے دھرم سالہ کو ہوتا ہوا **چھتہ جان نثار خان** جانے والی سڑک میں جا ملا ہے۔ اسی سڑک پر **لالہ لچھمی نراین صاحب میونسپل کمشنر** کی کوٹھی ہے۔ آپ بھی کھتری صاحبان کے ممتاز ممبروں میں سے ہیں۔ با اخلاق خوش وضع با مروت شخص ہیں۔ میونسپل کمشنر بھی ہیں۔ کٹرہ نیل کے محاذ میں

مطب کا وقت تھا حکیم صاحب شطرنج کھیلتے تھے اتنے میں ڈولی آئی حکیم صاحب نے نبض دیکھنے کیلئے ڈولی میں ہاتھ ڈالا اور نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فوراً ڈولی کا پردہ الٹ دیا اور فرمایا کہ فقط ماہ ڈولی میں ٹھیکرا آتی ہے اسکے علاوہ بہت سے قصے مشہور ہیں چونکہ حکیم صاحب کا مزاج بڑا ہوا تھا اکثر ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں کہ مریضوں کو ہنستے ہنستے کچھ دوا بتا دیتے اور وہ لوگ مزاح سمجھتے اور درحقیقت وہ انکا علاج ہوتا تھا۔ غرض تمام ہندوستان میں آپکا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ حکیم محمود خان صاحب علاوہ علمی لیاقت اور ذاتی شرافت کے فقیر دوست درویش نواز تھے۔ امیروں کی مطلق پرواہ نہ کرتے فقیروں کا دم بھرتے۔ دیوبند ضلع سہارنپور میں حسین شاہ صاحب ایک مجذوب صاحب خدمت تھے حکیم صاحب ہمیشہ دلی سے دیوبند تشریف لیجاتے اور پیادہ پا کئی کئی روز تک اُن کے ساتھ رہتے۔ حکیم صاحب حافظ عبدالرحمن صاحب نابینا جو کہ اکمل فقرا اور عظام مشائخ سے تھے جنکا اب مزار حضرت سلطان نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب ہی ہے مرید تھے اونکا وظیفہ فرمایا ہوا حکیم صاحب ہمیشہ بعد مغرب وظیفہ رکھتے تھے اونکے بعد اونکے صاحبزادہ حاذق الملک حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم کا بھی طریق رہا غرضکہ حکیم محمود خانصاحب نہایت آزاد مستغنی المزاج تھے یہ فقرا کی صحبت ہی کا اثر تھا۔ دوا کا محض بہانہ تھا اور جو مریض آتا بہت جلد شفا پاتا حکیم محمود خانصاحب کے بعد انکے بڑے صاحبزادے

حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب

مطب میں بیٹھے۔ علمی عملی وجاہت نے زمانہ کو مسخر کرلیا اس خاندان میں یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ شہر کے لوگوں سے مطلق فیس نہیں لیتے امیر غریب سب کا علاج برابر اسیطرح تشفی اور تسلی سے کرتے ہیں۔ حکیم عبدالمجید خان صاحب نے اپنے زمانہ میں مطب کو وہ رونق دی کہ دور دور آپکی تشخیص اور خلق خداداد کا ڈنکا بج گیا وہی حکیم صاحب نے اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن کردیا چونکہ دلی لکھنؤ کے اہل کمال میں ابتدا سے چشمک چلی آتی ہے شعرا کی باہمی مناظروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں اعتقاد کے خیال سے بھی بالعموم تضاد کی نسبت ہے اسلئے اکثر بعض مواقع پر وہاں کے اطبا سے مقابلہ ہوتا مگر کوئی لگا نہ کھاتا۔

۱۳۰۶ہجری مطابق ۱۸۸۹ء میں آپ نے ایسے بڑے اور مفید کام کی بنیاد ڈالی جس سے تمام ہندوستان آپکا ممنون احسان ہے یعنی ۳ جون ۱۸۸۹ء میں مدرسہ طبیہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بہت بڑا جلسہ کیا جسمیں معتدین سربرآوردہ لوگ شریک تھے۔ اس جلسہ میں مدرسہ کا افتتاح ہوا

نہایت فاضل وقابل آدمی ہیں - نہایت نیکبخت با اخلاق - باحمیت - دیندار - علم طب میں طاق ہیں
ریاست بردوان وغیرہ میں عرصہ تک تعلق رہا مگر اب دہلی ہی میں مطب فرماتے ہیں آپکے چھوٹے بھائی

حکیم احمد سعید خانصاحب

نہایت لائق - فائق - نوجوان - علم طب میں فارغ التحصیل ہیں جس مکان میں حکیم واصل خان صاحب پہلے
مطب کرتے تھے آپ وہاں مطب کرتے ہیں - آپکی ذہانت اور جودت طبع اور توجہ واخلاق کیوجہ سے
تھوڑے ہی عرصہ میں مطب کو نہایت رونق ہو گئی ہے ایک دو دفعہ بمبئی پہنچ کر بھی معرکہ کے علاج
کیئے ہیں علاوہ خاندانی اعزاز کے شہر کے میونسپل کمشنر اور مختلف اسلامی انجمنوں کے ممبر ہیں -
اب تراہہ آگیا ہے ایک یہ رستہ ہے جس سے آرہے ہیں شرقی جانب قاسم جان کی گلی ہے اور سیدھا رستہ
جنوب میں حکیم عبد المجید خاں صاحب کے مکان کے برابر چاوڑی میں چلا آتا ہے اول قاسم جان کی
گلی کا حال بیان کرنا ضرور ہے مگر چونکہ **مدرسۂ طبیہ** واقع ہے اور اسکا تعلق خاص جناب حکیم صاحب
مرحوم سے ہی اسلیئے اول حکیم صاحب کے دولتخانہ کا ذکر کرتے ہیں - حکیم غلام رضا خان صاحب کی حویلی
سے آگے بڑھکر بائیں ہاتھ شرقی جانب -

حاذق الملک حکیم عبد المجید خانصاحب مرحوم رئیس دہلی

کی حویلی ہے آپ شریف خانی خاندان کے فخر تھے - دلی کے تمام اطبا بلکہ ہندوستان کے مشاہیر حکما یونانی میں
حکیم محمد شریف خان صاحب کا خاندان نامور معروف ومشہور ہے اور واقعی حکیم شریف خاں صاحب اپنے
زمانہ میں یکتا تھے ایک فن طب ہی نہیں بلکہ دیگر علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے بہت سے رسائل اور حواشی
آپکی تصنیف میں مگر طبع نہیں ہوئے - شرح اسباب پر آپکا مبسوط حاشیہ موجود ہے عنقریب طبع ہونیکی
امید ہے - حکیم شریف خان صاحب کے بعد انکے صاحبزادہ حکیم صادق علیخان صاحب نے مطب سنبھالا
اور اپنے والد مرحوم کی طرح زمانہ میں نام پیدا کیا انکے بعد انکے صاحبزادہ حکیم محمود خانصاحب کا شہرہ ہوا
دور دور کے اطبا ء لوہا مان گئے تشخیص امراض کے ساتھ قیافہ کو اتنا دخل تھا کہ دور سے مریض کی
صورت دیکھکر اسکا مرض بتادیتے ہر شخص کو اسکی حیثیت کے موافق نسخہ دیتے نباضی میں وہ کمال
حاصل تھا کہ علاوہ امراض کے اور بہت سی باتیں بتادیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب
نے محض امتحان کے لیئے ایک رنڈی کو ڈولی میں بٹھا کر کہار ساتھ کر کر حکیم صاحب کے مطب میں روانہ کیا

علاج کے لیئے آتے ہیں گویا آپکا دوا خانہ مریضوں غریبوں اور ہر قسم کے اہل حاجات کا ملجا بنا ہوا ہے خدائے تعالیٰ ایسے مکرم خاندان کو ابدالآباد تک قایم رکھے۔
حکیم صاحب کے دولتخانہ کے مقابل دو کانوں کے اوپر نہایت خوبصورت مسجد ہے حکیم صاحب مرحوم کی سعی سے اسمیں بہت رونق ہوگئی ہے اب پہلے قاسم جان کی گلی میں چلیئے اسکے بعد حکیم صاحب کے مکان سے چاوڑی میں آجائیں گے۔

گلی قاسم جان

میں بڑے بڑے شریف لوگ آباد ہیں گلی میں گھسکر دائیں طرف مدرسہ عنایت اللہ خاں اس سے آگے

غلام نبی خاں صاحب

کا مکان ہے آپ خاندانی رئیس ہیں۔ لائق۔ فائق باوضع شخص ہیں نواب احمد سعید خانصاحب سے قرابت رکھتے ہیں انکے مکان سے آگے بائیں جانب

نواب احمد سعید خانصاحب طالب

کی حویلی ہے نواب صاحب موصوف نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب بہادر مرحوم کے صاحبزادہ رؤساء لوہارو میں سے ہیں نہایت ذہین۔ ذکی۔ ذی علم۔ خوش طبع۔ خوش مزاج۔ موزون طبع۔ بلند خیال شخص ہیں۔ مرزا غالب مرحوم سے تلمذ رکھتے ہیں۔ طالب تخلص کرتے ہیں۔ نہایت پاکیزہ کلام ہے۔ پانسو روپیہ ماہوار ریاست سے وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے مکان سے آگے۔

نواب شجاع الدین خانصاحب تاباں

کا مکان ہے نواب صاحب موصوف نواب شہاب الدین خانصاحب مرحوم کے خلف اکبر اور نواب ضیاء الدین خان مرحوم کے نبیرگان میں سے ہیں۔ نہایت خوشخصال شیرین مقال۔ خوش طبع۔ خلیق آدمی ہیں فن شعر میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تاباں تخلص کرتے ہیں۔ چار دیوان ضخیم الوانع سخن سے مشحون آپکی یادگار موجود ہیں۔ طبیعت آپکی بدرجہ غایت حاضر ہے حتی کہ روزانہ تقریباً پچاس ساٹھ شعر ادنی توجہ سے کہہ لیتے ہیں اور اس فن میں نواب حسین علیخان مرحوم شاداں تخلص اور آنوز اور فصیح الملک داغ دہلوی سے تلمذ ہے

اور بعد ازاں روز افزوں ترقی ہوتی شروع ہوئی گو مدرسہ میں کئی مدرس لائق رکھی گئے مگر قانون شیخ حکیم صاحب خود پڑھاتے تھے باوجود مریضوں کی کثرت اور ضروری کاروبار کے طلبا کا سبق ناغہ نہ کرتے ہمیشہ اپنے معمول پر سبق پڑھاتے مسائل طبیہ اور ضروری کار آمد فنون کے مضامین برزبان یاد تھے پڑھاتے وقت عجیب عجیب نکات بیان کرتے۔ خوبصورتی خوب سیرتی۔ خوش بیانی۔ خوش اخلاقی بہت سی صفتوں سے موصوف تھے بڑے جید طلبا فارغ التحصیل آپکے حلقۂ درس میں شامل ہوتے اور نہایت خوش ہو کر جاتے اکثر لوگوں نے آپکی تقریریں لکھی ہیں وہ بھی عجیب غریب باتیں بیان فرمائی ہیں حکیم صاحب کے حلقۂ درس میں بیٹھکر بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بو علی سینا بھی بیان کرتا تو اتنا ہی کرتا۔ انہیں صفتوں کی وجہ سے آپ نے بہت بڑا اعزاز پیدا کیا سرکار دولتمدار انگریزی سے حاذق الملک کا خطاب عطا ہوا مگر افسوس ۲۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ ہجری روز پنجشنبہ فجر کے وقت انتقال فرما گئے۔ اب آپ کے جانشین

حکیم واصل خاں صاحب رئیس دہلی

ہیں جو حکیم محمود خانصاحب کے منجھلے صاحبزادہ اور حاذق الملک مرحوم سے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی ذہانت حذاقت محتاج بیان نہیں اپنے بھائی صاحب کے قدم بقدم ہیں گویا آپ میں اور حکیم صاحب مرحوم میں سر مو تفاوت نہیں ہے بلکہ اخلاق کے لحاظ سے کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں چونکہ آپ اپنے والد بزرگوار ہی کے زمانہ سے مطب کرتے ہیں اور آپکے والد کو آپ سے خاص نسبت تھی اسلیئے آپ کو خاص مناسبت ہے اپنے بڑے بھائی صاحب کے انتقال کے بعد خاندانی مطب کی مسند پر آپ ہی متمکن ہیں اُسی طرح مدرسہ کی اوّل جماعت کو قانون وغیرہ کا درس دیتے ہیں غرض جملہ امور باحسن الوجوہ انجام دیتے ہیں۔ کیوں نہو

این خانہ تمام آفتاب است ✤

آپ کے دوسرے بھائی

مولوی حکیم حافظ اجمل خانصاحب

ہیں۔ جنکی علمی قابلیت اور معالجات کی حالت اور متانت اور اخلاق روشن خیالی۔ سنجیدگی طبع نہ شہر بلکہ تمام مُلک کو تسلیم ہے اور آپ کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ یہ شخص شرف خاندان ہوا ہی فن طب کے ساتھ منطق و ادب میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اُردو۔ فارسی۔ عربی زبان میں اشعار کہتے ہیں حقیقت میں ایسی جامع قابلیت کا آدمی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق آپکے اوضاع و اطوار نہایت ہی تعریف کے قابل ہیں بحیثیت طبیب باشی حضور نواب صاحب بہادر رامپور آپ کا رامپور میں قیام رہتا ہی دُور دُور سے لوگ

تفسیر حقانی - نامی شرح حسامی وغیرہ بہت سی کتابیں آپکی تصنیف ہیں - مناظرہ سے خاص طور پر مناسبت ہے تحریر تقریر دونوں تعریف کے قابل ہیں سابق میں مدت تک مدرسۂ فتحپوری کے صدر مدرس رہے ہیں آپ آپ مکان پر رہتے ہیں مشغلہ کے طور پر دو چار سبق بھی پڑہاتے رہتے ہیں حیدرآباد سے معقول وظیفہ پاتے ہیں تمام شہر اور بیرونجات کے معززین آپکا اعزاز کرتے ہیں - نہایت لائق فائق بے تکلف شخص ہیں آگے بڑھکر دائیں طرف کوٹھی نواب لوہارو اسکے محاذ میں کوچہ رائمان و جوگی واڑہ واقع ہیں اسی کوچہ میں میر معظم صاحب کا مطبع فاروقی ہے اسمیں اکثر دینیات کی کتابیں طبع ہوتی ہیں - میر صاحب موصوف نہایت شریف نیک بخت منکسر المزاج آدمی ہیں - اس سے آگے بائیں جانب گلی بتو خان ہے اس سے آگے بارہ دری کو رستہ چلا جاتا ہے اس میں قاضی ابوالخیر خلف قاضی محمد زبیر صاحب چشتی نظامی کا مکان ہے - آپ نہایت جوان صالح ہیں اس سے آگے پھاٹک رشید خان ہے یہ رستہ نئی سڑک کو کاٹتا ہوا املیواڑہ میں جا ملتا ہے اس سے آگے حویلی شیر افگن خاں ہے اسمیں مطبع نظامی ہے اس سے آگے دائیں جانب گلی رائے بہادر شیو سہائے مل پھر بائیں جانب کٹڑہ گردھر لعل - دائیں جانب دیوانخانۂ دیوان چند اسکے محاذ میں گلی بڑوالی پھر دائیں جانب گلی میران والی آگے بائیں طرف کٹڑہ بلاقی مل اس سے آگے گلی دلسکھ رائے خزانچی اسکے مقابل دائیں جانب گلی پاسیاں - آگے یہ رستہ چرخہ والوں میں ہوکر لونیوں کے بازار سے نکلکر چاوڑی میں جا ملتا ہے اور دائیں طرف گلی حکیم بقا میں ہوکر چاوڑی میں آ ملتا ہے یا محلہ دستاں سے نکلکر قاضی کے حوض پر آجاتا ہے بابو کدار ناتھ صاحب وکیل بھی اسی طرف رہتے ہیں -

اب پھر چاندنی چوک میں چلیئے داہنی جانب نیل کا کٹرہ ہے بائیں طرف بازار بلیماراں واقع ہے فتحپوری کی طرف جاتے ہیں اس موقع پر آگے نکلکر کوچۂ برج ناتھ ہے اسمیں رائے بہادر لالہ ہردہیان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی کی کوٹھی ہے آگے داہنی جانب کٹرہ ریوڑی پھر بائیں جانب بنک بنگال ہے شہر میں یہ بنک بہت نامی ہیں -

سرکاری لین دین بھی اسی سے ہوتا ہے اس سے آگے بائیں جانب نیشنل بنک ہے دائیں جانب کوچہ گھاسی رام ہے اسمیں عموماً کھتری صاحبان رہتے ہیں - اسی میں بھیروں کا مندر ہے لالہ شمبھو ناتھ صاحب میونسپل کمشنر بھی یہیں رہتے ہیں - آگے بائیں جانب حویلی حیدر قلیخان ہے اسمیں لالہ کندن لال و کشوری لعل صاحبان ٹھیکہ دار سرکاری رہتے ہیں - سامنے

ریاست لوہارو سے معقول وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی

نواب سراج الدینخان صاحب سائل

آپ نواب شہاب الدین خاں مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ صاحب لیاقت و ذہانت ذہین زادہ ہیں فارسی زبان میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ اردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں مرزا غالب مرحوم کی طرز پر تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب حویلی کالے صاحب ہی۔ اسمیں متفرق لوگ رہتے ہیں اس سے دائیں جانب خان بہادر ڈپٹی ہادی حسین خانصاحب کی حویلی ہی۔ آگے بڑھکر داہنی طرف

مدرسۂ طبیہ

واقع ہی ۲۵ شوال ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۲۳ جون ۱۸۸۹ء سے جاری ہی اسکے بانی حکیم عبد المجید خانصاحب مرحوم ہیں اسمیں دو لایق ڈاکٹر اور تین مدرس تعلیم دیتے ہیں۔ یونانی ڈاکٹری دونوں پڑھائی جاتی ہیں۔ جماعت اوّل کو حکیم صاحب مرحوم خود پڑھاتے تھے اب اُنکی جگہ اُنکے بھائی حکیم واصل خانصاحب پڑھاتے ہیں اور حکیم صاحب مرحوم کی جگہ آپ ہی سکرٹری ہیں۔ اس مدرسہ کا خرچ تقریبًا ۲۷۵ روپیہ ماہوار ہے۔ سو روپیہ کی کمیٹی سے امداد ملتی ہے۔ طلبا کو وظیفہ بھی ملتا ہے۔ ابتدا ے مدرسے سے آجتک چوراسی طالب علم تکمیل کی سند پا چکے ہیں۔ اور مختلف مواقع میں مطب کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو قایم رکھے۔ اس سے آگے

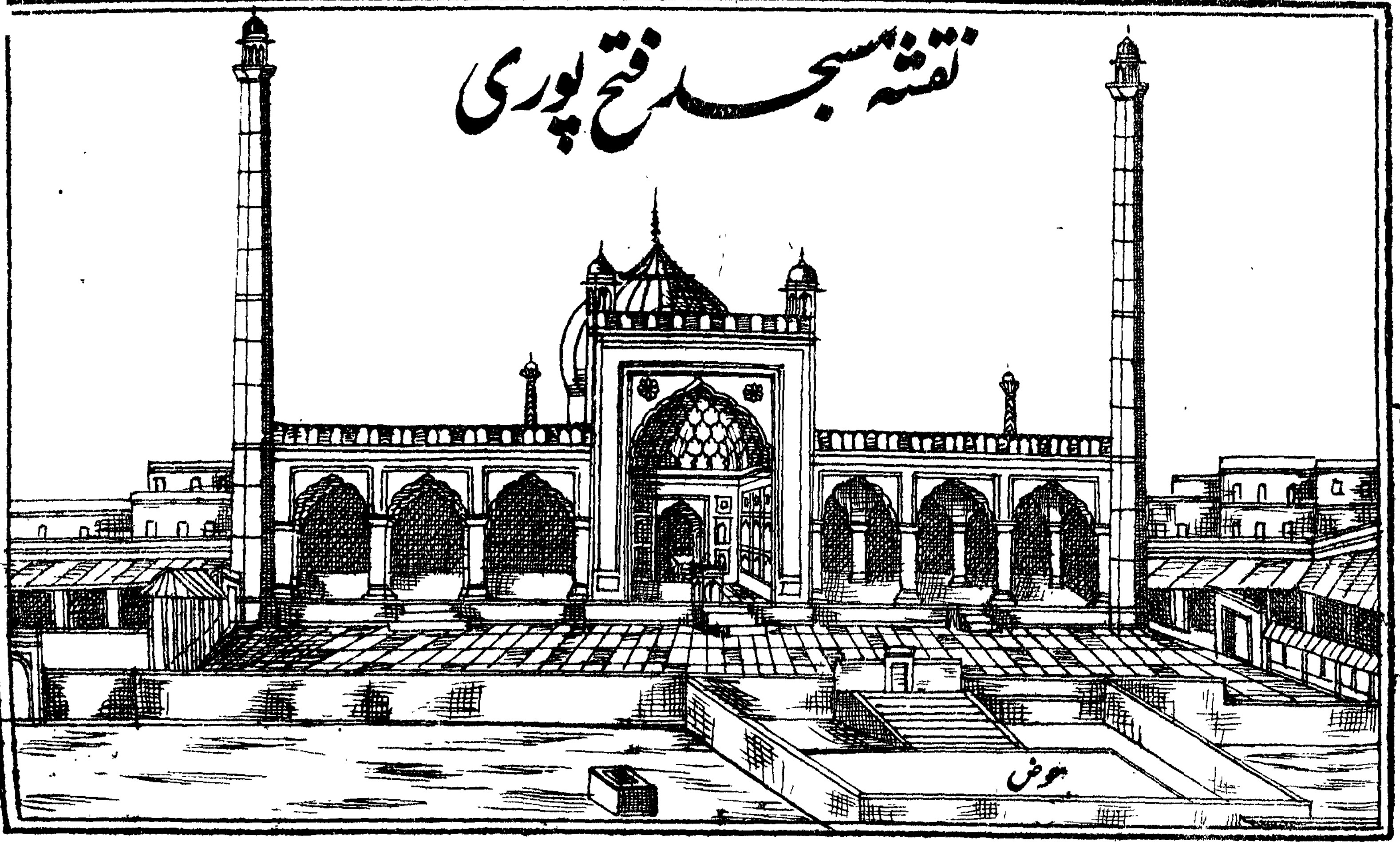
نواب بڈھن صاحب

کی حویلی ہی آپ نہایت لایق فائق خاندانی شخص ہیں رؤسائے لوہارو سے قریبی قرابت رکھتے ہیں نہایت خلیق منکسر المزاج فقیر دوست اور فقیر دوست آدمی ہیں۔

اب یہ رستہ آگے بڑھکر لال کنوئیں کے بازار میں جاملا ہے۔ قاسم جان کی گلی ختم ہوگئی۔ اب حکیم صاحب کے مکان سے چاوڑی کی طرف چلیے۔ دائیں جانب کٹرہ عالم بیگ ہی اس سے آگے

مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی

کا مکان ہی آپ نہایت ذی وجاہت اشخاص میں شمار ہوتے ہیں معقول منقول میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں


نقشہ مسجد فتح پوری
حوض

مسجدِ فتح پوری

نظر آتی ہے - یہ مسجد اس بازار کے ختم پر واقع ہے - نہایت عمدہ - خوبصورت - سنگین سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کی بنی ہے تمام صحن اور دو نوں دالانوں کا فرش بھی سنگِ سرخ کا ہے -

اس مسجد کا طول ۵۴ گز اور عرض بائیس گز ہے گنبد کے دونوں طرف تین تین در کے ایوان ایوان میں کرسی اور اجارہ میں منبت کاری ہوئی ہے - دونوں کونوں پر پینتیس پینتیس گز کے دو منارے ہیں جو نہایت خوشنما بنے ہیں - صحن کے آگے ۱۶ سولہ گز سے ۱۴ چودہ گز کا حوض ہے - اسمیں چاندنی چوک کی نہر سے پانی آتا تھا اب چار پانچ سال سے بند ہو گیا ہے - مسجد کے دائیں بائیں دالان اور طالب علموں کے رہنے کے حجرے بنے ہیں نقشہ سے اسکی خوبی ملاحظہ فرمائیے -

یہ مسجد نواب فتحپوری محل بیگم صاحبہ زوجہ شاہجہان بادشاہ نے بنوائی ہے اسکے متعلق بہت سی دکانیں ہیں غدر کے زمانہ میں یہ دوکانیں ضبط ہو گئی تھیں اور پھر ۱۹۰۰۰ روپیہ کو نیلام ہوئیں لالہ چھنامل صاحب نے خریدیں اسکے بعد ۱۲۹۲ء یا ۱۲۹۳ء میں انجمن راشدین صلح کل اسلامیہ دہلی کیطرف سے جس میں خواجہ علی احمد احراری وغیرہ شریک تھے واگذاشت جاداد وقفی اور عدم نفاذ نیلام کی درخواست دی گئی چنانچہ اس درخواست پر سرکار دولتمدار نے کامل توجہ اور پورا خیال فرما کر اس جاداد کو لالہ چھنامل صاحب سے بحساب ۵ سینکڑہ سود ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کو خرید لیا اور اسکی عوض میں ایک گاؤں علاقہ پلول میں دینا چاہا لالہ صاحب نے اسکے لینے سے انکار کیا سرکار نے ۱۲۹۴ء میں اس جاداد کو تحصیل کے قبضہ میں دیدیا - کرایہ کی آمدنی وغیرہ جمع ہوتی رہی پھر اُس گاؤں کو اپنے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کو نیلام کر دیا اور ۱۲۹۵ ہجری میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ اصل و باقی سود وغیرہ لالہ صاحب کو دیکر باقی ایکہزار پانسو روپیہ اور مسجد کی کل جاداد دس ممبروں کی نگرانی میں دیدی اُسوقت سے برابر دس ممبر چلے آتے ہیں اس موقع پر سرکار دولتمدار کی دریادلی اور رعیت نوازی تحسین کے قابل ہے - اسوقت اسکے ممبر حسب ذیل ہیں

(۱) شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و مینونسپل کمشنر دہلی -

(۲) خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب سب رجسٹرار و آنریری مجسٹریٹ و مینونسپل کمشنر

(۳) خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ و آنریری مجسٹریٹ

(۴) خانصاحب حکیم ظہیر الدین احمد خانصاحب آنریری مجسٹریٹ و مینونسپل کمشنر

(۵) منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی -

اور لنگر جاری تھا - بعد وفات یہ بھی اپنے پیر کی قبر کے برابر مدفون ہوئے باقی اور مزار آپکے مریدوں اور
عقیدتمندوں کے ہیں دونوں حضرات کا عُرس ربیع الاول کی آٹھویں شب کو اور نویں دن کو ہوتا ہے
پچیس روپیہ سالانہ بابت مصارف عُرس اور دو روپیہ ماہوار بابت جاروب کشی وغیرہ مزارات
محمد عمر نقیب کو آمدنی مسجد فتحپوری سے ملتے ہیں -
مسجد فتحپوری کے شمالی دروازہ کے سامنے کا

بازار کھاری باولی

کہلاتا ہے - یہ بازار تقریباً ۵۶۰ قدم کے طول میں واقع ہے اسمیں اناج اور گھی کی بڑی بھاری منڈی ہے
پنساریوں کی بڑی بڑی دوکانیں ہیں - اسکے آگے بڑھکر دائیں جانب محلہ خرید پارچہ ہے -
اسمیں گھی کی منڈی ہے اس سے آگے **گلی کھاری باولی** مشہور ہے - بیشتر اسجگہ سات منزل کی
باولی تھی ۹۵۵ھ ہجری میں شیرشاہ اور اُسکے بیٹے سلیم شاہ کے عہد میں بنی تھی اب دوکانیں بن گئی ہیں
باولی کا نشان تک نہیں رہا اسکے نام سے بازار موسوم ہو گیا ہے -
اس سے آگے دائیں جانب **کٹرہ حسین بخش** ہے - اسکے محاذ میں **گلی تباشہ** واقع ہے
اسمیں کھانڈ اور ریوڑی والے - بتاشے والے اور اچار اور مربے والے بیٹھتے ہیں - اسی گلی میں

خان بہادر شمس العلما مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب - ایل - ایل - ڈی

کا مکان ہے آپ رؤساء شہر دہلی میں سے ہیں - اصل وطن ضلع بجنور ہے - بچپن سے تحصیل علم کا شوق تھا -
قرآن اور فارسی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مولوی نصر اللہ خاں مرحوم سے جو اُس زمانہ میں بجنور کے
ڈپٹی کلکٹر تھے علم نحو میں شرح ملا جامی تک اور منطق میں میر قطبی تک اور فلسفہ میں میبذی تک کتابیں
پڑھیں اسکے بعد ۱۲۶۱ھ میں دہلی پنجابی کٹرہ کی اکبری مسجد میں (جو غدر کے بعد ٹوٹ پھوٹ گئی)
آکر طلبا کے زمرہ میں شامل ہوئے - اسکے بعد کوشش اور سعی کرکے دہلی کالج عربی کی دوسری جماعت
میں داخل ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل علم میں مشغول رہے تکمیل علوم کے بعد بڑے بڑے عہدوں
تحصیلداری و ڈپٹی کلکٹری وغیرہ پر مامور رہے - اسکے بعد حیدرآباد میں ایک منصب معقول پر مقرر ہوئے
پنشن ہونے کے بعد دہلی آکر تعلیم و تدریس میں تا این دم مصروف ہیں - آپکی تصنیفات مفیدہ کثرت سے ہیں

۶ نواب فیض احمد خانصاحب رئیس دہلی۔

۷ خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب رئیس دہلی۔

۸ مولوی حافظ حکیم اجمل خان صاحب۔

۹ حکیم لطیف حسین خان صاحب۔

۱۰ حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

اس مسجد میں مدرسۂ عربی قائم ہے۔ اسمیں چار مدرس عربی ایک مدرس فارسی ایک مدرس قرآن کل چھ مدرس ملازم ہیں مسجد کے کل آمدنی ۸۰۰ روپیہ ماہوار ہے اسمیں سے سو روپیہ مسجد میں خرچ ہوتے ہیں اور دوسو پچاس روپیہ مدرسہ کے صرف میں آتے ہیں باقی روپیہ جمع رہتا ہے اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت مسجد کے کام میں آتا ہے تمام ممبر دیانت دار امانت دار بے غرض محض خدا کیواسطے سعی کرنیوالے اپنی ضروریات پر مسجد اور مدرسہ کی ضرورتوں کو ترجیح دینے والے ہی خواہ خلائق ہیں مگر میرے نزدیک ایک ایسے عالم کے مہتمم ہونیکی ضرورت ہی جو دینی تعلیم کا دلدادہ زمانہ کی ضرورتوں پر نظر رکھنے والا۔ تعلیمی نصاب کی پوری اصلاح کرنے والا ہو۔

حوض مسجد سے ذرا بچا ہوا ایک احاطہ میں

حضرت میراں شاہ نانوں رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں۔ آپ کا وطن تھانیسر ہے۔ اور سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات حاصل کرکے شاہجہاں آباد میں وارد ہوئے اور حریم مسجد فتحپوری میں ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی رفتہ رفتہ آپکی کرامات اور فیوضات باطنی کا یہانتک شہرہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب آپکی خدمت میں عقیدتاً حاضر ہوکر فیضیاب ہونے لگے۔ بہت عرصہ تک برابر فیض جاری رہا آخر تقریباً اسی برس کی عمر میں وصال ہوا۔ اسی احاطہ میں مدفون ہوئے۔ آپکے بعد آپکے خلیفہ

شاہ جلال علیہ الرحمہ

نے آپ کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھکر تمام عمر یاد الٰہی میں بسر کی اور تا انتقال اہل دنیا کی طرف التفات نکی۔ باوجود توکل کے شام کے وقت مساکین و فقرا کو آپکی طرف سے کھانا تقسیم ہوتا تھا

سنہ ۱۹۰۲ء پیر کے دن مغرب و عشا کے درمیان ایکسو دو ۱۰۲ برس کی عمر میں انتقال فرمایا آپکے جنازہ کیساتھ بہت بڑا ہجوم تھا۔ شیدی پورہ میں اپنے فرزند مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے سرہانے مدفون ہوئے آپکے صاحبزادہ مولوی شریف حسین صاحب مرحوم تو آپ کے سامنے ہی سنہ ۱۳۱۰ہ ہجری میں رحلت فرما گئے تھے اسوقت آپکے پوتے مولوی عبدالسلام صاحب مسجد کی امامت کراتے ہیں اور بدستور طلبا کو پڑھاتے ہیں اپنے دادا صاحب مرحوم کے قدم بقدم ہیں طلباء کی خدمت اور درس تدریس کی پوری قابلیت رکھتے ہیں

مولانا مرحوم کے خویش

مولوی میر شاہجہاں صاحب

کا مکان بھی یہیں ہے آپ نہایت لائق فائق شخص ہیں فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں مطب بھی کرتے ہیں۔ فن شعر میں کمال رکھتے ہیں۔ مولوی سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد کے بڑے صاحبزادے سید محمود مرحوم کی شادی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔

اسی محلہ میں

مولوی حفیظ اللہ خانصاحب

کا مکان ہے آپ بہت بڑے لائق فائق شخص ہیں پرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔ پیر کے دن مسجد نہر سعادت خان میں وعظ فرماتے ہیں۔ صرف مسائل بیان کرتے ہیں۔

اسی محلہ میں

حاجی عبدالرزاق صاحب

سوداگر کلکتہ کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے ہیں آپ کی بہت بڑی کوٹھی کا تجارتی کاروبار کلکتہ میں ہے ایک جہاز بھی آپکا چلتا ہے۔ نہایت خلیق۔ باحوصلہ مخیر منکسر المزاج آدمی ہیں۔ دینی کاموں سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں اور خوشی سے شریک ہوتے ہیں

اسی محلہ کی دوسری گلی میں

حاجی عمر حیات صاحب

کا مکان ہے۔ آپ بھی پنجابی صاحبان میں معزز اور دیندار شخصوں میں تصوّر کئے جاتے ہیں بہت بڑے نیک صالح بابرکت مخیر شخص ہیں۔ اکثر بزرگان دین کے عرسوں میں اپنی طرف سے حافظ امین الدین صاحب ڈیرے خیمے والے کے ذریعہ سے روٹی تقسیم کراتے ہیں۔ بزرگان دین کی آستانوں کی خدمت کو اپنے لیئے نجات کا باعث جانتے ہیں۔

تعلیم نسواں میں مرآت العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح منتخب الحکایات اور علم صرف میں الحینک فی الصرف اور منطق میں مبادی الحکمۃ اور ناول میں ابن الوقت او محصنات اور رویائے صادقہ اور مجموعہ لکچر وغیرہ مشہور و معروف کتابیں ہیں۔ اب حال میں آپنے کلام اللہ شریف کا ترجمہ بامحاورہ سلیس اُردو زبان میں تین سال کے محنت اور عرقریزی سے درست کرکے طبع کرایا ہے اور کئی دفعہ طبع ہوچکا ہے نہایت نفیس ترجمہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ متعدد آیات کے ترجمہ میں علمائے محققین کو کلام ہے جیسے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ ڈپٹی صاحب اس موقعہ پر رمی کا ترجمہ تیر پھینکنا کرتے ہیں اسی قسم کے اور چند موقعے ہیں جو ابھی تک فروگزاشت ہو رہے ہیں مگر ڈپٹی صاحب کی منصف مزاجی سے ہمکو کامل امید ہے کہ ذرا توجہ فرماکر اس خرخشہ کو دفع کردینگے اور اپنے ترجمہ کو عام مقبولیت کا زیور پہنائیں گے غرض ڈپٹی صاحب اپنی ذاتی قابلیت اور علمی لیاقت میں یگانہ روزگار ہیں خصوصاً فن ادب میں اچھا دخل رکھتے ہیں۔ گلی تباشہ سے آگے بڑھکر دائیں جانب

پھاٹک حبش خاں

واقع ہے۔ اس میں اکثر زرکوب اور بڑے سوداگروں کی دوکانیں اور عموماً پنجابی صاحبان کے مکانات ہیں اور اکثر اہل حدیث صاحبان رہتے ہیں اس پھاٹک میں کئی گلیاں ہیں محتسب کی مسجد وغیرہ واقع ہیں ایک گلی میں۔

جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم

کا مکان ہے آپ کا نام نامی آفتاب کی طرح مشہور ہے۔ مولانا صاحب موصوف سورج گڈھ ضلع مونگیر کے خاندان سادات سے تھے۔ آپ کے بزرگ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت میں عہدہ قضا پر مامور تھے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوسکتا کہ آپ نے باقاعدہ تعلیم کس سے پائی ۱۲۳۶ھ ہجری میں جسوقت مولانا شاہ سید احمد صاحب بریلوی اور شاہ اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی پٹنہ میں پہونچے تو آپ پٹنہ میں موجود تھے ۱۵ برس کی عمر تھی دونوں حضرات سے شرفِ نیاز حاصل کیا پھر الہ آباد میں چلے آئے چھ مہینے وہاں قیام کرکے دہلی میں تشریف لائے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا عرصہ تک شاہ صاحب کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور حدیث شریف کی سند حاصل کی پنجابی کٹرہ کی مسجد میں مقیم ہوئے تمام عمر قال اللہ و قال الرسول میں گزاردی۔ ہزاروں عالم و فاضل طالبعلموں کو حدیث شریف کی سندیں عطا فرمائیں تقریباً ساٹھ برس حدیث شریف کا درس دیا اب ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر

۱۳۰۵ھ ہجری میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے چھ مہینہ ہیں مقیم رہے جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے رخصت کے وقت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ اور چار خانوادہ کی سند عطا فرمائی حج سے واپس آکر چند روز تک پھر درس تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اسکے بعد مدرسہ سے بالکل قطع تعلق کر مسند ارشاد پر بیٹھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ صبح کی نماز کے بعد مثنوی شریف کا درس دیتے ہیں اور آٹھویں دن جمعہ کو مدرسہ حسین بخش میں وعظ فرماتے ہیں

اسی باغیچی میں

شیخ نور الٰہی صاحب مینونسپل کمشنر

کا مکان ہے آپ بھی پنجابی صاحبان میں نہایت مشہور اور ممتاز آدمی ہیں مینونسپل کمشنر ہیں مینونسپلٹی کے کاروبار نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ آپ کا ایک انگریزی دواخانہ بھی ہے۔ شعر و سخن کا بھی شوق ہے۔ اکثر مفید نظمیں لکھتے رہتے ہیں نورؔ اپنا تخلص فرماتے ہیں۔

اسکے قریب

حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار

کا مکان ہے آپ پنجابی سوداگر صاحبان میں نہایت مشہور اور بہت بڑے متقی پرہیزگار دیندار مخیر آدمی ہیں صدہا مساجد شہر اور بیرونجات کی تعمیر اور مرمت آپکی ہمت سے ہوتی ہے۔ دینی کاموں سے آپکو خاص دلچسپی ہے گویا دلی کے حاتم ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تہانوی ثم المکی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل ہے اکثر ذکر شغل کرتے رہتے ہیں۔ جامع مسجد اور مسجد فتحپوری کے ممبر ہیں۔

اسی محلہ میں

حاجی احمد جان صاحب چھتریوں والہ

کا چھتریوں کا کارخانہ ہے۔ ہر قسم کی چھتریاں تیار ہوتی ہیں آپ بھی نہایت باہمت مخیر شخص ہیں۔

عقب جامع مسجد

کا نظارہ بھی تعریف کے قابل ہے۔ دیواروں کی اونچائی۔ برجوں کی گولائی قطار قطار برجیوں کی خوشنمائی۔ میناروں کی لمبائی عجیب عالم دکھاتی ہے۔ نیچے مسجد کے ملوکہ سو دوکانیں ہیں۔ ابتک اناج کی منڈی ہے۔ شمالی گوشہ کے متصل ایک مزار ہے۔ دھڑ کا نشان الگ ہے۔ سر بالکل جدا ہے بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ صوفی سرمدؔ کا مزار ہے اور دوسرا شرقی دروازہ کے سامنے لوگوں کا مصنوعی ہے۔

حبش خاں کے پھاٹک کے آگے داہیں جانب **کٹڑہ تمباکو** اس سے آگے داہنی جانب کوچہ چیلاں اسکے محاذ میں نیا بانس۔ آگے بڑھکر کٹڑہ دیا شنکر اور کٹڑہ بنسی دھر واقع ہیں۔ یہاں لاہوری دروازہ تھا جو ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگیا فصیل کی دیواریں موجود ہیں اس سے آگے **کلارک گنج** یہ گنج کلارک صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی کی تجویز [illegible] سنہ [illegible] میں بسایا گیا کلارک گنج کہلاتا ہے اس سے آگے ریل اور نہر کا پل اوترکر داہیں طرف **تیلی واڑہ** کو سڑک جاتی ہے اس محلہ میں بھی چھوٹا سا بازار ہے سربازار مسجد میں **مولانا عبد الکریم صاحب** تشریف رکھتے ہیں۔ باہر کے رہنے والے ہیں مدت سے یہی جگہ قیام پذیر ہیں نہایت متبرک مقدس متوکل شخص ہیں۔ تمام علوم سے بخوبی واقف ہیں ہر فن نہایت خوبی سے پڑھاتے ہیں علم حدیث بہت اچھا جانتے ہیں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت منکسر المزاج نیک طینت آدمی ہیں عموماً پنجابی صاحبان آپکی بہت کچھ عظمت اور خدمت کرتے ہیں۔ بائیں طرف عیدگاہ اور لب نہر خواجہ باقی باللہ کو رستہ جاتا ہے اور یہ سیدھا بازار

صدر بازار

کہلاتا ہے اسمیں بڑے بڑے پنجابی سوداگروں کی دوکانیں ہیں ولایتی سامان اور ہر قسم کا بساطخانہ وافراط کے ساتھ موجود رہتا ہے اسی جگہ حاجی محمد اسحاق صاحب حاجی احمد جان صاحب وغیرہ سوداگروں کی دوکانیں ہیں آگے چلکر

ہندوراؤ کا باڑہ

آجاتا ہے داہیں ہاتھ گلی جاتی ہے اندر جاکر چوک قائم ہے یہ انچھے جی کی باغیچی کہلاتی ہے اس میں

مولانا مولوی محمد کرامت اللہ خانصاحب واعظ

کا مکان ہے معقول منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ ۱۳ برس کی عمر میں قرآن حافظ ہوئے بیس برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمہ مدرس اول مدرسہ دیوبند سے حدیث شریف کی سند حاصل کی ریاضی وغیرہ مولانا سید احمد صاحب* مرحوم دہلوی مدرس اول مدرسہ دیوبند اور مولوی سدید الدین صاحب دہلوی سے اور معقول کی کتابیں مولانا عبد العلی صاحب رامپوری اور مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی سے تحصیل کیں اسکے بعد مدرسہ حسین بخش میں پانچ برس تک ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں بعدہ درویشی کا شوق پیدا ہوا مدرسہ کا تعلق قطع کر کے ۱۳۱۰ ہجری میں عرب تشریف لیگئے دیگر مقامات کی زیارت سے مشرف ہو کر

* مولانا محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد مولانا سید احمد صاحب مدرس اول ہوئے ہ

شیخ سبحان بخش صاحب اونریری مجسٹریٹ

کا مکان ہی شیخ صاحب موصوف حافظ عبدالکریم صاحب بالقابہ رئیس میرٹھ کے خویش ہیں شہر میں اونریری مجسٹریٹی کے عہدہ پر ممتاز ہیں نہایت خلیق ملنسار آدمی ہیں عرصہ سے دلی ہی میں زیادہ قیام رہتا ہی - آپکے مکان کے متصل ہی شاخ مدرسہ میونسپل بورڈ ہے اسمیں پانچویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہی اسکا تعلق بھی شمیری بازار کے مدرسی ہے آگے بڑھکر چھتہ شاہ جی مشہور ہے اسمیں حمام گرم و سرد عبدالرزاق کا ہی - یہ راستہ سید ہا کھجور کی مسجد ہوتا بیچ میں دائیں بائیں چھوٹی چھوٹی گلیاں چھوڑتا کناری بازار میں جا نکلتا ہی اسکے محاذ میں بائیں جانب کوچہ میر عاشق ہے - اسمیں شیخ محمد اسمعیل صاحب اور قاضی زکریا صاحب مرحوم اور حافظ نورالدین صاحب اور شیخ امان الحق وغیرہ شرفاء لوگوں کے مکانات ہیں - اسکے آگے دائیں جانب حلوائی کی دوکان کے متصل نائی واڑہ ہے آگے چلکر اسی جگہ

شاہ بولا کا بڑھ

مشہور ہے شاہی وقت میں اسجگہ بڑھ کا بہت بڑا درخت تھا اور شاہ بولا ایک فقیر یہاں رہتے تھے چنانچہ اُنکی قبر بھی اسی جگہ ہی گو اب وہ درخت جاتا رہا اُسکی جگہ نیم موجود ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے اور اس موقع کو شاہ بولا کا بڑ کہتے ہیں اسکے مقابل گلی تباشہ ہی - اسمیں رائے سالگ رام صاحب ٹھیکہ دار افیون وغیرہ مسکرات کے عالیشان مکانات ہیں - رائے صاحب موصوف نامی گرامی کایستھ قوم کے شرفاء و رؤسا میں سے ہیں اور نہایت لائق - فائق - فیاض طبع - مخیر - ہردلعزیز - منکسر المزاج آدمی ہیں ایکدفعہ جو آپ سے ملتا ہی آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہوجاتا ہے - ہمیشہ اپنی قوم اور پبلک کے کاموں میں دل کھولکر فیاضی کو کام میں لاتے ہیں چنانچہ گزشتہ متواتر قحط وغیرہ مواقع پر نہایت گرانبہا عطیات سے اپنی مخلوق خدا کی خدمت کی - تھوڑا عرصہ ہوا کہ آپ نے کالکاجی میں ایک مندر کے افتتاح کے موقع پر اپنے تمام برادران قوم کایستھ کو ہر گوشہ ملک سے مدعو کرکے ہزارہا روپیے کے صرف سے انکی مدارات کی - یہ قومی و مذہبی جلسہ ایسا شاندار ہوا تھا کہ جسکی نظیر شاید اس سے پہلے کہیں پائی نہیں گئی نہ صرف اپنی برادری کی غربا و بیوگان کی آپ دستگیری کرتے ہیں بلکہ بحسب موقع دیگر اقوام کے قابل امداد آدمیوں کی خدمت بھی نہایت خوشی سے کرتے رہتے ہیں ان ہی وجوہ سے تمام شہر اور نیز حکام والا مقام وغیرہ آپ کی نہایت وقعت کرتے ہیں - اسکے محاذ میں نئی سڑک کا بازار ہی جو سیدھا چاندنی چوک

تحقیق خدا کو معلوم ہے۔
مسجد کی دو کانوں کے سامنے سیدھا چوڑا بازار شاہ بولا کے بڑھ سے گزرتا قاضی کے حوض ہوتا ایک طرف لال کنواں
دوسری طرف اجمیری دروازہ۔ تیسری طرف سیتارام کے بازار ہوتا ہوا ترکمان دروازہ نکلجاتا ہے۔

چاوڑی بازار

یہ بازار بہت چوڑا ہے اسلئے کثرت استعمال سے غالباً چاوڑی بازار ہوگیا ہو
جامع مسجد سے قاضی کے حوض تک سات سو بیس قدم کے طول میں واقع ہے نہایت وسیع اور خوب
بازار ہے۔ اسمیں ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں۔ عموماً بزازوں۔ جوتے والوں۔ کاغذیوں۔ پنساریوں
تلمبنے۔ پیتل کے برتن والوں۔ لوہیوں۔ بساطیوں وغیرہ وغیرہ کی دوکانیں ہیں بارہ بجے رات تک
نہایت رونق رہتی ہے۔ پھولوں کی پٹیں اور چنگیں۔ دل ودماغ کو تازگی بخشتی ہیں۔ عمدہ عمدہ ہار
اور گجرے فروخت ہوتے ہیں۔ ادھر دو طرفہ دوکانوں کی قطاریں لطف دکھاتی ہیں اُدھر کوٹھوں پر ارباب
نشاط کی دلفریب ادائیں دل لبھاتی ہیں شام سے پری وشوں کا جمگھٹ ہوجاتا ہے دس گیارہ بجے
سے سُریلی آوازوں کا سماں بندھ جاتا ہے گویا چاوڑی میں اندر کا اکھاڑا اُترآتا ہے ہاے مولانا راسخ
نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاوڑی قاف ہے یا خلد بریں ہے راسخ
جمگھٹے حوروں کے پریوں کے پرے ملتے ہیں

جوتے والوں کی دوکانوں کے خاتمہ پر دائیں جانب چتلا دروازہ ہے کہتے ہیں کہ اسجگہ چالیس اہل اللہ شہید ہوئے
تھے جنمیں سے ایک انکو بتلاتے ہیں جنکی چتلی قبر مشہور ہے اسلئے یہ دروازہ چہلتن دروازہ کے نام سے مشہور ہوا
پھر کثرت استعمال سے چتلا دروازہ کہلانے لگا۔ اسکے اندر بائیں جانب مولوی عبدالمجید صاحب کا
مدرسہ ہے اور چوڑی والوں اور جامع مسجد کو رستہ نکلجاتا ہے دائیں جانب شرفاء کے مکانات ہیں۔
اسی طرف مولوی عبدالمجید صاحب کا مطبع انصاری اور حاجی فضل الرحمن صاحب والطاف الرحمن
صاحب کے مکانات ہیں۔
چتلے دروازہ کے محاذ میں چھیپی واڑہ خورد واقع ہے۔ اسمیں حافظ عبدالکریم صاحب
بالقابہ رئیس میرٹھ کی جائداد ہے۔ انکے کارندے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کی
طرف سے غربا کو وظائف تقسیم اور دیگر کام کرنے پر مامور ہیں۔
اسی جگہ۔

نہایت ذی علم آدمی ہیں خصوصاً فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تشخیص امراض اور نباضی میں مشہور ہیں
نہایت توجہ کے ساتھ علاج کرتے ہیں سرکار کی جانب سے مسجد فتحپوری کے ممبر بھی ہیں۔
اسی جگہ گلی میراں والی ہی آگے جاکر

قاضی کا حوض

ہی بڑا مشہور و معروف حوض ہی گو پہلی سی خوبی اور آراستگی نہیں ہی لیکن ٹوٹا پھوٹا کچھ باقی ہی ۱۰۵۷ہجری میں قاضی
معتبر الدولہ نے بنوایا تھا پیشتر اسمیں نہر آتی تھی آجکل بند ہے اسکے اندر جنوبی دیوار پر سنگ مرمر کے پتھر پر یہ
عبارت کندہ ہی

آب در منبع ایں نہر جدید — کرد چوں معتبر الدولہ رواں
ہاتف غیب بوصف فیضش — گفت تاریخ بسا فیض رساں

اب یہ بازار بھی اسی حوض کے نام سے مشہور ہے حوض کے متصل چبوترے پر سبزی فروش بیٹھتے ہیں
حوض کے محاذ میں

مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب

کی مسجد اور مکان واقع ہی آپ مولانا مولوی محمد کریم اللہ صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد ہیں حنفی مذہب کے
جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ توکل سے بسر کرتے ہیں اکثر اوقات تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔
فتاوی نویسی میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ جمعہ کے دن آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وعظ فرماتے ہیں
اب اس مقام پر چوراہہ ہوگیا ہے ہم جامع سے چلے آتے ہیں۔ سامنے اجمیری دروازہ کو رستہ جاتا ہی
دائیں ہاتھ لال کنواں کو جاتے ہیں۔ بائیں ہاتھ سیتارام کے بازار میں آتے ہیں اول سطرف چلیے
بازار تقریباً ۱۲۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے۔ دائیں طرف شیش محل اسکے مقابل بائیں جانب
گلی تھان سنگھ آگے دائیں جانب

کوچہ پاتی رام

ہے اسمیں متعدد محلہ اور گلیاں ہیں اور اکثر اہل ہنود کے مکانات ہیں شروع ہی میں لالہ بالا پرشاد
صاحب اونریری مجسٹریٹ کا مکان ہی آپ لالہ کنہیا لال صاحب ڈاک والوں کے معزز خاندان میں
سے ہیں خوش اخلاق آدمی ہیں اونریری مجسٹریٹ ہیں آگے گلی نئی بستی ہی اسمیں ڈپٹی جیسی رام
صاحب کی حویلی ہی جو ۱۸۵۷ء میں کشن سنگھ کوکہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انکی حسن کارگزاری کے

جاملا گیا ہی نئی سڑک سے آگے دائیں جانب گنج لالہ دولت رام پھر بائیں طرف گلی راجہ کیدارناتھ ہی اسمیں آریہ سماج رہتے ہیں اسکے مقابل دائیں جانب

محلہ چرخہ والاں

ہے اس محلہ میں لالہ سکھ لال صاحب کاغذی تاجر کتب کی کوٹھی ہے اسکے بالاخانہ پر ڈاکخانہ اور تار گھر ہے اس سے آگے

کنور سین چینی وید

کا مطب ہی آگے بڑھکر

سنسکرت سکول

ہے اسمیں انٹرنس تک تعلیم دیجاتی ہی لالہ رام کشنداس صاحب ورائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب اسکے سرپرست ہیں ۱۲۵ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے اسکے متعلق محلہ دستاں میں ایک اور سکول ہی جسمیں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے ۲۵ سال کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ یہ رستہ بلیماراں۔ گلی حکیم بقا بازار لال چاہ۔ قاضی کے حوض پر جانکلتا ہے۔ چرخہ والوں کے بائیں جانب کوٹھی نواب صاحب دوجانہ ہے اسکے ایک مکان میں حمام گرم وسرد عبدالحکیم واقع ہے۔ آگے بڑھکر دائیں جانب

نیا بازار ہے۔ اسمیں لوہاروں کی دوکانیں اور ننھے مل جانکیداس کا کارخانہ ڈھلائی لوہا واقع ہے اسکے بازار کے مقابل محلہ چوڑی والاں ہی جو مطبع مجتبائی سے گزرتا مٹیا محل بازار میں جاملتا ہی اس سے آگے بائیں جانب کارخانہ بھانامل گلذاری لال آگے بائیں جانب **گلی مرغان** اسمیں وکٹوریا سکول ہے۔ یہ گلی سیتا رام کے بازار میں جانکلتی ہے۔ گلی مرغاں سے آگے دائیں جانب کوٹھی ننھے مل وجانکیداس۔ پھر دائیں جانب کوچہ دیارام۔ اسمیں دستکاری کا مدرسہ ہی جسکا تعلق سکول کشمیری دروازہ سے ہی اس سے آگے بائیں جانب گلی روڑا اجار والی آگے دائیں جانب گلی

حکیم بقا اس میں

حکیم قیام الدین خانصاحب

(خلف الصدق حکیم حسام الدین خاں عرف حکیم مجھلے) مطب کرتے ہیں آپ مشہور خاندانی طبیب ہیں تشخیص بھی نہایت اچھی ہی آپ نہایت پرہیزگار خدا پرست ہیں اخلاق و عادات تعریف کے قابل ہیں نہایت توجہ سے علاج کرتے ہیں امیر غریب سے یکساں محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں خصوصاً آنکھوں کا علاج آپکے خاندان کا حصہ ہے اسی جگہ

حکیم لطیف حسین خانصاحب

کا مکان ہی مطب بھی اسی گلی میں فرماتے ہیں۔ نہایت خدا پرست صوفی مشرب بزرگان شہر سے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے

حکیم ہاشم علیخاں صاحب

کا مطب ہے۔ جو نہایت لائق نوجوان اور مدرسہ طبیہ کے تعلیم یافتہ و پاس شدہ طلبا میں سے ہیں کچھ عرصہ سے مہاراجہ صاحب ریاست ٹیکم گڈھ کے ہاں معالجہ کرنے کیواسطے تشریف لیجاتے رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ تشخیص اور وسعت اخلاق میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں۔ اللہم زد فزد۔

آپ کے مطب سے آگے دائیں جانب کوچہ شیدی قاسم آگے بائیں جانب گلی راجہ سوہن لال دائیں جانب کوٹھی رائے جواہر لال صاحب آگے دائیں جانب ہندو پریس آگے دائیں جانب کٹرہ گوکل شاہ اس میں

حبیب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ قادریہ خاندان کے بزرگ ہیں آپکے وصال کو دو سو برس کے قریب ہوئے۔ پیرجی اشرف علی صاحب ۱۴ شوال کو عرس کرتے ہیں اور اسی جگہ رہتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب سر بازار مندر گھنٹہ مہادیو اسکی پشت پر بائیں جانب کوچہ ماہیدا اس سے متصل گلی ٹکسالیاں آگے بڑھکر دائیں جانب گلی چھمن زنگر پر والی آگے دائیں جانب کٹرہ جانی خاں پھر بائیں جانب سڑک پنڈت پریم نرائن اسمیں رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب کا مکان ہے رائے صاحب موصوف نہایت لائق۔ شریف الطبع۔ منکسر المزاج۔ صوفی مشرب آدمی ہیں۔ ریلوے کے محکمہ میں بڑے معزز عہدوں پر مامور رہے ہیں اب پنشن حاصل کرلی ہے۔ رفاہ عام کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔

اسمیں گلی پیپل والی اور محلہ بدلیاں واقع ہیں یہاں پر ایک دھرم سالہ ہے۔ آگے بڑھکر یہ رستہ بائیں جانب چوڑیوالاں کو چلا جاتا ہے اس سے آگے دائیں جانب عقب کلاں مسجد کو رستہ جاتا ہے اس محلہ میں مسلمان رہتے ہیں اور اکثر ہندو کشمیری صاحبان آباد ہیں اسی محلہ میں ایک بہت بڑا کنواں اندارہ ہے اس سے آگے سیدھا رستہ بلبلی خانہ کو جاتا ہے جو دائیں جانب شاہ ترکمان علیہ الرحمۃ کے سامنے جا نکلتا ہے اور بائیں جانب بھوجلا پہاڑی کو چلا جاتا ہے شروع رستہ پر سے بائیں جانب گلی مڑتی ہے وہ

سلطانہ رضیہ بیگم مرحومہ

کے مزار پر پہونچ جاتی ہے یہاں محلہ آباد ہو گیا ہے ایک سنگین احاطہ میں دو قبریں واقع ہیں ایک

صلہ میں سرکار کیطرفسے اُنکی بیوہ عورت کو سو روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے اس سے آگے گلی اندر والی گلی بری والی
اسمیں دھرم سالہ ہے آگے گلی لودھاں پھر لالہ بالمکند صاحب سب انجنیئر کا مکان پھر محلہ آگلی
اسمیں چوک شاہ مبارک۔ کوچہ خیالی رام۔ گلی کھوہ ۔ چاہ نورنگ رائے ۔
کوچہ پاتی رام سے آگے بائیں جانب گلی مُرغاں ۔ یہ گلی چاوڑی میں نکل آتی ہے آگے چلکر دائیں جانب
کوچہ شریف بیگ پھر بائیں جانب کوچہ کاشغری اسمیں دھرم سالہ ہے آگے دائیں جانب گلی اوگھڑ
والی اسمیں لالہ مینامل دھولیامل والے رہتے ہیں۔ آگے لالہ نند کشور صاحب انسپکٹر مدارس کا مکان ہے۔
پھر بائیں جانب کوچہ سر بلند خاں اسمیں لالہ جواہر لال صاحب میونسپل کمشنر کا مکان ہے
لالہ صاحب موصوف ایک نامی گرامی دھولیہ والوں کی کوٹھی کے منیب ہیں اور نہایت با اخلاق اور
منکسر المزاج آدمی ہیں میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی ہیں تمام علاقہ آپکی ہر دلعزیزی اور حسن خدمات کا
شکر گزار ہے اسکے آگے دائیں جانب کوٹھی نرسنگداس ہے یہ کوٹھی اصل میں لالہ ستیا رام صاحب کی
بنائی ہوئی ہے جن کے نام سے یہ بازار مشہور ہے آجکل مالک اسکے لالہ گوپی ناتھ صاحب ہیں۔

اس سے آگے

حکیم اعظم علیخانصاحب

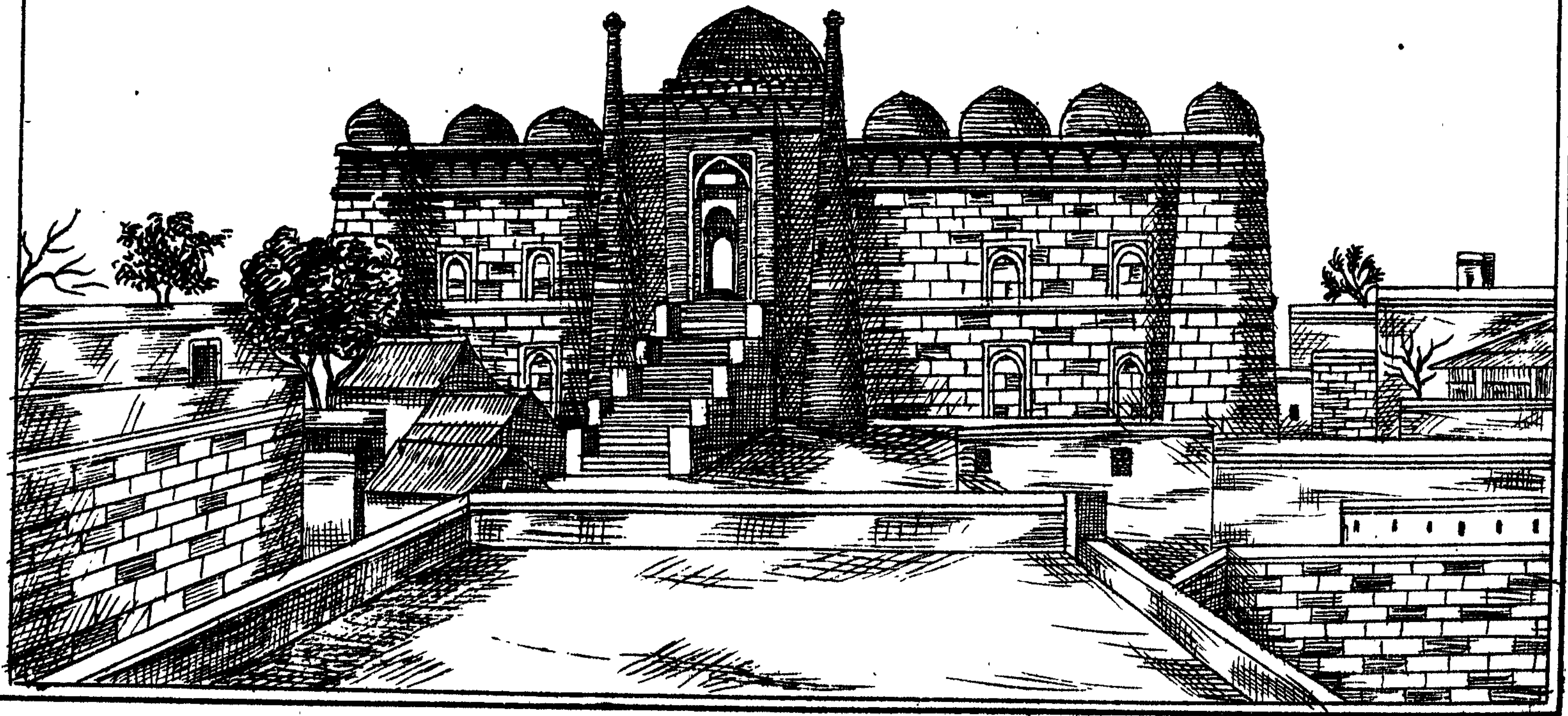
کا مکان ہے آپ نہایت سلیم الطبع شریف خاندانی طبیب ہیں۔ یہیں مطب کرتے ہیں۔ آپ حکیم قاسم علیخانصاحب کے برادر حقیقی ہیں۔ صوفی منش۔ خوش اخلاق لائق فائق آدمی ہیں۔ ڈاکٹر اور یونانی پڑھے ہوئے ہیں۔

اس سے آگے

حکیم قاسم علیخانصاحب بوریہ والے*

کا مکان ہے۔ آپ حکیم مولوی احمد علی خانصاحب کے صاحبزادے ہیں اپنی والد ماجد کی گدی پر مطب کرتے ہیں
فن طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ تمام کتابیں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم سے سبقاً سبقاً
پڑھی ہیں قانون تمام و کمال جناب مولانا مولوی صوبہ صاحب مرحوم سے پڑھا ہے۔ عرصہ تک حکیم محمود خاں
صاحب مرحوم کے مطب میں بیٹھے ہیں۔ نہایت دیندار خوش اخلاق منکسر المزاج آدمی ہیں۔ اکثر
مایوس العلاج انکے علاج سے شفا پاتے ہیں۔ حکیم صاحب علاوہ اعلیٰ طبیب اور خاندانی ہونیکے شہر کے
باعزت لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آگے بائیں طرف

* بوریہ والے آپ اسوجہ سے مشہور ہیں کہ آپکے مورث اعلیٰ نے ایک محلہ آباد کیا جسمیں بوریہ بنانیوالے آباد ہوئے اور اس محلہ کا نام بوریہ والا
مشہور ہوگیا حکیم صاحب کے والد حکیم مولوی احمد علیخانصاحب نے محلہ بوریہ والاں کو چھوڑکر راجہ ستیارام کی حویلی خرید کر مع متعلقین کے سکونت اختیار کی اسوقت سے خاندان
بوریہ والا چلا آتا ہے



نقشہ کلاں مسجد

سلطانہ رضیہ بیگم کی دوسری بہن بیگم کی عوام اسکو رجی بجی کی درگاہ کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں عمدہ مقبرہ بنا ہوگا مگر اب خراب ہو تعویذ تک سالم نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہو سلطانہ رضیہ ہند کی بادشاہ جس سے تمام ملک شاد و آباد تھا اسکی قبر ایسی خراب اور ویرانی کی حالت میں پڑی ہو۔
یہ رضیہ بیگم سلطان سلطان شمس الدین کی بیٹی ہو بادشاہوں کی تاریخ کے ذیل میں اسکا ذکر گزر چکا ہے ۶۳۴ھ ہجری میں تخت پر بیٹھی ۶۳۷ھ ہجری میں سلطان معز الدین نے پکڑ کر قلعہ تبر ہند میں قید کیا۔ چند روز کے بعد وفات پائی اور یہاں مدفون ہوئی۔ بلبلی خانہ سے آگے بائیں جانب گلی میں

مولوی عبد القادر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

کا مکان واقع ہو۔ مولوی صاحب موصوف مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی مصنف مظاہر الحق وغیرہ کے شاگرد ہیں نہایت متقی پرہیز گار۔ دیندار۔ متوکل پرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔
آگے بڑھکر دائیں جانب

کالی مسجد

ہے۔ اصل میں کلان مسجد ہو کالی مشہور ہوگئی۔ ۷۸۹ھ ہجری میں جونان شاہ المخاطب جان جہان ابن خان جہان وزیر نے فیروز شاہ کے وقت میں بنائی ہے کرسی نہایت بلند ہو ۳۳ سیڑھیاں چڑھکر صحن تک جاتے ہیں دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضل و عنایت پروردگار در عہد دولت پادشاہ دیندار الواثق بتائید الرحمن ابو المظفر فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ این مسجد بنا کردہ بندہ زادۂ درگاہ جونانشاہ مقبول المخاطب بہ جان جہان خدا برین بندہ رحمت کند ہر کہ درین مسجد بیاید بدعائے خیر پادشاہ مسلمانان و این بندہ بفاتحہ و اخلاص یاد کند۔ حق تعالیٰ این بندہ را بیامرزد بحرمتہ النبی و آلہ۔ مسجد مرتب شد بتاریخ دہم ماہ جمادی الآخر سنہ تسع و ثمانین و سبعمائتہ ہجری"
اس مسجد کی تمام وضع قطع پٹھانوں کے وقت کی عمارت کا نمونہ ہو یہ مسجد پانچ گھی ہو۔ ہر گھہ میں پانچ پانچ در ہیں صحن میں کئی قبریں تھیں جو فرش میں ہموار ہو کر چھپ چھپا گئیں منجملہ انکے ایک قبر جونان شاہ جان جہاں بانی مسجد کی اور دوسری انکے باپ خان جہاں کی تھی۔ اس موقع پر ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جس سے صورت اور وضع واضح طور پر معلوم ہوتی ہے

کی کوٹھی ہے اور یہیں مکان ہے آپ شہر کے معزز اشخاص سے ہیں وطن اصلی دیوبند ہے لیکن عرصہ دراز سے دہلی ہی وطن ہو گیا ہے آپ عرصہ دراز تک محکمہ نہر میں ڈپٹی کلکٹری پر ممتاز رہے پنشن ہو جانیکے بعد دہلی میں اونریری مجسٹریٹی وائس پریسیڈنسی کمیٹی سے سرفراز ہیں لائق فائق تجربہ کار شخص ہیں رفاہ عام کے معاملات اور کاروبار سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اکثر اسلامی انجمنوں کے سکریٹری اور ممبر ہیں اس سے آگے دائیں جانب

بکرسٹ ہال (یعنی عیسائیوں کے وعظ کا مقام)

ہے چونہ اور اینٹ کی نہایت پختہ عمارت بنی ہوئی ہے اسمیں عیسائی مذہب کے موافق لکچر وغیرہ ہوتے ہیں اسکا تعلق کیمبرج مشن سے ہے اس سے آگے۔ گلی جاجم پوریاں۔ پھر دائیں جانب حویلی عبدالرحمن ہے جو ۱۲۸۱ہجری میں بنی ہے اسکے محاذ میں دائیں جانب حویلی جمال بیگ خاں اسکے دروازہ کے سامنے

حکیم احسن اللہ خان صاحب مرحوم

کی حویلی کا پھاٹک ہے آپ خاص شاہی حکیم تھے غدر کے بعد اس حویلی کو نواب حامد علیخانصاحب نے خرید اسکے بعد بخشی انعام اللہ خانصاحب مرحوم نے خرید کیا اب خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب کے پاس ہے۔ اس حویلی کے عقب میں جاکر

مولوی سید عبداللہ صاحب شملہ والے

کا مکان ہے۔ آپ رئیس عرب سے ہیں عمدہ سادات اور اپنے وقت کے صلحاء میں سے ہیں سخاوت اور تواضع میں نظیر نہیں رکھتے باوجودیکہ عرصہ دراز تک معزز اہلکار رہا تنک کے ریاست سکیت کے وزیر بھی رہے پر وہی عادات آپکی رہیں جو کہ صالح بزرگ کی ہونی چاہئیں۔ جہاں نوازی آپکی نزدیک و دور مشہور ہے۔ علوم ظاہری میں ذی استعداد ہونیکے علاوہ فیوض باطنی بھی آپ نے دو شیخ کامل سے حاصل کیئے اور خاندان چشتیہ صابریہ میں آپ نے دونوں سے اجازت اور خلافت پائی پنشن لینے کے بعد اکثر اوقات قرآن شریف کی تلاوت واذکار واشغال میں گزارتے ہیں۔ آپکے چار صاحبزادے چاروں لائق اور معزز اہلکار ہیں سب سے بڑے مولوی سید محمد صاحب اونسے چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب اُنسے چھوٹے مولوی سید عبداللہ صاحب اور سب سے چھوٹے مولوی سید عبدالعزیز صاحب ہیں۔ آپکے بزرگوں کو ۹۶۶ہجری میں حاجی بیگم صاحبہ ہمایوں بادشاہ کی بیوی نے عرب سے لاکر مقبرہ ہمایوں کے قریب آباد کیا جب ہی سے اسکا نام عرب سرائے ہوا

کالی مسجد سے آگے دائیں جانب گلی نقارچیاں اس سے آگے دائیں جانب حویلی مظفر خان۔ اس حویلی کا صرف پھاٹک موجود ہے جس سے اسکی رفعت و شان کا اندازہ ہوسکتا ہے خدا کی قدرت کہ اب اس میں ایک محلہ آباد ہوگیا ہے جسمیں اکثر تیلی رہتے ہیں صرف ایک مکان نامی آدمیوں میں سے

مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ

کا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے نام نامی سے تمام ملک واقف ہے نہایت لائق و فائق بزرگان قوم میں سے ہیں اُردو زباں کی خدمت میں آپ نے خاص حصہ لیا ہے۔

اس سے بائیں جانب چتلی قبر کو رستہ جاتا ہے اور سامنے ترکمان دروازہ نظر آتا ہے۔

اب حوض قاضی سے لال کنوئیں کی طرف چلئے یہ بازار تقریباً ۱۰۸۰ قدم کے طول میں واقع ہے دائیں طرف گلی حکیم بقا آگے بائیں جانب منڈی نمک پھر بائیں جانب

لال مسجد

یہ مسجد ۱۲۳۵ ہجری میں مسماۃ مبارک بیگم نے بنوائی تھی جو ایک انگریز کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے رہتی تھی اور اُسکی تمام جائداد اور ملکیت پر قابض تھی اُسی مال میں سے اُسنے یہ مسجد اور اُسکے پاس کا مکان جسمیں تھانہ نمبر ۲ واقع ہے تعمیر کرایا۔ غدر کے بعد مسجد سرکاری قبضہ میں آئی اور ویران پڑی رہی۔ پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انجمن مؤید الاسلام کی درخواست پر سرکار نے واگذاشت کی اور انجمن نے اسکی دُرستی کرائی دو کانیں از سر نو بنوائیں۔ نماز کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہوا تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ سے فتویٰ منگایا نماز جماعت شروع ہوئی ایک انجمن کیجانب سے تنخواہ دار مؤذن مقرر ہے۔ مسجد کے متعلق چھ دو کانیں اور بیچ میں مختصر سا مکان ہے کرایہ کی آمدنی تقریباً ۱۲ہ ہوتی ہے جو انجمن میں پہونچ جاتی ہے۔

اس سے آگے بائیں جانب تھانہ پولس نمبر ۲ ہے اسکے محاذ میں ہیپل پہاڑ اس کے اندر لالہ بُلاقی داس جی کا میسور پریس ہے۔ بابو گوار ناتھ صاحب وکیل کا مکان بھی یہیں ہے اس سے آگے بائیں جانب بدل بیگ خان کا پھاٹک ہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑی حویلی تھی اب اسکے اندر

خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب سینیر وائس پریسیڈنٹ کمیٹی و آنریری مجسٹریٹ

شریف خاندانوں سے اکثر رشتہ داریاں ہیں آپکی تصنیفات کثرت سے ہیں آپ نہایت لائق فائق تعلیم یافتہ تیز طبع نوجوان خیر خواہ قوم مانے جاتے ہیں علمی لیاقت ترجمہ قرآن شریف اور گزٹ سے ظاہر ہے یہ آپ ہی کی لیاقت کا ثمرہ ہے کہ آپ کے اخبار کی اشاعت تین ہزار کے قریب ہے دہلی اور دہلی کے نواح میں اس لیاقت اور کثیر اشاعت کا اور کوئی اخبار نہیں ہے۔ تمام لوگوں میں وقعت اور شوق کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے

اس سے آگے

صاحبزادہ شاہ عبد الصمد صاحب سلمہ

کا مکان ہے آپ شاہ عبد السلام صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب کے نواسہ ہیں نہایت نیکبخت صالح با اخلاق مسکین طبع با اوقات ذاکر شاغل اپنے بزرگوں کے قدم بقدم ہیں عرصہ سے غلبہ حال طاری ہے دنیوی آرائش سے بالکل محترز ہیں اول اپنے والد ماجد سے سینہ بسینہ فیض حاصل کیا اسکے بعد شاہ اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے اب رات دن اللہ اللہ کرتے ہیں پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے آپکی صحبت بھی غنیمت ہے۔

اسی جگہ **خواجہ شہاب الدین صاحب** ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اینگلو عربی سکول دہلی کا مکان ہے جو ایک ہر دلعزیز سلیم الطبع شرفائے دہلی سے ہیں۔ اس سے آگے **شاہ گنج** ہے۔ یہ رستہ **گلی شاہ تارا** میں جا نکلتا ہے **پنڈت** کے کوچہ سے آگے بائیں جانب کٹڑہ ہیجڑان اس سے آگے بائیں جانب کٹڑہ دینا بیگ خاں ہیں

خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب مینوسپل کمشنر

و آنریری مجسٹریٹ کا مکان ہے آپ حکیم غلام نجف خانصاحب رئیس شیخوپورہ علاقہ بدایوں کے صاحبزادے ہیں عرصہ سے دہلی ہی وطن ہے شہر کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں آپ آنریری مجسٹریٹ مینوسپل کمشنر اور اکثر اسلامی کمیٹیوں کے ممبر ہیں رفاہ عام کے کاروبار میں قدرتی طور پر دلچسپی رکھتے ہیں بہت سے مفید کام آپکی حسن لیاقت سے انجام پاتے رہتے ہیں اسی جگہ آپ کے صاحبزادے

حکیم رضی الدین خانصاحب

مطب کرتے ہیں فن طب میں کمال رکھتے ہیں اعلیٰ درجہ کی تشخیص ہے۔ تعلیم یافتہ۔ نوجوان خوش اخلاق منکسر المزاج ہیں اس سے آگے دائیں جانب گلی قاسم جان ہے جو بلیماران میں جا نکلتی ہے آگے بائیں

اب چند سال سے آپنے عربسرائے کو چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کرلی ہے۔

اسی جگہ

مولوی محمد سعید صاحب

مدرس فارسی و عربی میونسپل بورڈ ایم بی ہائی سکول دہلی کا مکان ہے جو نہایت لائق آدمیوں میں شمار ہوتے ہیں
سرکاری مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فارسی۔ عربی اور ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں شاعری میں
بھی درجۂ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں چنانچہ آپ کے دو قصیدے نغمۂ قیصری اور آہنگ غم اور
مثنوی مدرسۂ طبیہ جو خاصی چھوٹے چھوٹے سے رسالے ہیں مشہور و متداول بین الناس ہیں۔ ذخیرہ
کافی کے دونوں حصے آپ کی تالیفات سے آپکی ریاضی دانی کا کافی نمونہ ہیں آپ کے والد شیخ
محمد حبیب اللہ صاحب مرحوم بادشاہی رسالدار اور شاہیر معتبر فاے شہر میں سے تھے۔
یہ رستہ پنڈت کے کوچہ میں جا نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جانب لال دروازہ اسکے متصل
دائیں جانب کٹرہ شاہ قاضی اور محاذ میں بائیں جانب کوچۂ نوراللہ خاں آگے بائیں جانب

کوچۂ پنڈت

اس میں اکثر معززین شہر کے مکانات ہیں اور عموماً مسلمان آباد ہیں اسمیں اندر جاکر دائیں جانب گلی سوار خان
ہے آگے اسکے چلکر

حضرت شاہ سید حسن صاحب مودودی چشتی

کا مکان ہے آپ حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ اور حضرت شاہ غیاث الدین رحمۃ اللہ عرف خواجہ کہاری والے کی
اولاد میں سے ہیں جنکا مزار پُرانوار ملتانی ڈھانڈے متصل درگاہ حضرت سید حسن رسول نما واقع ہے آپ
آپ نیک طینت پاک خصلت درویش آدمی ہیں یکم رجب کو خواجہ صاحب کا عرس بھی کرتے ہیں
آپ کے مکان سے آگے بائیں جانب ایک مکان میں

کرزن گزٹ

ہے اسکے مالک و مہتمم جناب امراؤ مرزا صاحب حیرت ہیں آپ خاندان مغلیہ سے ہیں مرزا
ابراہیم بیگ صاحب کے صاحبزادے ہیں آپکے دادا مرزا دین محمد بیگ صاحب کابل کے رہنے والے
تھے ۱۸۵۸ء میں ہندوستان تشریف لائے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز رہے آپ کی دہلی کے

اسیمیں کمانچے۔ کمرے۔ کوٹھریاں ہیں۔ صحن میں حوض نہر مختصر سا باغیچہ غرض نہایت فرحت بخش اور رونق کا مکان ہی غدر میں ضبط ہوگیا اسکے بعد مہاراجہ پٹیالہ کو عنایت کردیا گیا اب انہیں کے پاس ہے اسکی پیشانی پر سنگ مرمر کے اوپر یہ شعر کندہ ہی

کرد اے ظفر زینت محل تعمیر قصر بے بدل   شد بر محل سال بنا این خانۂ زینت محل

آگے بڑھکر بائیں جانب گلی مردہانی اسیمیں

مولوی عبدالرشید صاحب امام فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب

کا مکان ہی دونوں صاحب نہایت نیکبخت خوش اخلاق ذہین ذکی تیز طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری کے صاحبزادہ ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے نقشبندیہ خاندان میں مرید کرتے تھے فتویٰ نویسی میں مشہور تھے **گلی مردہانی** سے آگے دائیں جانب کڑہ غلام محمد خان اسیمیں مطبع خادم الاسلام اسیمیں سے وکیل ہند اخبار نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جانب چھتہ زمان شاہ بائیں جانب

کھڑکی فراشخانہ

اسیمیں اکثر مسلمان شرفا کے مکانات ہیں اور چند گلیاں اور بڑی بڑی حویلیاں واقع ہیں اندر جاکر دائیں جانب **گلی سموسہ** پھر **گلی راجان** پھر **کوچہ حکیم حامد خان** عرف **گلی چاہ شیرین** اس میں

حکیم بدرالدین خانصاحب

کا مکان ہی آپ حکیم قطب الدین خانصاحب شاہی طبیب کے صاحبزادہ ہیں اسی جگہ مطب فرماتے ہیں حکیم احسن اللہ خان صاحب مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ عرصہ تک انکے مطب میں رہے ہیں جمیع فنون سے واقف ہیں خصوصاً فن طب میں کمال رکھتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تشخیص ہے معالجہ میں اکثر معاصرین سے فائق ہیں نہایت خلیق۔ دیندار۔ متواضع شخص ہیں اور سچ یہ ہے کہ پرانے اطبا دہلی کے آپ ہی ایک یادگار باقی ہیں کہتے ہیں کہ حکیم حامد علیخاں صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔

انکے صاحبزادہ

حکیم شجاع الدینخانصاحب

بھی بڑے لائق۔ ذی استعداد۔ خلیق ہیں تشخیص اچھی۔ علاج باقاعدہ۔ دست شفا رکھتے ہیں یہیں مطب کرتے ہیں

محلہ رودگران

اسمیں اندر جاکر بیچ سڑک میں کٹہرہ کے اندر تین قبریں ہیں بیچ کی قبر سید منصور صاحب کی ہے آپ کے متعلق کچھ حالات نہیں ملے اسکے سامنے اندر جاکر

مدرسہ ارادت اللہ خان

ہے اسکے اندر سنگ مرمر کے چبوترہ پر نواب ارادتمند خان شرف الدولہ کی قبر ہے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے ۱۱۴۵ھ ہجری میں انتقال ہوا انکی بائیں جانب انکی زوجہ اور دائیں جانب انکے سالے نواب موسیٰ خاں کی قبر ہے اسی جگہ

مولوی اہو جان صاحب قادری

کا مکان ہے نہایت دیندار شخص ہیں عرصہ تک گورنمنٹ سکول میں فارسی کے مدرس اول رہے اب پنشن پاتے ہیں مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قادری علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے ہیں۔
مدرسے سے آگے

مطبع نصرت المطابع

واقع ہے اس میں اکثر رد نصاریٰ کی کتابیں طبع ہوتی ہیں اسکے مالک مولوی منصور علی صاحب ہیں فن مناظرہ کے امام مانے جاتے ہیں رد نصاریٰ میں انکی بہت سی تصنیفیں ہیں۔
محلہ رودگراں سے نکلتے ہی تکیہ میر ڈاکٹر رام سنگھ صاحب کا شفا خانہ ہے آپکی تشخیص اچھی ہے نہایت توجہ اور غور کے ساتھ علاج کرتے ہیں بچوں کا علاج خوب جانتے ہیں۔ آگے بڑھکر گلی مدرسہ میر جملہ اسکے نکڑ پر سرکاری شفا خانہ۔ آگے دائیں جانب

لال کنواں

ہے یہ بازار اس کنوئیں کے نام سے مشہور ہے اس سے آگے بائیں جانب کٹڑہ شیخ چاند آگے بائیں جانب گلی بہرام بیگ دائیں جانب گلی میر جملہ پھر دائیں جانب گلی سواراں بائیں جانب کٹرہ سپہدار خاں اس سے آگے بائیں جانب

کمرہ زینت محل

ہے نہایت عالیشان شاہی عمارت ہے اسکے اندر بہت بڑے بڑے دالان در دالان

ہر جمعرات کو نہایت عقیدت کے ساتھ قدم شریف اور خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ میں فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر
ہوتے ہیں ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ محرم کو اپنے مرشد کا عرس کرتے ہیں گیارہویں تاریخ صد ہا غربا کو جو فاتحہ میں شریک
ہوتے ہیں کھانا کھلاتے ہیں آپ کے سامنے کھڑکی فراشخانہ ہی جو شہر پناہ کی فصیل میں واقع ہی یہ محلہ اسی
کھڑکی کے نام سے مشہور ہے - کھڑکی سے باہر نکلکر نہر کے پل سے اتر کر بائیں طرف سڑک قدم شریف کو ہوتی
ہوئے اجمیری دروازہ چلی جاتی ہے - دائیں طرف لاہوری دروازہ کو نکلگئی ہے پل کے سامنے کچہ رستہ دائیں
طرف خواجہ باقی باللہ اور بائیں جانب قدم شریف سے ہوتا ہوا عیدگاہ سے گزر گیا ہے جو بادشاہ اورنگ
زیب کی بنائی ہوئی ہی جسکا نصف فرش پختہ سابق کا بنا ہوا تھا اب تین چار سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد اسحاق
صاحب سوداگر صدر بازار دہلی نے چند اہل ہمم کی ہمت سے حوض تک پختہ بنوا دیا ہے -

اول حضرت **خواجہ محمد باقی باللہ** علیہ الرحمہ کی زیارت کو چلیئے یہ خطاب آپکو پیر و مرشد سے عنایت ہوا ہے
آپکا اصلی نام سید رضی الدین احمد ہی کابل میں سنہ ۹۷۱ یا سنہ ۹۷۲ ہجری میں پیدا ہوئے ظاہری علم
اسی جگہ حاصل کیا پھر باطنی فیوض مدینہ منورہ میں حضرت خواجگی امکنگی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیئے اور
اپنے مرشد کی اجازت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے حضرت مجدد الف ثانی
اور شیخ تاج الدین نارنولی وغیرہ آپ کے خلیفہ ہیں آپ ہندوستان میں نقشبندیہ خاندان کے پیران پیر
مانے جاتے ہیں اگر آپ کی ذات بابرکات نہوتی تو یہ طریقہ نقشبندیہ ملک ہند میں نہ جاری ہوتا آپکے
ظاہری و باطنی کمالات و زہد و تقوی و اتباع سنت آفتاب کی طرح روشن ہیں آپ کے معمولات شریفہ
یہ تھے کم بولنا - کم سونا - تھوڑا کھانا اور ہر روز بعد نماز عشا تا نماز تہجد دو ختم قرآن شریف فرماتے اور بعد
نماز تہجد کے فجر تک اکیس بار سورۂ یسین تلاوت فرماتے جب صبح صادق طلوع ہونے لگتی تو آپ فرماتے
کہ الٰہی رات کو کیا ہوا کہ اسقدر جلدی ختم ہوجاتی ہے - آپ کی خوارق و کرامات بیان سے باہر ہیں
آپکی مسجد میں اول کے درجہ میں سنگ ابری کا سہ درہ قابل دید اور لاجواب ہی - سنتے ہیں کہ محمد شاہ
بادشاہ کے عہد میں کوئی سوداگر ایران سے فروخت کیلئے بادشاہ کی خدمت میں لایا تھا بادشاہ اسکو
اسی ہزار روپیہ دیتا تھا اُسنے اتنی قیمت کو بادشاہ کے ہاتھ نہ بیچا اور حضرت کی نذر کردیا اُسوقت
حضرت کے نواسہ حضرت شاہ نظام الدین صاحب صوبہ دہلی نے مسجد تعمیر کرا کر اسمیں لگا دیا جب مسجد کہنہ
ہوگئی تو اب سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں سید مظفر علی صاحب نقشبندی متولی نے جو خواجہ صاحب
کی اولاد میں سے ہیں مسجد کی دوبارہ غلام جیلانی سوداگر صدر بازار کی امداد سے تعمیر کرائی اول درجہ میں وہی سہ درہ لگا کر
چالیس برس کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانی روز دوشنبہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری میں حضرت خواجہ صاحب کا وصال ہوا

کوچہ حکیم حامد علیخاں سے بائیں جانب چھتہ راجاں داہنی جانب کٹرہ ہدو بائیں جانب گلی شاہنشاہ
داہنی جانب حویلی مرزا اکبر بیگ قرولی والے کی ہی جو ایک سنجیدہ و متین باوضع پرانے شرفا کا
نمونہ ہیں پھر اسی جانب حویلی مولوی ناصر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پرمٹ کی ہے یہ مولوی
ابوالمنصور امام فن مناظرہ کے خلف اکبر ہیں یہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی ہیں بڑے خلیق اور وضعدار
آدمی ہیں اچھے ناظم و ناثر - ذکی الطبع - صبیح الوضع شخص ہیں -
اسکے سامنے کی گلی میں

مرزا محمد اکبر علیخان صاحب ٹونک والوں

کا مکان ہے - مرزا صاحب موصوف دہلی کے ایک مشہور و نامی و گرامی خاندان کے یادگار ہیں - نہایت
لائق - فائق خلیق متواضع شریف الطبع آدمی ہیں راجپوتانہ کی ریاستوں میں بڑے بڑے عہدوں پر
ممتاز رہے ہیں -
بائیں جانب چھتہ چوہیا دہنی جانب کٹرہ دھوبیان پھر بائیں جانب گلی اخوندجی اسکے نکڑ پر

اخوند برہان الدین صاحب پشاوری کی مسجد

ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اسمیں عرصہ تک اخوند برہان الدین صاحب تشریف فرما رہے انکے بعد

مولانا قاری حافظ شاہ عبد العزیز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

انکے جانشین ہوئے دسویں محرم روز سہ شنبہ ۱۲۹۶ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور خواجہ محمد باقی باللہ
علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں مدفون ہوئے اب انکے سجادہ نشین

مولانا حافظ قاری شاہ محمد عمر صاحب الملقب بہ شاہ سراج الحق قادری سلمہا

ہیں آپ شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم قادری کے نواسہ اور مولوی محمد فرید الدین صاحب شہید واعظ جامع مسجد دہلی
کے صاحبزادے ہیں آپکو اپنے نانا صاحب سے فیوض باطنی حاصل ہوتے ہیں انہیں کے قدم بقدم ہیں
آپ کے حالات اور مقامات بیان سے باہر ہیں - علم و عمل - فضل و کمال - تجرید و تفرید - حلم و
کرم - سخاوت انکسار آپکی ذات پر ختم ہے رات دن ذکر و شغل سے کام ہے آپکی صحبت غنیمت ہے
سال بھر میں تین وعظ فرماتے ہیں اول عشرہ محرم کو اپنی مسجد میں پھر ۱۲ ربیع الاول کو قدم شریف میں پھر ۲۷ رجب کو
فقرا - علما - روسا وغیرہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں سامعین کو کلی حظ حاصل ہوتا ہے

اسی تاریخ خواجہ صاحب کا عُرس ہوتا ہے - خواجہ صاحب کے سرہانے سنگِ مرمر کی لوح پر یہ قصیدہ کندہ ہے -

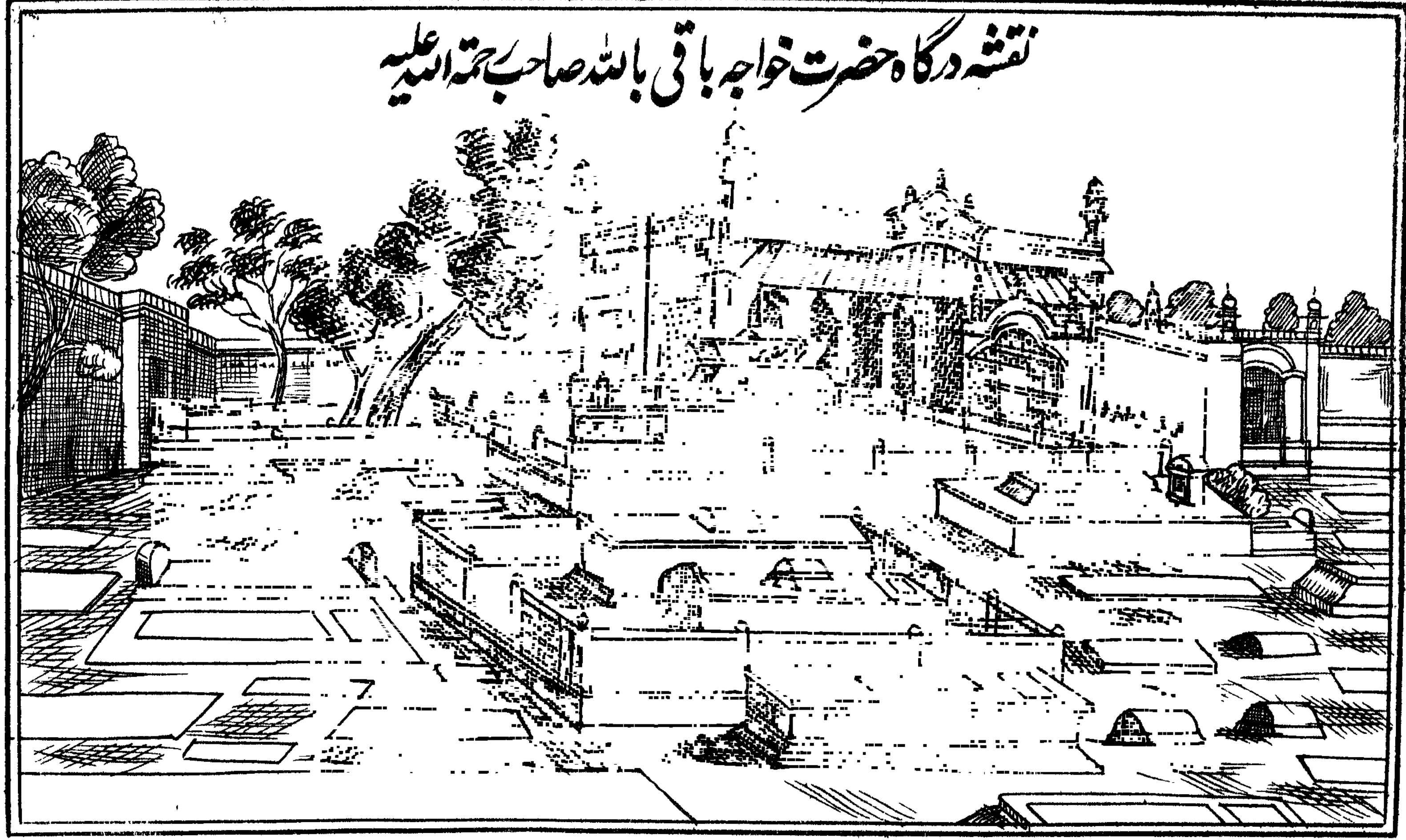
قبلۂ اربابِ معنی کعبۂ اصحابِ دین — مظہرِ فیضِ الٰہی صاحبِ علم الیقین
حامئ دینِ نبی اکمل امام المتقین — موردِ فضلِ گرامی آلِ ختم المرسلین
کاشفِ اسرارِ مطلق واقفِ عین الیقین — محوِ ذاتِ اقدس و باللہ باقی بالیقین
غوثِ اعظم عروۃ الوثقیٰ ورب العالمین — قطبِ ارشادِ جہان ہم معنیِ حق الیقین
کاملِ عالی طریقہ مہدیٔ راہِ متین — بحرِ عرفانِ الٰہی مقتداء العارفین
راضیٔ مرضیٔ حق بر ذات و شانِ اوّلین — این کرامت ہست از محبوبِ ربّ العالمین
نور بیچون بر جبینش تافت از حق الیقین — شد زمین ہمتش روشن قلوب المومنین
کے توانم گفت مدحِ آن خلاصہ واصلین — ہست ذاتِ خواجہ باقی رحمۃ للعالمین
خواجگی امکنہ شد مرشدِ آن شاہِ دین — لیک بدمشرب اویس و ہم بہا احرار دین
چون کمالش وصل دائم بود معنی دلنشین — شد وصالِ غیب آخر بعمر اربعین
وان ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین — از وفاتِ قطبِ دوران تکیہ گاہِ مسلمین
ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدقِ یقین — حاجتش گردد روا ہم مقصدِ دنیا و دین
عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی ساید جبین — تا بیابد نظرِ رحمت ہم نجاتِ یومِ دین
باد نازل رحمت رضوانِ ربّ العالمین — بر محمد خواجہ باقی از اولیاے مقبلین

مر حق آن است وکیل از فضلِ ربّ العالمین — مر حقیقت آنکہ باقی بود باقی شد یقین

نقلِ ابیاتِ سابقہ در عہدِ سجادہ نشینی میر مظفر علی صاحب بقلمِ اثم ابو المعظم سراج الدین احمد گردید

آپ کے مزار شریف سے مشرق کیجانب ایک قبر چھوڑ کر دوسرا مزار حضرت کی والدہ ماجدہ مرحومہ کا ہی اس آستانہ میں آپکے دونوں صاحبزادے حضرت خواجۂ کلان و خواجۂ خورد کے مزارات ہیں اسی جگہ نظام الدین احمد عرف شاہ جی کا مزار ہے جنکا اجمیری دروازہ کے متصل تالاب اور جاوڑی میں چھتہ مشہور ہے اور یہیں جہانگیر بادشاہ کے اُستاد اور مرزا مظہر جانجانان کے اُستاد اور حافظ قاری شاہ عبدالعزیز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری اور شاہ عبدالعدل صاحب نقشبندی اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات ہیں -

بیرونِ احاطہ حافظ غلام رسول صاحب ویران شاعر - مولوی محمد عبدالرب صاحب اور اُنکے صاحبزادے مولوی ادریس صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء و مشائخ اور شعراء کے مزارات ہیں - یہیں


نقشہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ


نقشہ قدم شریف

مولانا میر محمد ذکریا صاحب علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ بہت بڑے کامل صاحب کرامات ہیں صوفی آبادانی علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد ہیں۔ پیران پیر حضرت محی الدین غلام ... جیلانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ہیں آپکے والد ماجد محی الدین اورنگ زیب کے زمانہ میں شاہجہان آباد میں آئے بڑے عہدہ پر مامور ہوئے جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صغیر سن تھے لاہور چلے گئے وہیں پرورش پائی۔ سن شعور کو پہونچے تو مولانا شیخ محمد صاحب سندی عرف شیخ حیا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر سلوک طے کرنیکے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا پھر تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے کچھ دنوں ملازمت کی پھر تجارت شروع کی اسکے بعد دلی کی خدمت غیر فرمائی تو شاہجہان آباد میں آئے جامع مسجد کے قریب ایک مکان لیکر کاغذی کی دوکان کی مگر کمال چھپا نہیں رہتا لوگ آپکی طرف مائل ہوئے بیعت ہونے لگے بہت سے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے جب وفات کا وقت قریب آیا تو سب مریدوں کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگونکو خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور صوفی آبادانی کو اپنا جانشین قرار دیتا ہوں اور فوراً خرقۂ خلافت اور کلاہ و سند صوفی صاحب کو عطا کر کے لوگونکو رخصت کیا اور ۹ ذیقعدہ ۱۱۸۱ھ ہجری شنبہ کے روز آدھی رات کے وقت انتقال فرمایا آپکا سلسلہ طریقت حضرت سید آدم بنوری سے ملتا ہے اس طریق پر کہ مولانا ذکریا علیہ الرحمۃ نے خرقۂ خلافت پایا مولانا شیخ محمد سندھی سے انہوں سے شاہ محمد قریشی عباسی لاہوری سے انہوں نے شاہ محمد لودھی سے انہوں نے پیر محمد خان لودھی سے انہوں نے سید آدم بنوری سے۔ ۹ ذیقعدہ عصر کے بعد پیر جی احمد بخش صاحب متولی درگاہ حضرت شاہ آبادانی صاحب علیہ الرحمۃ آپکا عرس کرتے ہیں خواجہ صاحب کے مزار کے جنوبی دروازے سے چلکر ایک چاردیواری میں سید فیض صاحب کا مزار ہے ۶ ربیع الاول کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ اسکے آگے جنوب و مغرب کے گوشہ میں

قدم شریف

واقع ہے۔ نامی گرامی درگاہ ہے حقیقت میں شاہزادہ فتح خان کی قبر ہے اسکے اوپر حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش قدم ہے ۷۹۰ھ فیروز شاہ کے عہد میں آیا جب شاہزادہ فتح خان کا انتقال ہوا تو اسکی قبر پر سینہ کے مقابل نصب کرا دیا گیا اور قبر کے آس پاس مدرسہ اور مکانات اور مسجد بنا دی اور چاردیواری کے متصل ایک بہت بڑا حوض بنایا غرض تمام عمارت فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے قبر کے چوگرد سنگ مرمر کا کٹھرا لگا ہے ہر قسم کے لوگ اسمیں پانی بھرواتے ہیں اور یہاں کے خادم نقش قدم دھو کر

سیر دہلی

بائیں جانب **کوچہ بیلامل** آگے بائیں جانب گلی سرس اسکے متصل حمام گرم وسرد عبدالرزاق و فیاض الدین اس سے آگے گلی مسجد تہور خاں گلی سے باہر نکڑ پر

مسجد تہور خان

واقع ہے اسکے نیچے دو دکانیں ہیں جنکی آمدنی کرایہ تقریباً سات روپیہ ہوا ہے مگر خدا جانے کون صاحب وصول کرتے ہیں اتنا سنا گیا کہ وہ پنڈت کے کوچہ میں رہتے ہیں مگر نام اور صحیح پتہ نہیں ملا مسجد کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خدمت نہیں ہوتی مسجد سے آگے بائیں جانب گلی کناری والی اس سے آگے دائیں جانب گلی تباشہ آگے بائیں جانب گلی سجو گی رام آگے دائیں جانب نیا بالنس آگے جاکر یہ بازار کھاری باولی میں ملجاتا ہے۔

اب قاضی کے حوض سے اجمیری دروازہ کی طرف ایک بازار رہ گیا ہے جسکو

بازار اجمیری دروازہ

کہتے ہیں یہ بازار بھی بہت وسیع ہے دونوں جانب بڑی عمارتیں اور چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہیں اور پرانی بڑی بڑی عالیشان حویلیوں کے پھاٹک باقی ہیں۔ یہ بازار تقریباً ۵۰۷ قدم کے طول میں واقع ہے اسمیں ہر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں مگر موچیوں اور جھبیوں کی دکانیں زیادہ ہیں شروع بازار میں دائیں جانب **کوچہ فتح النسا بیگم** اسکے محاذ میں بائیں جانب **کٹرہ رانجھے والاں** آگے دائیں جانب حویلی رضیہ بیگم پھر بائیں جانب محلہ کرکوڑ ہے آگے بائیں جانب گلی کوہار اس سے آگے دائیں جانب گلی شاہ تارا (یہ رستہ کوچہ پنڈت میں جاملتا ہے) اسکے محاذ میں **محلہ بندوق والاں** آگے بڑھکر دائیں جانب **کوچہ دلوالی سنگھ** آگے دائیں جانب حویلی مصطفےٰ بیگ پھر بائیں جانب محلہ کونڈے والاں اسمیں جندو لال بھاری لال کا لوہے کا کارخانہ ہے اسکے محاذ میں دائیں جانب گلی بنسی کوئلہ والا آگے بائیں جانب مادھو رام بدھ سنگھ کا لوہے کا کارخانہ اس سے آگے گلی بیلا والی سامنے اجمیری دروازہ اسکے باہر متصل ہے

مدرسہ غازی الدین خان

واقع ہے سنگ سرخ کا بنا ہوا اسکے تین دروازے ہیں بہت بڑے اور خوبصورت اندر کا صحن نہایت وسیع شمالاً جنوباً اوپر نیچے متعدد حجرے دونوں کے وسط میں ایک ایک درہ نہایت وسیع ایکدرون کی چھت ہے

وہ پانی تبرک کے طور پر لوگوں کو دیتے ہیں اور وہ پیتے ہیں اور دُور دُور لیجاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں

اے خضر دل اسکے پئے سے نجات ہے   پانی قدم شریف کا آب حیات ہے

ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو دھوم دھام کا میلہ ہوتا ہی بہت لوگ جمع ہوتے ہیں سینکڑوں ملنگ آتے ہیں اور دھمال کرتے ہیں اس درگاہ کی کئی دروازے ہیں ایک دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

زہے گمرہان رہنماے محمد   ہدایت دہندہ ہداے محمد

خوش آن مدرسہ منبر و بارگاہے   کہ دروے بباشد ثناے محمد

عرش گشتہ در زیر پاے او مسلّم   ہر آن کو شدہ خاکپاے محمد

منم از سگان سگ کوے او   شدہ شیروان از گداے محمد

اسکا مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہوگیا تھا پانچ چھہ سال کا عرصہ ہوا کہ حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب مرحوم و مولانا قاری حافظ محمد عمر صاحب الملقب بہ سراج الحق صاحب کی کوشش سے دو ڈھائی ہزار روپیہ کی لاگت سے مرمت کرائی گئی قدم شریف کے متصل ہی **کلو کا تکیہ** مشہور ہے ایک جگہ املی و پیپل اور نیم کے تین درخت برابر واقع ہیں انکے پاس کنویں کے متصل ٹوٹی سی چار دیواری میں

طوطی ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق

ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے اُستاد آرام فرماتے ہیں اور سرہانے سنگ مرمر کی لوح لگی ہے اُس میں یہہ قطعہ کندہ ہے

اللّٰہ اکبر

طوطیٔ ہند حضرت اُستادِ ذوق نے   لی گلشن جہاں سے جو باغ جناں کی راہ

سالِ وفات جو کوئی پوچھے تو اے ظفر   کہہ ذوق جنتی زسرِ بخشش الٰہ

سنہ ۱۲۷۱ ہجری

اب پھر اُس بازار میں چلیئے جو کھڑکی فراشخانہ کے نام سے مشہور ہے یہاں پہونچتے ہی پھر اُسی لال کنوین کے بازار میں آگئے۔ کھڑکی فراشخانہ سے آگے دائیں جانب **کٹڑہ بڑیاں**

* افسوس ان کے شاگرد اور شاگردان شاگرد ہزاروں موجود ہیں مگر کسی کو اسطرف بالکل ہی توجہ نہیں ہوتی کہ انکی مزار کی درستی اور چار دیواری کی مرمت کرادے اور انکی یادگار باقی رہنے کی کوشش کرے اگر یہی غفلت رہی تو تھوڑے ہی زمانہ کے بعد انکے مزار کا پتہ چلنا بھی دشوار ہوجاویگا خدا کرے فصیح الملک داغ کو اسطرف توجہ ہو کیونکہ ادنیٰ توجہ سے انکا مزار نہایت مستحکم لائق یادگار

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان صاحب فیلو آلہ آباد یونیورسٹی رئیس دہلی سکرٹری -
خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب - ایل - ایل - ڈی -
خان بہادر محمد اکرام الدین خاں صاحب اونریری اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر و مینونسپل کمشنر و فیلو پنجاب یونیورسٹی -
خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش خاں صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی و اونریری مجسٹریٹ
خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب اونریری مجسٹریٹ و مینونسپل کمشنر
شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب اونریری مجسٹریٹ و مینونسپل کمشنر
نواب سلطان مرزا صاحب رئیس دہلی - جناب نواب مرزا صاحب رئیس دہلی -
مرزا امجد علی بیگ صاحب مرزا سرفراز حسین بیگ صاحب
مرزا مولوی محمد حسین بیگ صاحب
مدرسہ سے آگے نکلکر کئی سڑکیں گئی ہیں - بائیں طرف شاہ جی کا تالاب ترکمان دروازہ ہوتی ہوئی دہلی دروازہ چلی گئی ہے - دائیں جانب نہر کے پل سے اوتر کر سیدھا راہ واقع ہے - دائیں سڑک کھڑکی نواشخانہ خواجہ باقی باللہ ہوتی صدر چلی گئی ہے - بائیں طرف خواجہ قطب صاحب کو جاتی ہے سیدھا راستہ پہاڑ گنج اور دائیں طرف

درگاہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ

کو چلا جاتا ہے سید صاحب کا نام تمام زمانہ میں مشہور ہے آپ اولیاے کبار میں سے ہیں آپکو رسول مقبول صلعم کی جناب میں اتنا تقرب حاصل تھا کہ جسکو چاہتے زیارت کرا دیتے اسی لیئے آپکا لقب رسول نما مشہور ہوگیا سنہ ۱۱۰۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا - سال وفات اس سے نکلتا ہے (رسول نما با رسول باقی شد) آپکا مزار ایک احاطہ میں واقع ہے مزار کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے

حسن رسول نما افتخار آل حسن اویس قرنی ثانی و ثالث حسنین

شاہ محمد سعید صاحب - سید ابراہیم صاحب - سید شجاعت خان صاحب وغیرہ آپکے خلفاء ہوئے ہیں - ۱۱ شعبان کو آپکا عرس ہوتا ہے آپکے نبیرہ سید احمد حسن صاحب سجادہ نشین ہیں - یہی عرس کرتے ہیں - نیکبخت متوکل شخص ہیں -
سید حسن رسول نما کی مزار کے متصل چنبیلی والے باغ کے نکڑ پر

حضرت جہاں نما علیہ الرحمۃ

رنگ سُرخ کے دالان ایسی ہی شرقی جانب ۔غربی جانب میں ایک مسجد بہت بڑی نہایت خوبصورت تمام تعمیر سنگ سُرخ کی فرش بھی سنگ سُرخ کا مسجد کے دونوں پہلوؤں میں کچھ صحن چھوڑ کر سنگ سُرخ کے دالان مسجد کے جنوبی دالان کے متصل سنگ باسی کا جالیدار مجرہ اُسکے اندر سنگ مرمر کا جالیدار دوسرا مجرا ہے جسمیں تین قبریں جنکا سنگ مرمر کا تعویذ بیچ کی قبر نواب **غازی الدین خان** بانی مدرسہ کی جو سمرقند سے آیا اور گجرات کا صوبہ ہوا اور احمد آباد میں ملک عدم کو روانہ ہوا اور پھر یہاں لاکر دفن کیا گیا دائیں بائیں اسکے دونوں لڑکے مدفون ہیں مجرہ کے سامنے دالان در دالان بنے ہیں جو نہایت خوش وضع اور موزون ہیں مدرسہ کے صحن میں بہت بڑا حوض تھا جو بھر کر برابر کردیا گیا ہے یہ مدرسہ احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں بنا سرکار نے اس میں مدرسہ رکھنا پسند کیا اور اسکے چاروں طرف خندق کھدوا کر اسکو شہر میں داخل کرلیا غدر سے پہلے ۔عربی۔فارسی شاستری کے کیئے مدرس تعلیم کیلئے مقرر کردیئے اسکے بعد نواب **فضل علیخاں صاحب** اعتماد الدولہ وزیر شاہ اودھ نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ اسکے مصارف کے لئے صاحبانِ انگریز کے سپرد کیا چنانچہ سرکار کیطرف سے ایک عبارت اس مضمون کی پتھر پر کندہ ہے اور اندر کی جانب بیچ کے دروازہ پر لگی ہے عبارت یہ ہے ۔

نہ ہر لوح نقشے بماند و لیک　　جزائے عمل ماند و نام نیک

بیاد حسنات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علیخان بہادر سہراب جنگ کہ یک لک و ہفتاد ہزار روپیہ برائے ترقی علوم در مدرسہ ہذا واقع دہلی خاص مولد و موطن خویش بصاحبان کمپنی انگریز بہادر تفویض نمودند منقوش گردیدہ در ۱۸۲۹ء ۔

بیچ کے دروازہ میں دو چوکھٹیں لگاکر کمرہ کی شکل بنا دیا ہے اسکو طلباء کے امتحان کا کمرہ قرار دیا ہے یہ مدرسہ کسی وقت دار الشفا بھی رہ چکا ہے غدر کے زمانہ میں یہ بھی ضبط ہو گیا تھا عرصہ تک پولس لین رہتی رہی دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ عمائدین کی درخواست پر لائل صاحب کے عہد میں واگذاشت ہو گیا اور پولیس لائن اُٹھادی گئی اب اس میں **عربی سکول** قائم ہے انٹرنس تک تعلیم دیجاتی ہے مسلمانوں کے بچے تعلیم پاتے ہیں ۔

ماہواری خرچ تقریباً نوسو روپیہ ہے ۔ سو روپیہ ماہوار کمیٹی مدد کرتی ہے ۔باقی فیس کے روپیہ اور ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ کے سُود سے اس کا خرچ چلتا ہے ۔

حسب ذیل بارہ ممبر نگرانی کرتے ہیں ۔

بڑے بڑے عالیشان مکانات کے نشانات قایم ہیں ایک بہت بڑی مسجد کا نہایت وسیع صحن چھوٹا ہوا ہی البتہ لاٹھ بہت نامی چیز ہے اسپر بہت سی عبارت اگلی زبان اور اگلے حرفوں میں کندہ ہی جو بالکل سمجھ میں نہیں آتی تھوڑی سی عبارت شاستری میں کندہ ہی مگر پورے طور پر وہ بھی نہیں پڑھی جاتی جتنے حروف پڑھے جاتے ہیں اُنکا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(سُدّ سری بکرماجیت سمت ۱۲۲۰ بیساکھ سُدی پندرین سواسون لکنی الشن واس این شاہ بہادر معزالدین کھود داد عمر دراز مقیاس شرف)

اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جس زمانہ سلطان معزّالدین محمد بن سام غوری نے کوہ سوالک کو جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہی تاراج کیا ہی اسی زمانہ میں اس لاٹھ پر یہ عبارت کھدوادی ہے اسکی حقیقت یہ ہی کہ کوہ کماؤن کے پاس جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے دو لاٹھیں پڑی ہوئی تھیں ہندو لوگ انکی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ دونوں لاٹھیں ہمارے دیوتاؤں کے گایئں چرانے کی لاٹھیاں ہیں انکے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جسوقت یہہ لاٹھیں یہاں سے اُٹھیں گی یا ٹوٹیں گی جبھی پرلو ہوگی فیروز شاہ نے یہہ سُنکر اُنکے اعتقاد کو جھٹلانا چاہا اور فوراً ایک لاٹھ کو تڑواڈالا اور دوسری کو یہاں لاکر لگا دیا اُسوقت سے فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہوگئی یہہ لاٹھ بالکل ایک پتھر کی بنی ہوئی ہے لوگ اسکو کورنڈ کا پتھر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی اسوقت اوپر موجود ہے اتنی ہی نیچے اور ہے یہہ بھی مشہور ہے کہ اس لاٹھ کے نیچے خزانہ مدفون ہے چنانچہ خال خال سادہ مزاج لوگ اب بھی جاکر اُسکے اطراف کو کھودنے لگتے ہیں اور اتفاقاً پُرانی کوئی چیز ملجاتی ہے تو نہایت خوش ہوتے ہیں اور اپنے خام خیال کو بہت پکّی بات سمجھنے لگتے ہیں موجودہ لاٹھ کا طول اڑتالیس فٹ پندرہ انچ ہے اور جڑ کی چُٹائی دس فٹ مدوّر ہے اسکا سر ایک طرف سے ٹوٹ گیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ بجلی گری اُسکے صدمہ سے ٹوٹ گیا بعض کہتے ہیں کہ گولہ لگا صحیح حال خدا کو معلوم ہے۔

آگے چلکر پُرانی دلّی کا

کابلی دروازہ

ہے اسکو لال دروازہ بھی کہنے ہیں یہ نہایت عالیشان دروازہ ہی تمام سنگ خارا سے بنا ہے رُوکار سنگ سرخ کی ہے دروازہ کے اوپر برج اور نشیمن بہت خوبصورت بنا ہی یہ دروازہ فیروز شاہ کی بسائی ہوئی دلّی کی نشانی ہے اسکے متصل

خیال خانہ

ہے یہ حقیقت میں پُرانی دلّی کی سرا تھی فرید خان نے بنوائی تھی (جو جہانگیر کے وقت میں پنجاب کا صوبہ دار تھا اور

کا مزار ہے زبانی اوصاف بہت کچھ سننے میں آئے ہیں مگر آپکے حالات سن ولادت سن وفات وغیرہ کا پتہ نہیں چلا اس سے آگے پنچکیاں ہیں یہاں دھوبیوں کے گھاٹ ہیں کورا کپڑا دُھلتا ہے اس سے آگے

بھولی بھٹیاری کا محل

ہے جو ایک پہاڑی پر واقع ہے اسکو بھولا خاں پٹھان نے بنوایا تھا عوام الناس اسکو بھولی بھٹیاری کا محل کہتے لگے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت ہوگا مگر اب کھنڈر پڑا ہے شہر کے تمام برہمن جو علم نجوم سے واقفیت رکھتے ہیں اسجگہ ہوا دیکھنے کو جاتے ہیں اور ایک جھنڈا گاڑ کر ہوا دیکھتے ہیں ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں بہت بڑا میلہ ہو جاتا ہے اس میلہ کو پون پریکشا کا میلاد کہتے ہیں اسکے جانب غرب سامنے۔

خدا نما علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ کا نام آپکے حالات کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوئے مگر کرامت اور ولایت نام ہی معلوم ہوتی ہے اتنا شنا جاتا ہے کہ آپ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تھے غالباً ان تینوں حضرات کا قریب قریب زمانہ ہے

شاہجہان آباد کی سیر ختم ہو چکی اب

پُرانی دلّی

کی سیر فرمایئے صرف دو متبرک مقاموں کی حاضری باقی ہے انکے ذیل میں اور بھی برگزیدہ آستانے یا قابل مقامات نظر سے گذر جائیں گے اوّل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے اسکے بعد حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے دربار سے فیضیاب ہونا ہے چونکہ ہماری نسبت سے حضرت شیخ المشائخ قریب ہیں اسلیئے پہلے اس آستانہ پر حاضر ہونا چاہیئے۔ دلی دروازہ سے سلطان المشائخ کو رستہ جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہی بائیں طرف دریا کے کنارہ

کوٹلہ فیروزشاہ

واقع ہے اسمیں بہت اونچی ایک لاٹھ ہے اسکو فیروز شاہ کی لاٹھ کہتے ہیں غالباً یہ عمارت ۷۵۵ھ ہجری زمانہ فیروز شاہ میں بنی ہے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت عمارت ہوگی اسوقت نہایت خراب ٹوٹی پڑی ہے

جہان نما مسجد رسول نما سے بیضوی خدانما

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی زیارت کو تشریف لاتے تو آپ ہی کی خانقاہ میں ٹھہرتے۔ یہ خانقاہ جنگل میں واقع تھی بہت بڑی عمارت تھی جمنا بالکل نیچے کو چلتی تھی گاہ گاہ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا بھی خانقاہ میں تشریف لاتے درویشانہ صحبتیں ہوتیں۔ **نقل ہے** کہ جبوقت مولانا حسام الدین اندرپتی خلیفہ شیخ جمال ہانسوی دہلی ہو کر واپس پیر کی خدمت میں پہونچے تو شیخ نے پوچھا کہ آن بازسفید یعنی شیخ ابوبکر طوسی کا کیا حال ہے یہاں حج کا ارادہ ہو چکا تھا اور مولانا حسام الدین کو اسکی اطلاع تھی اور شیخ طوسی نے پیام بھی دیا تھا کہ شیخ جمال سے ہمارا حج کا ارادہ ظاہر کر دینا لہذا مولانا حسام الدین نے عرض کیا کہ او قصدِ حج دارد یعنی حج کا ارادہ رکھتے ہیں شیخ جمال نے وہیں سے مولانا کو واپس بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے پیچھے میں بھی آتا ہوں اور یہ رباعی لکھکر مولانا کے حوالہ کی

رباعی

مرپاے ترا سرم نثار اولی تر | بحرچہ بود بلکہ ہزار اولی تر
درغار وطن ساز چو بوبکر ازانکہ | بوبکر محمدی بغار اولی تر

آپ کے مزار کے مقابل سلطان جی جاتے ہوئے سڑک سے دائیں طرف چاردیواری میں

شیخ نورالدین ملک یار پراں رح

کا پختہ مزار ہے آپ بہت بڑے عارف کامل صاحب کرامات ہیں لار کے رہنے والے ہیں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ آپکے روضہ پر حاضر ہوا کرتے تھے چونکہ زمانہ ملتا جلتا ہے اسلیئے زیارت بھی کی ہوگی مگر کسی کتاب میں لقا مذکور نہیں۔ سیرالاولیا میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ میں ایک روز مسجد کیلوکھڑی میں نماز کیلئے جاتا تھا تو بہت جلتی تھی ادھر میرا روزہ ادھر لو۔ تنگ ہو کر ایک دوکان پر بیٹھ گیا اور یہ خطرہ دلمیں گذرا کہ آج کوئی سواری ہوتی اُسپر سوار ہو کر مسجد چلا جاتا اسکے بعد فوراً ہی سعدی کا یہ شعر یاد آیا

شعر

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستاں | راہ بجائے نبرد ہرکہ باقدام رفت

مینے اُس خطرہ سے توبہ کی تین دن کے بعد شیخ ملک یار پراں کا خلیفہ ایک گھوڑی لایا کہ اسکو قبول کیجیے مینے کہا کہ تو درویش آدمی ہے بھلا تجھ سے کسطرح قبول کرلوں اُسنے کہا کہ تیسری شب ہے کہ میرے شیخ ملک یار پراں نے مجھکو خواب میں فرمایا ہے کہ شیخ نظام اولیا کو ایک گھوڑی دے آ۔ مینے کہا کہ تمہارے ہی پیر نے تو فرمایا ہے میرے پیر نے تو نہیں فرمایا کہ میں لیلوں وہ اُس وقت تو چلے گئے۔ اُسکے بعد پھر لائے اب تو میں سمجھ گیا کہ یہ خدا ہی کا فرستادہ ہے مینے وہ گھوڑی قبول کرلی

قصبہ فریدآباد جو دہلی سے بارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے اوسی کا بسایا ہوا ہے جو وقت دلی ویران ہوئی سرائے بھی ویران ہوگئی عالمگیر اور شاہ عالم کے زمانہ تک بالکل خراب ہوگئی تھی انگریزی عملداری ہوئی تو انہوں نے جیلخانہ کے لیئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہ پایا لہذا اسکی مرمت کرکے جیلخانہ قائم کردیا پھر اسکے متصل نیا جیلخانہ اور ہسپتال بنایا اور ۱۹۰۳ء سے ایک مدرسہ اسکے متعلق قائم ہوا ہے جو نابالغ لڑکے قید ہوتے ہیں اونکو دستکاری۔ جیسے زردوزی۔ موچی۔ بڑھئی۔ درزی وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے تا سن بلوغ اونکو وہاں رکھا جاتا ہے۔ جیلخانہ سے آگے بائیں جانب متصل سڑک

مسجد مہابت خان

(اور ایک حویلی کے کھنڈرات موجود ہیں) مہابت خان ذات کا راجپوت تھا اور شاہ جہاں بادشاہ کے ساتھ ہوکر جہانگیر کو قید کرادیا تھا اخیر عمر میں شیعہ ہوکر مرا اوسکے قبر شاہ مرداں میں موجود ہے ان جگہ کو ریتی مہابت خان بھی کہتے ہیں غدر سے پہلے اور کچھ بعد بھی اسجگہ شہزادے اور شہر کے رئیس پتنگ بازی ہر جمعہ کو کیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے سامنے شرقی اور جنوبی گوشہ میں

شیخ محمد صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار کا گنبد نظر آتا ہے آپ حضرت شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے آپکو دنیا سے بالکل لگاؤ نہ تھا اخلاق و خاکساری بدرجہ کمال رکھتے تھے گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی۔ صحبت عوام سے بہت گھبراتے تھے اکثر تنہا رہتے تھے۔ بارہ برس تک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی سڑکوں کی جاروب کشی کی رات اور دن عبادت اور وظائف میں مصروف رہتے کھانا اور سونا بقدر ضرورت کام میں لاتے۔ عالمگیر نوراللہ مرقدہ کا بیٹا محمد معظم شاہ آپسے نہایت درجہ عقیدت رکھتا تھا سنا جاتا ہے کہ جس چبوترہ پر آپ کا مزار ہے آپکے اور آپ کے خاص عقیدتمندوں کے دست مبارک کا بنایا ہوا ہے ۲۲ محرم کو شاہ میر حسین صاحب حبیب آپکا عرس کرتے ہیں شاہ صاحب ہی اسجگہ کی متولی اور مالک ہیں۔ اسجگہ کو شیخ محمد کی بائیں کہتے ہیں وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس چبوترے کے متصل ایک تالاب تھا جسمیں آپ وضو فرمایا کرتے تھے اوسکو بائیں کہتے تھے اسی سبب سے یہ جگہ بھی بائیں کرکے مشہور ہوگئی۔ آگے چلکر بائیں جانب متصل قلعہ ہندوؤں کی سہ دری کے جنوب میں بلندی پر۔

شیخ ابوبکر طوسی حیدری رح

کا مزار ہے آپ قلندر مشرب رکھتے تھے شیخ جمال الدین ہانسوی سے نہایت اتحاد تھا حتی کہ شیخ جمال الدین ہانسی سے

خوبصورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے ہر محراب اور گوشہ پر خطِ نسخ اور کہین خطِ کوفی مین آیاتِ قرآنی کندہ ہین صحن مین مثمن حوض ہے مگر خراب ہو گیا ہے مسجد کے چھت پر جانے کا راستہ بھی عجیب قطع سے بنایا ہے دیوارون مین عمدہ عمدہ نشیمن بنائے ہین - اس مسجد کی چھت لداؤ کی ایسی خوبصورت بنائی ہے کہ نگاہ اوٹھانے کو دل نہین چاہتا - یہی طبیعت چاہتی ہے کہ اس کو دیکھے جاؤ - چھت کے اوپر صرف ایک گنبد رہ گیا ہے - کسی زمانہ مین گنبد کے ادھر اودھر دو چھتریان تھین جو اب ٹوٹ پھوٹ گئین ہے دوسری موجودہ عمارت

۱۵۴ع علی خان افغان کی سلطنت

شیر منڈل

ہشت پہلو مینارہ کی طور پر بنا ہوا سنگِ سرخ کی عمارت ہے - اندر جانیکا جنوب رویا دروازہ ہے - بیچ مین ایک کمرہ سا بنا ہے چارون طرف بہت تنگ غلام گردش ہے - اوپر ایک برجی ہے اسکا شرق رویہ دروازہ ہے اوپر چڑھنے سے دریا اور جنگل کی عجیب و غریب کیفیت معلوم ہوتی اور سیر دکھائی دیتی ہے - جنگل کے سبزے کا لہلہانا اور دریا کی لہرون کا نظر آنا اور ہوا کا سرسر آنا اور چوطرفہ میدان کا مثل کٹورہ کے دکھائی دینا اور سبز سبز درختون کا نظارہ عجیب لطف دکھاتا ہے بیٹھنے کے بعد اوٹھنے کو جی نہین چاہتا -

اسکو شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت مین بطور سیر گاہ کے تعمیر کرایا چنانچہ شیر شاہ کے حال مین اسکا ذکر آچکا ہے پھر نصیر الدین ہمایون بادشاہ نے اسکو کتب خانہ قرار دیا اور کبھی کبھی اعمال ریاضی بھی اسپر کیا کرتے تھے چنانچہ برجی کے بیچ کے پتھر پر کچھ علم ریاضی کی نقوش ابھی تک موجود ہیں ایک روز برجی میں تشریف رکھتے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی آپ نے بیٹھکر اذان سنی اور دعا پڑھی جماعت کے واسطے نیچے آنا چاہا جب زینہ دیکر اٹھے اتفاقاً جریب سیڑھی پر پھسلی اور نیچے آن پڑے کئی دن بعد انتقال کیا ہمایون بادشاہ از بام افتاد

۱۵۵۶ع انتقال ہمایون

پرانے قلعہ سے کچا راستہ ہمایون کے مقبرہ اور عرب سرائے مین جاتا ہے خواہ ادہر کو چلئے ورنہ اسی پختہ سڑک پر تشریف لیجائیے -

اب سڑک داہنی طرف قلعہ کے عین محاذ مین ایک نہایت خوبصورت عالی شان سنگ سرخ کا ایک دروازہ

مسجد و مدرسہ

کا نظر آتا ہے اندر ایک بڑی مسجد اور دو طرفہ دو منزلہ حجرے لداؤ کے ٹوٹے پھوٹے موجود ہین جسکی خیر المنازل تاریخ ہے - اکبر بادشاہ کی انا نے جسکا نام ماہم انگہ نام تھا یہ مسجد اور مدرسہ ۱۵۶۱ع مین تعمیر کرایا تھا - مسجد کے بیچ کے در کی پیشانی پر صاف لفظون مین

اسکے بعد سے ہمارے ہان گھوڑی رہی اور کبھی موقع نہین آیا کہ سواری نہ ہو۔
لکھا ہے کہ جسوقت ملک یار پرّان دہلی مین آئے تو اسی جگہ قیام کیا جہان اسوقت مزار ہے شیخ ابوبکر طوسی اُس زمانہ میں صاحبِ خدمت تھے اُنکا اُنسے تنازع ہوا ملکیار پرّان نے کہا کہ مجکو میرے پیر نے بھیجا ہے شیخ طوسی نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تمہارے پیر نے تمکو یہان بھیجا کوئی خط کوئی محضر کچھ دکھاؤ تو ہم تسلیم کرین انکے پیر کا مقام بہت دور دراز تھا وہان جانا آنا بھی بہت ہی دشوار تھا مگر ملکیار پرّان آن کی آن مین خط لیکر واپس آگئے گویا ایک نماز مین گئے دوسری میں آگئے شیخ ابوبکر طوسی نے فرمایا کہ تم بھی یار ملک پرّان ہو اُسی روز سے ملکیار پرّان مشہور ہو گئے۔ اور اسی جگہ شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ یعنی موجودہ مزار کے مقابل مدفون ہوئے نہایت باعظمت اور باہیبت جگہ ہے۔ کہتے ہین کہ اسجگہ پریون کا مقام ہے۔ آگے چلکر بائین ہاتھ

پُرانا قلعہ

واقع ہے۔ بہت پُرانا قلعہ ہے اس کا مفصل حال بادشاہون کے واقعات کے ذیل مین گزر چکا ہے۔ راجاؤن کے وقت مین اسکا نام اندرپت مشہور تھا پھر شیرشاہ کے وقت مین شیرگڈھ کے نام موسوم ہوا۔ ہمایون بادشاہ نے اسکی تعمیر کرائی تو دین پناہ نام رکھا۔ اسوقت جو کچھ عمارت موجود ہے ہمایون کے زمانہ کی ہے اسکے تین دروازے بڑے اور ایک کھڑکی نامی ہے اسکے علاوہ اور بھی کئی کھڑکیان ہین ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف واقع ہے مدت سے بند ہے لوگ اسکو طلاقی دروازہ کہتے ہین۔ اسکی توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ایکدفعہ اس دروازہ سے فوجکشی ہوئی اور دروازہ بند کردیا کہ اگر بغیر فتح کئے آکر کھولین تو انپر طلاق مگر پھر فتح نہوئی دروازہ اُسی طرح بند رہا مگر یہہ معلوم نہین کہ کس بادشاہ کے زمانہ مین دروازہ بند ہوا اس قلعہ کی تمام فصیل سنگ خارا کی نہایت مضبوط اور عریض بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانہ مین بہت خوبصورت ہوگی مگر اب جابجا سے ٹوٹی ہوئی ہے۔

قلعہ کے زیرِ فصیل غرب کی جانب مسلمانون کا قبرستان واقع ہے۔ ایامِ غدر مین اکثر شہر کے معززین یہان دفن کئے گئے ہیں۔ اندر میندار لوگ آباد ہیں۔ پچھلی عمارتون مین سے صرف دو عمارتین باقی ہین ایک

مسجد

جسکو نصیر الدین ہمایون بادشاہ نے قلعہ کے ساتھ تعمیر کرایا نہایت خوبصورت خوش قطع خوش وضع بنی ہے پانچ در ہین تمام مسجد سنگِ خارا کی بنی ہے دروکارین سنگِ سرخ اور سنگِ مرمر اس

یہ کتبہ کندہ ہے۔

بدوران جلال الدین محمد | کہ باشد اکبر شاہان عادل
چو ماہم بیگم عصمت پناہے | بنا کرد این بنا بہر افاضل
دلی شد ساعی این بقعۂ خیر | شہاب الدین احمد خان نادل
زہے خیرات این بقعۂ خیر | کہ شد تاریخ او خیر المنازل

اس مسجد کے متصل جنوب کی جانب سیدھا کچا راستہ نومحلہ کو جارہا ہے اسی طرف چلیئے۔ ریل کی سڑک سے آگے بائین طرف درختون کے جھرمٹ مین ایک چھوٹی سی چار دیواری سفید نظر آتی ہے اسمین

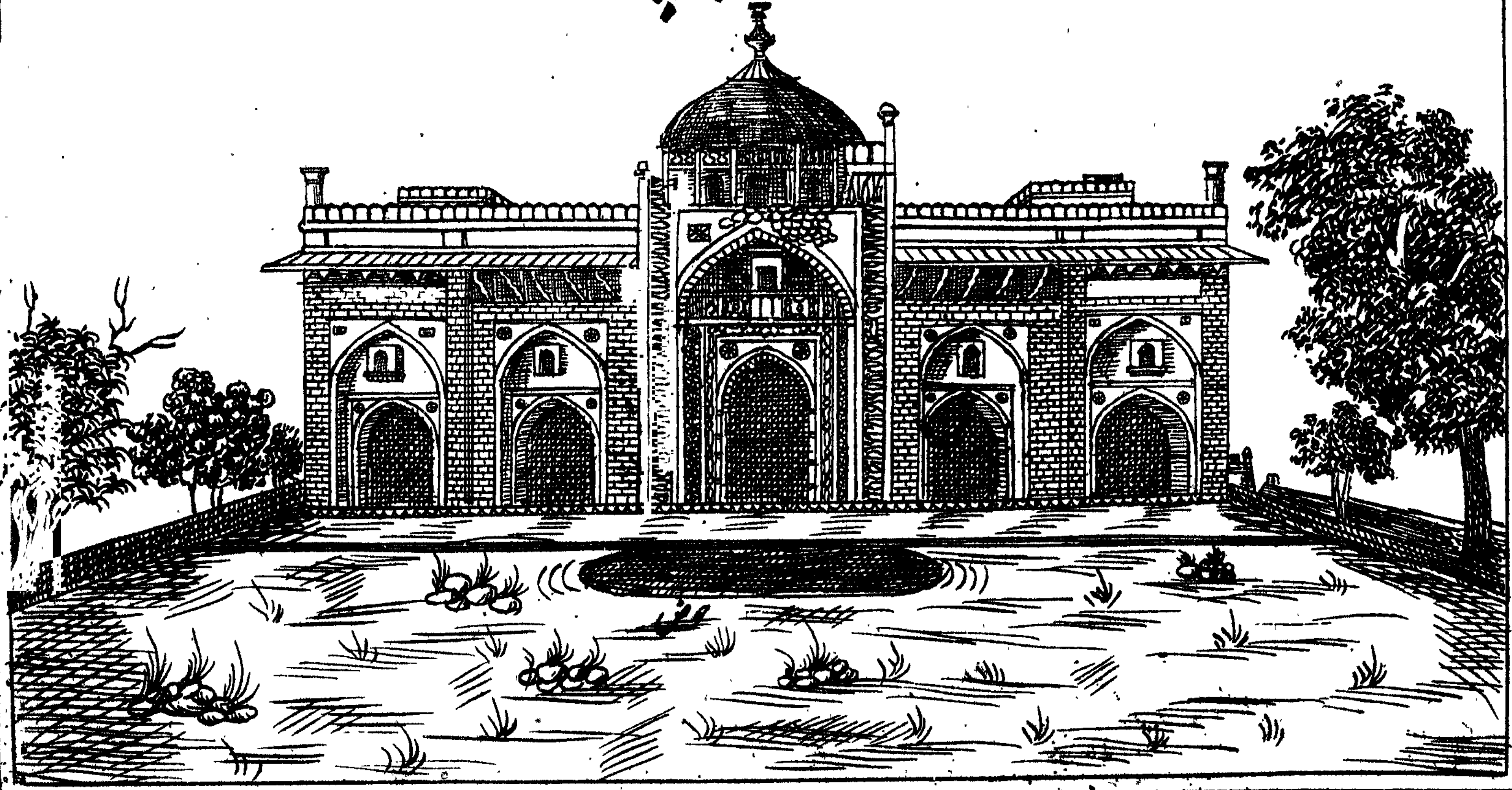
بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا

کا مزار ہے اولیاء اللہ مین سے ہوئی ہین شیخ فریدالدین گنجشکر علیہ الرحمہ انکو بہن کہا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ انکے روضہ مین ذکر و شغل کیا کرتے تھے اسوقت عوام انکو بی بی شام اور بی بی صام کہتے ہین بعض لوگ حضرت سلطان المشائخ کی پیر بہن بھی بتاتے ہین۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت گنجشکر سے مرید بھی ہونگی۔ ۱۸ ماہ شعبان المعظم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

اب اُسی کچے راستہ سے نومحلہ تشریف لیچلئے۔ اور حضرت مولانا

شیخ ابوالرضا محمد علیہ الرحمہ

کی زیارت سے مشرف ہوجیے آپ حضرت مولانا مخدومنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے عم بزرگوار ہیں ۱۰۴۶ھ ہجری اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے آپ اپنے بھائی یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سات برس بڑے تھے آپ نے علم ظاہری مولانا حافظ بصیر صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ جہان بادشاہ کے زمانہ میں بہت عمدہ عالم تھے اور حضرت مولانا خواجہ خورد جو حضرت مولانا خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ تھے حاصل کیا آپکو علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا اگر آپ کو خاتم المحدثین والمفسرین کہا جاوے تو بھی بجا ہے۔ علم و عمل فضل و کمال اور تجرید و تفرید اور حلم و کرم توکل رضا آپ کی ذات پر ختم تھے اور تمام حالتوں میں سنت پر عمل کرنیکا طریقہ اس طرح اختیار کیا تھا کہ اچھے اچھے لوگ وہاں قدم نہ رکھ سکیں غرضکہ آپ کی ذات و صفات اور کمالات و باطنی ایسے تھے کہ جنکا کچھ حد و حساب نہیں ہزارہا آدمیوں کو آپ سے فیض ہوا اور طرح طرح کا فیض ہر ایک کو آپ سے ملا۔ اگرچہ آپکی درگاہ عمدہ نہیں بنی ہوئی ہے مگر فیض سے مملو ہے مکان کو مکین سے شرف ہے اور شرف المکان بالمکین ایسے جگہ صادق ہے آپ نے


نقشہ مسجد پرانا قلعہ

ہے اس مسجد کو ۹۵۴ھ ہجری میں سلیم شاہ کے عہد میں عیسیٰ خان حجاب نے بنایا ہے جو شیر شاہی امیروں میں سے تھے چونے اور سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگ سرخ لگا ہوا ہے اس مسجد میں ایک کنواں بھی ہے مگر ایسا بیموقع بنا ہوا ہے کہ سارا چبوترہ مسجد کا اور ایک در خراب ہو گیا ہے اسکے محاذ میں مشرق کی طرف

مقبرہ عیسیٰ خاں

کا ایک برج ہے اور گرد اسکے غلام گردش کے طور پر عمارت بنائی ہے مقبرہ ہشت پہل اور خوبصورت ہے تمام عمارت سنگ خارا اور چونے سے بنی ہوئی ہے لیکن اوپر کی برجیوں کے ستون سنگ سرخ کے ہیں برج کے اندر مغرب کی طرف ایک پتھر پر کتبہ کندہ ہے اوسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت خود ہی عیسیٰ خان حجاب نے سلیم شاہ کے زمانہ میں ۹۵۴ھ ہجری میں بنوائی ہے اس مقبرہ میں کئی قبریں ہیں اور عیسیٰ خان حجاب کی بھی اسی میں قبر ہے عرصہ سے اس میں کمین لوگ رہتے تھے اب گورنمنٹ نے اون کو اٹھا دیا ہے اور چار دیواری۔ اور عمارت کی درستی ہو رہی ہے۔ اس جگہ کو عیسیٰ خان کا کوٹلہ بھی کہتے ہیں۔ مقبرہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔ بنا کرد این روضۂ جنت نہاد در عہد دولت اسلام شاہ بن شیر شاہ خلد ملکہ و سلطانہ مسند عالی عیسیٰ خان ابن میان اغوان حجاب خاص بتاریخ نہصد و پنجاہ و چہار از ہجرت اس کوٹلہ کے پاس

عرب سرائے

ہے اسکا دروازہ نہایت عالیشان اور خوبصورت ہے یہ عرب سرائے ۶ سنہ جلوس اکبری مطابق ۹۶۸ھ ہجری میں بنی ہے حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی کی بنوائی ہوئی ہے بیگم کی عالی ہمتی تحسین کے قابل ہے کہ حرمین شریفین سے تین سو عرب لائی اور بغرض ایصال ثواب مدد جاری کیا جن میں سو آدمی سادات میں سے تھے اور سو آدمی مشائخ کبار میں سے اور سو عوام الناس جو انکی خدمت کرتے تھے اور سب کو یہاں لا کر آباد کیا اور انکے لئے یہ سرائے بنائی اسکے تین دروازے ہیں ایک یہی جو ہمایوں کے مقبرہ کے متصل ہے دو دروازے اور ہیں جو شکستہ ہو رہے ہیں اسوقت اسکو ایک چھوٹا سا قصبہ سمجھئے یا گاؤں کہئے اسمیں سب قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک دو گھر سادات کے باقی ہیں مگر عموماً غریب زمیندار لوگ آباد ہیں۔ عرب سرائے کے سرائے کے شرقی دروازہ کے پاس

ایک منڈی

تھے کھانے پکانے کی چیزیں یہاں بکا کرتی تھیں جسکا نشان نہیں ہے نام ہی نام باقی ہے اس منڈی میں ایک عیدگاہ

۷ محرم الحرام ۱۱۰۱ھ ہجری میں وفات پائی آپکی تاریخ وصال آفتاب حقیقت ہی رضی اللہ علیہ وارضاہ وجعل الجنتہ
مثواہ علاوہ آپ کے مزار مقدس کے اور آپکی اہل وعیال اور دیگر بزرگان خاندان کی قبریں ہیں -
ابا سطرف وہ مقام اور دیکھنے کے قابل ہیں انکو دیکھکر پھر پختہ سڑک پر چلیئے اور مقبرہ ہمایوں وغیرہ پہلے ملاحظہ
کر کے پھر اطمینان اور خلوص سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہیٰ کی درگاہ میں حاضری دیجئے حضرت
بی بی فاطمہ سام کے مزار کی تھوڑی دور آگے جانب جنوب -

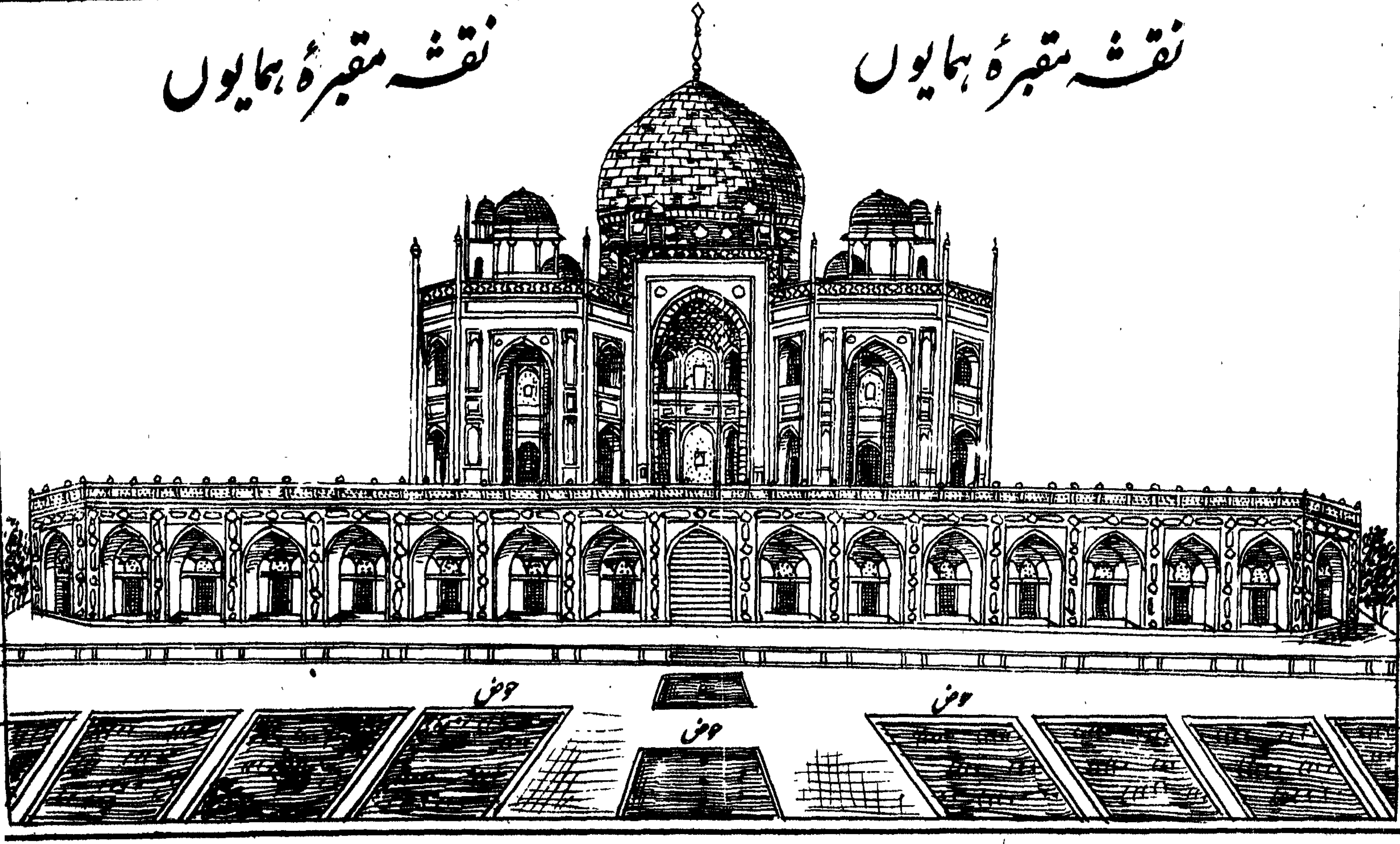
لال بنگلہ

ہے یہ عمارت نصیر الدین ہمایون کی کسی حرم کے دفن ہونیکے واسطے بنائی تھی بعد اسکے جب شاہ عالم بادشاہ کی
والدہ لعل کنور کا انتقال ہوا تو اسکے پاس ایک چھوٹے گنبد میں انکو دفن کیا جب سے اس جگہ کو لال بنگلہ کہنے
لگے اور دوسرے گنبد میں بیگم جان زوجہ مرزا انکھو دفن ہیں یہ دونو برج سنگ سرخ سے بہت عمدہ بنی ہوئی ہیں
انکے صحن میں دو مسجد ایک نواب فتح آبادی اور دوسرا مرزا ابلاقی کا ہے اس عمارت کو بنی ہوئے تقریباً ایکسو
تیس برس ہوئے - اس جگہ بہت سے خاندان تیموریہ کی قبریں ہیں چنانچہ سلطان پرویز - مرزا دارا بخت
ولیعہد کے بھائی کی اور مرزا داؤد کی اور بہادر شاہ بادشاہ کی بیویونکی قبریں ہیں - اسکے متصل ہی

مقبرہ سید عابد رحمۃ اللہ علیہ

کا ہی چونے کا بنا ہوا ہی اور کہیں کہیں چینی کا کام بھی نظر آتا ہے سید عابد خان - خان دوران خان کے
رفیقوں اور مدار المہاموں میں سے تھے کسی لڑائی میں شہید ہوئے یہاں دفن کئے گئے بعض لوگ اس مقبرہ
کو شہید صاحب کی درگاہ بھی کہتے ہیں اسکا دروازہ بہت شان دار ہے اور سہ دری بہت عمدہ بنی
ہوئی ہے کسی زمانہ میں اسکے صحن میں نہریں اور حوض بنے ہوئے تھے اب اٹ اٹا کر ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں
تمام عمارت بے مرمت پڑی ہے نہ وہ شان ہی نہ وہ رونق ہے فاعتبروا یا اولی الابصار -
اب سڑک پختہ پر آئیے - آگے نہر کا پل آتا ہی پل سے ورے چوراہہ ہو گیا ہی ایک تو یہی راستہ آتا ہی جسکو ہم
چلے آرہے ہیں دوسرا مغرب کی طرف حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی درگاہ کو جاتا ہے سیدھی
سڑک جنوب کی طرف بارہ پلہ اور درگاہ سید محمود بحار رحمۃ اللہ کو چلی گئی ہے بائیں طرف مشرق کی جانب سیدھی
سڑک مقبرہ ہمایون کو جاتی ہے تھوڑی دور آگے دائیں طرف موڑ سے ورے چار دیواری کے اندر

مسجد عیسیٰ خاں


نقشہ مقبرۂ ہمایوں
نقشہ مقبرۂ ہمایوں
حوض
حوض
حوض

مسجد اور سیڑھیاں اور کنواں تھا مسجد کا پتہ نہیں ہاں کنواں موجود ہے اس منڈی کو مہربان آغائے جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنایا تھا عربسرائے کے پاس لب سڑک۔

ہمایوں کا مقبرہ

ہے شاہجہان آباد سے ڈہائی کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے اسکی عمارت قابل دید ہے سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے بنی ہے سنگ مرمر وہ لطیف کہ دُر شاہوار اُسکے آگے دریائے خجالت میں ڈوبا جاتا ہے سنگ سرخ وہ نادر کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شرف لیجاتا ہے بُرج خالص سنگ مرمر کا ایسا خوبصورت کہ رُوے زمین پر اپنا نظیر نہیں رکھتا اسکا چمن نہایت دلکشا۔ مکانات دلربا سرخ سرخ پتھروں میں سفید دہاریاں عجب عالم دکھاتی ہیں رنگ برنگ کے پھول بوٹے پتھر کی پھول پنکھڑیاں دل لبھاتی ہیں۔ کسی زمانہ میں بہت کچھ آراستہ تھا۔ چاروں طرف جو اسکے حوض ہیں پہلے اون میں نہریں جاری تھیں فوارے چھوٹتے تھے پانی لہراتا تھا۔ چمن لگے تھے پھول کھلے تھے اب بھی اسکی آن بان سب سے نرالی ہے۔ یہ عمارت ۹۷۳ھ ہجری میں نواب حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی کی سعی سے بننی شروع ہوئی اور سولہ برس کے عرصہ میں پندرہ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس مقبرہ کی کرسی میں جتنے درہیں سب میں بادشاہی خاندان کے لوگ مدفون ہیں۔ حمیدہ بیگم ملقبہ بہ مریم مکانی جلال الدین اکبر کی ماں یعنی حاجی بیگم زوجہ ہمایوں اور عالمگیر ثانی۔ فرخ سیر۔ داراشکوہ۔ وغیرہ سب اسی مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔

گو اسوقت پہلے سی رونق اور اگلے سامان کہاں میسر ہیں مگر پھر بھی نہایت پُرفضا مقام ہے چنانچہ کسی شاعر نے اس عمارت کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎

ہر کہ میخواہد کہ بیند شکل فردوس بریں   گو بیا این قصر و این باغ ہمایوں را بہ بیں

اسکی شمال کی طرف چادر گرنے کے مکان اور حوض اور نہروں کے فواروں کا خزانہ بنا ہوا ہے۔ اس چادر دیواری کے اندر شرق کیطرف ایک مقبرہ سنگ سرخ کا خوبصورت بنا ہوا ہے اور اسمیں دو قبریں ہیں کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ مقبرہ کس نے بنایا اور یہ قبریں کس کی ہیں مگر یہ چھوٹی سی عمارت دیکھنے کے قابل ہے۔ مقبرۂ ہمایوں کے دو دروازے ہیں ایک جنوب کیطرف دوسرا مغرب کیطرف۔ یہیں نہایت عمدہ مختصر مکانات بنے ہیں ہر مکانمیں جانیکا جدا راستہ ہے دونوں دروازے سنگ سرخ اور سنگ رخام سے بنائے گئے ہیں اور فصیل چونہ اور پتھر سے تعمیر ہوئی ہے مگر نہایت خوبصورت اور مضبوط بنی ہے اسکی خوبصورتی نقشہ سے دیکھکر معلوم کیجیے

شعر ز عشقِ ناتمام ما جمالِ یار مستغنی است ‌ ‌ ‌ ‌ بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روی زیبارا
ستائیسوین صفر ۸۰۱ھ ہجری کو آپکا وصال ہوا اسی تاریخ آپکا عرس ہوتا ہے عقیدتمندون نے چار دیواری
مزار کی گرد اور ایک مسجد مع احاطہ کے بنوادی ہے جس سے زائرون کو بہت آرام ملتا ہے۔
آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے زیارت کو چلیئے اوسی پختہ سڑک کے چوراہہ پر لوٹ آیئے
نہر کابل اُتر کر آبادی مین داخل ہوگئے اسکو غیاث پور کہتے ہین سڑک کے متصل ہی

حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ

کی درگاہ ہے دروازہ پر یہہ مصرع کندہ ہے ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ❊ اندر گھستے ہی

باولی

آتی ہے بہت نامی گرامی ہے مشہور ہے کہ یہ باولی حضرت کے جیتے جی نکر طیار ہوئی اوّل خود آپنے اور آپکے
مریدون نے کھودنا شروع کیا اسکے اوپر کئی مکان ہین باولی کے سرے پر قدیم پٹھانون کے وقت کا
گنبد ہے۔ ضلع غربی کی طرف سنگِ مرمر کا نہایت نفیس برج ہے اسمین تین قبرین ہین دو چھوٹی اور
ایک بڑی بائی کوکلائی بنت ملائم خان کی قبر ہے جسپر آیات قرآنی اور نوڈونہ نام اور یہ تاریخ کندہ ہے

سالِ تاریخ فوت او جُستم ‌ ‌ ‌ ‌ از دلِ صاف پیر پاک سرشت
آہ سروے کشید وگفت بگو ‌ ‌ ‌ ‌ باد ہمدم بہ حوریانِ بہشت

بائی کوکلائی بنت ملائم خان

۹۹۳ھ

جنوبی ضلع مین فیروزشاہ کے بنائے ہوئے مکانات ہین مسجد سے باولی تک آنے کا راستہ تھا وضو کیلئے
یہین چلے آتے تھے محمد شاہ بادشاہ نے اسکو پاٹ کر چھتہ بنادیا ہے جو اب بھی موجود ہے۔ عرس کے
روز اس باولی پر بڑا تماشا ہوتا ہے بہت ہی لوگ جمع ہوتے ہین اور اسکے مکانون مین آکر بیٹھتے ہین۔
چھوٹے چھوٹے بچے سہ طرفہ عمارات پر سے دھما دھم باولی مین کودتے ہین اور طرح طرح کی تیرا کیا
تیرتے ہین زیادہ کمال یہ کرتے ہین کہ لوگون سے یہہ کہتے ہین کہ تم پیسا پھینکو ہم بھی اُسکے ساتھ
کودتے ہین اور پیسہ نکال لیتے ہین چنانچہ وہ پیسہ پھینکتے ہین اور یہ نکال لاتے ہین۔
اسی چھتہ کے راستے ‌ ‌ اندر چلیئے ایک اور دروازہ آتا ہے اسکے اندر صحن ہے تمام فرش سنگِ مرمر کا ہی
شمالی جانب مین فقرا کے رہنے کے مکانات بنے ہین بیچ مین

پھر اس مقبرہ سے اوسی پختہ سڑک کے جو راہ پر تشریف لے آیئے اور جنوب کی طرف جو بارہ پلہ کو سیدھی سڑک جارہی ہے اوسپر چلیئے تھوڑی دور آگے دائیں طرف

مقبرۂ خانخانان

ملاحظہ کیجئے اصل انکا نام عبدالرحیم خان خانخانان تھا اور یہ بیٹی بیرام خان خانخان کی تھی خانخانان قوم کی ترکمان تھے اکبر بادشاہ کے عہد مین انکی بڑی عزت تھی اور انکے والد بیرم خان خانخانان کو نصیرالدین ہمایون بادشاہ کے زمانہ مین بڑا عروج تھا اور تمام مہمات سلطنت اون سے متعلق تھے یہ مقبرہ خانخانان نے اپنی بیوی کے واسطے بنوایا تھا مگر اونکی مٹی یہان کی نہیں تھی ۱۰۳۶ھ ہجری مین عبدالرحیم خانخانان بہتر برس کی عمر میں خود انتقال کر گئے اور یہان دفن ہوئے۔ یہ مقبرہ اسوقت میں بہت اچھا بنا ہوا تھا اسکا برج سنگ مرمر کا تھا اور جا بجا سنگ سرخ مین سنگ مرمر کی دھاریان لگی ہوئی تھیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے مگر اب بہت خراب او شکستہ۔ بالکل اوجڑا پڑا ہوا ہے قبر کا تعویذ تک اوکھاڑ لے گئے جانور ہر وقت کھڑے رہتے ہیں بول و براز کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آصف الدولہ کے زمانہ میں اسکا تمام سنگ مرمر اوکھڑ کر لکھنو مین گیا اس سبب سے یہ مقبرہ گندہ معلوم ہوتا ہے اس مقبرہ سے آگے۔

بارہ پلہ

واقعہ ہے یہ بارہ پلہ کر کے مشہور ہے مگر گیارہ در ہیں چونے اور سنگ خارا سے بنا ہوا ہے نورالدین جہانگیر بادشاہ کے وقت میں ۱۰۳۰ھ ہجری میں مہربان آغا نے جنکا آغائے آغایان لقب تھا بنوایا ہے اس پل پر پتھر کی ایک تختہ پر کتبہ بھی کندہ ہے جس سے اونکی عقیدت اور اخلاص جہانگیر بادشاہ کیساتھ بہت پایا جاتا ہے اسکے قریب ہے۔ بائین طرف کچا رستہ

درگاہ سید محمود بحار رحمۃ اللہ علیہ

کو جاتا ہے جو موضع کیلوکھڑی کے پاس واقع ہے آپ اولیاے کاملین میں سے گزرے ہیں آپکا سلسلۂ نسب حضرت امام ناصرالدین سونی پتی علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے محی العظام آپ کا لقب ہے کہتے ہیں آپ کی دعا سے مُردہ زندہ ہو گیا تھا اس سبب سے آپکو محی العظام کہنے لگے آپ علاوہ درویشی کے بہت بڑے عالم متبحر تھے اکثر آپکو بحار کہتے تھے آپکے کمالات ظاہری اور باطنی تحریر اور تقریر سے باہر ہیں اہل اللہ آپکے مزار پر جاتے ہیں اور آپ کے فیض سے پُر ہو آتے ہیں۔

کتابین بھری پڑی ہین۔ انسان ضعیف البیان کی کیاتاب جو بیان کرسکے ۶۶۵ھ ہجری این اتھارہوین ربیع الثانی کو رحلت فرمائی اور اسی جگہ مدفون ہوئے (شہنشاہ دین) سے سال وفات برآمد ہوتا ہے آپکے وفات کے بعد خلجی بادشاہون نے اُنکا مجر بنوایا اسکے بعد ۹۵۰ھ ہجری مین سید فریدالدین خان نے اکبر بادشاہ کے عہد مین آپ کے مزار کے گرد ستون لگاکر بارہ دری بنادی اُسپر گنبد بنوایا۔ سنگ مرمر کی جالیان لگوائین گنبد کے اندر آپ کے سرہانے ایک لوح سنگین پر کلمہ طیبہ لکھکر یہ اشعار کندہ کردیئے

شکر کہ در روضۂ حضرتِ غوث الانام | از پئے تعمیر شد خان فلک احتشام
مہر نسب را شرف اوج شرف را شہاب | سیدِ عالی لقب میرِ فلک احترام
بانئ او ہاشمی ساعئ او ہاشمی | آنکہ بدوران شان ہست سخن را نظام
از پئے تاریخ آن چون متفکر شدم | کلکِ خرد زد رقم قبلہ گہِ خاص و عام ۹۰
رُوے بدرگاہ او آر فریدوں بعد | شاید از الطاف پیر کار تو گردد نظام

کاتب حسین احمد چشتی

پھر ۱۰۲۲ھ ہجری نورالدین جہانگیر کے زمانہ مین فریدخان المخاطب مرتضیٰ خان نے جسنے فریدآباد بسایا ہے آپکے مزار پر سیپ کے کام کا بہت نفیس چھپرکھٹ چڑھایا پھر ۱۰۶۳ھ مین شاہجہان کے عہد مین خلیل اللہ خان نے آپکے مزار کے گرد سنگِ سُرخ کی غلام گردش بنائی اور اُسکے ہر ہر ضلع مین پانچ در رکھے سب ضلعون کے ملکر بیس در ہوئے اسکے بعد مولانا فخرالدین صاحب نے سنگِ سُرخ کی جگہ سنگِ مرمر غلام گردش بنوادی پھر اُنکے پوتے غلام نصیرالدین صاحب عرف کالے صاحب نے سنگِ مرمر کے ستون قایم کئے مگر لگانے نہ پائے تھے کہ انتقال ہوا اسکے بعد نواب احمد بخش خان بہادر والی فیروزپور جھرکہ نے اُن ستونون کو لگوادیا پھر فیض اللہ خان بنگش نے اسکی مرمت کرائی اور سنگ سُرخ کی چھت کے نیچے تانبے کی چھت چڑھوادی اور اُسپر سنہرا لاجوردی کام بنوادیا جو اب تک بدستور موجود ہے اسکا برج جو پختہ گچی کا تھا امتداد زمانہ سے گرنے کے قریب ہوگیا تھا۔ اکبر شاہ ثانی نے اُسکو سنگ مرمر کا بنوادیا۔ سترھوین ربیع الثانی کو آپکا عُرس ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جمع ہوتے ہین آپکے مزار کے پائین آپ کے مرید خواجہ معزالدین اور آپ کے جوار مین خواجہ ضیاءالدین آپ کے مرید مدفون ہیں۔ غربی جانب

درگاہ کی مسجد

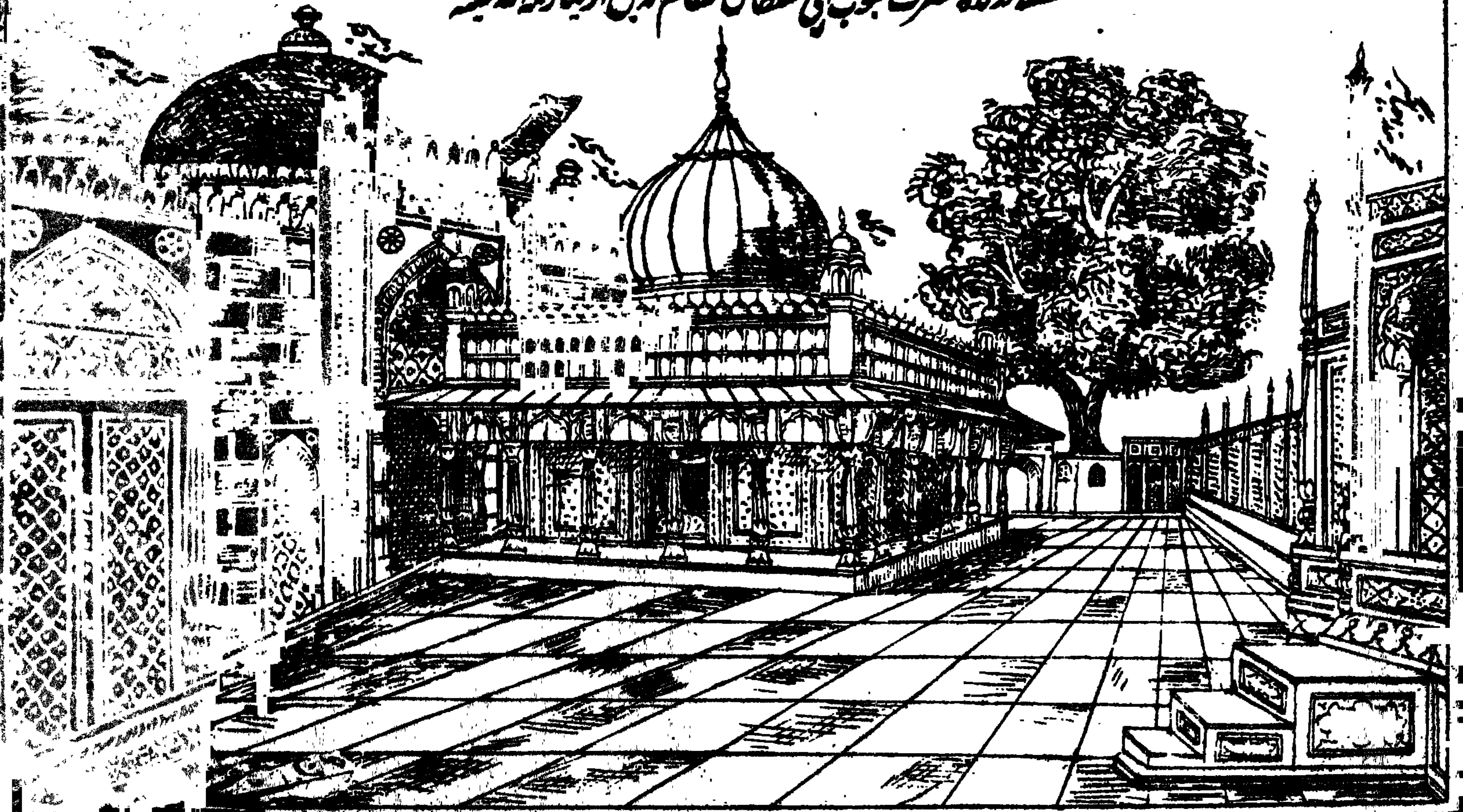
ہے ۷۶۲ھ ہجری مین خضر خان نے اس کا برج کا گنبد بنوایا اسمین ایک کنوہ نکلتا ہے

حضرت سلطان المشائخ کا مزار پر انوار

ہے آپ کا نام محمد بن احمد بن علی البخاری ہے اور سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیا اور محبوب الٰہی کے لقب سے
مشہور ہین آپ کے دادا کا نام خواجہ علی بخاری اور نانا کا نام خواجہ عرب ہے دونون صاحب اپنے وطن
سے اسطرف تشریف لائے مدت تک لاہور میں رہے پھر بدایون مین سکونت اختیار کی ۶۳۶ھ ہجری
صفر کے مہینے مین آپ پیدا ہوئے ابھی صغیر سن ہی تھے کہ آپکے والد خواجہ احمد کا انتقال ہوگیا اور بدایون
کی نواح مین مدفون ہوئے جسوقت آپنے ہوش سنبھالا تو مکتب مین کلام اللہ پڑھا پھر کتابین پڑھنی
شروع کین ۱۲ برس کے تھے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر کے اوصاف سنکر انکے گرویدہ ہوگئے۔
علم تحصیل کرتے رہے مگر شیخ کا خیال بھی لگا رہا مولانا علاؤالدین علیہ الرحمۃ اصولی بدایونی سے قدوری
تمام کی اسکے بعد علم حاصل کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے۔ شمس الملک سے جو صدر ولایت مانے
جاتے تھے مقامات حریری یاد کی اور علم حدیث پڑھا طباعی اور ذہانت کا کیا ٹھکانا تھا طالب علمون
مین آپ کا نام نظام الدین بحاث مشہور تھا رات دن علم کا مشغلہ رہتا شیخ نجیب الدین متوکل سے
صحبتین رہتین اسکے بعد اجودھن تشریف لے گئے۔ شیخ فریدالدین گنجشکر کی خدمت مین حاضر ہوکے
قرآن شریف کے چھ پارون کی تجوید کی عوارف کے چھ باب سنائے اور سندلی تمہید ابی الشکور
سالمی وغیرہ پڑھین پھر بیعت ہوگئے فرماتے ہین کہ مینے شیخ کی زبان سے اول یہ سنا کہ ع

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

شیخ نے خلافت عطا فرمائی اور اسکے بعد تین مرتبہ شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے شیخ کے وصال
کے وقت آپ وہان موجود نہ تھے اور یہ سلسلہ بھی اوپر ہی سے چلا آتا ہے وہ یہ کہ جیسے آپ اپنے
پیر کے وصال کے وقت وہان حاضر نہ تھے اسیطرح شیخ فریدالدین گنجشکر بھی اپنے پیر خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے اور وہ اپنے پیر خواجہ معین الدین اجمیری
علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے پھر پیر و مرشد کے اشارہ سے آپنے غیاث پور مین
اسی موقع پر جہان اب آپکا مزار ہے اقامت اختیار کی اُسوقت علاؤالدین خلجی کا زمانہ تھا بادشاہ
آپکا معتقد ہوگیا مگر کبھی اُسکو اپنے ہان نہ آنے دیتے تھے اور آزادانہ کلمات فرماکر دھمکا دیتے تھے
لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت کچھ فیض پہونچا ہزارون خلیفہ ہوئے چنانچہ آج تمام اطراف
عالم مین آپ کے سلسلہ کے ہزارون باکرامت اشخاص موجود ہین آپکے کرامات خوارق عادات


نقشہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

سکتے ہیں کہ فیروز شاہ نے چڑھایا ہے یہ گنبد اتنا بڑا ہے کہ اس اطراف میں اسکے برابر دیکھنے میں نہیں آیا
جب سلطان محمد تغلق شاہ الملقب بہ عادل شاہ (جو آخرین بادشاہ خاندانی مشہور ہوا) بادشاہ ہوا تو انہی
ادھر اُدھر دو برج اور بنا دیئے تو اب پانچ برج ہو گئے تمام مسجد سنگ سرخ کی ہے درگاہ کا صحن تمام
سنگ مرمر کا ہے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے بنوایا ہے اس صحن میں جنوب کیطرف سنگ مرمر کے تین حجرے ہیں ایک

حجرہ جہان آرا بیگم

شاہجہان بادشاہ کی دختر کا انکو خواجگان چشت سے اعتقاد تھا اسلیئے بہت سے روپے خادموں
کو دیکر یہاں جگہ مول لی اسمین قبر بنائی گئی انکی لوح مزار پر یہ عبارت نسخ میں کندہ ہے۔

ھُوَالحیُّ القیّوم

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان ہمیں گیاہ بس است

الفقیر الفانیہ جہان آرا بیگم مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۰۹۲ حجرہ
اسی حجرے کے پاس

حجرہ محمد شاہ بادشاہ

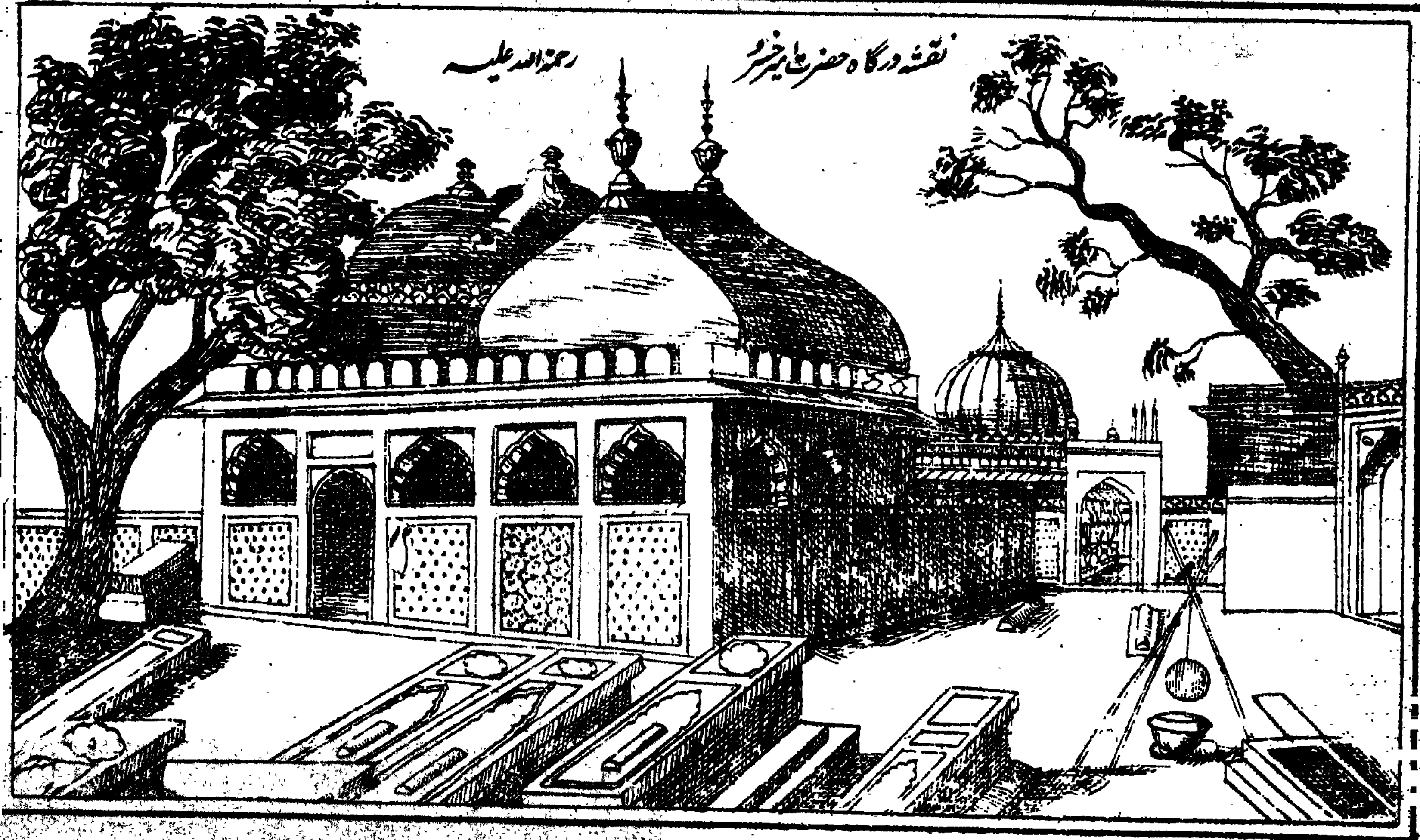
ہے لطافت اور نظافت میں بےنظیر ہے اس حجرہ میں سات قبریں ہیں۔ ایک محمد شاہ کی دوسری نواب صاحب محل
انکی بیوی کی۔ تیسری مرزا جگر محمد شاہ کے پوتے کی چوتھے مرزا عاشوری کی۔ اور تین قبریں اور
سلاطینوں کی ہیں۔ محمد شاہ نے یہ جگہ مول لیکر اپنا حجرہ آپ بنایا تھا۔ اس حجرہ کے قریب

حجرہ مرزا جہانگیر ابن اکبر شاہ ثانی

ہے سنہ ۱۲۴۱ میں بنا ہے بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے حجرے کی نقل ہے مگر پھر نقل نقل ہے اصل اصل۔ انکی لاش
آگرہ آباد سے لا کر یہاں دفن کی گئی ہے اور آگے بڑھکر

درگاہ حضرت امیر خسرو

آپکا اصلی نام ابوالحسن اور آپکے والد کا نام سیف الدین محمود ہے آپ کے والد امرا و نامداروں سے تھے مدت
تک آپ نے بھی امیری کی ہے لکھا ہے کہ آپکے پڑوس میں امیر محمد ایک مجذوب رہتا تھا جب آپ
پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپکو مجذوب صاحب کے پاس لے گئے مجذوب نے دیکھکر فرمایا کہ یہ لڑکا
خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپکو فن شاعری میں غایت درجہ کمال تھا
علم موسیقی آپ ہی کا ایجاد ہے تمام علوم آپ کے سامنے بمنزلہ پانی کے تھے حضرت سلطان المشائخ
آپکے تقرب فرمایا کرتے تھے اور آپ پیر و مرشد کے ایسے شیدائی تھے کہ دم بھر کو الگ نہ ہوتے تھے غرضکہ


نقشہ درگاہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

آپکی کرامات آپکی لطائف ظرائف بیان کئے جائیں تو سینکڑوں ورق ہو جائیں جس وقت حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو مال و دولت لٹا فقیروں قبر پر ہو بیٹھے اور چھ مہینے کے بعد اٹھارہویں شوال ۷۲۵ ہجری جمعہ کی رات کو انتقال فرمایا۔ ۱۰۱۴ ہجری آخر عہد اکبر شاہ اور ابتدائی سلطنت نورالدین جہانگیر میں طاہر عمادالدین حسن نے آپکی مزار پر سنگ مرمر کا مجر اور برج بنا دیا اور برج کے اندر دیوار کے سروں پر یہ عبارت کندہ ہے ؎ ای خسرو بے نظیر عالم ✤ با روضۂ تو مرا نیاز است ✤ تعمیر نمود طاہر آنرا ✤ فیض ازلی ہمیشہ باز است ✤ تاریخ بنایش عقل گفتا ✤ با روضہ بگو کہ جائے راز است ✤ قایل این کلام ربانی ابن نظام طاہر محمد عمادالدین حسن ابن سلطان علی سبزواری فی سنہ ۱۰۱۴ غفر ذنوبہ و ستر عیوبہ۔ الکاتب عبدالنبی بن ایوب ✤

اور اسکے گرد سنگ سرخ کی جالیاں آدمی کے گلے گلے تک لگا دیں اور جنوب کی طرف اُن جالیوں پر محرابیں لگا کر چھت پاٹ دی۔ بابر کے عہد میں مہدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح لگا دی جسپر انتقال کی یہ تاریخ کندہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؎ زین لوح شد سرفرازی ✤ در دوران بابر شہنشاہ غازی ✤ میر خسرو خسرو ملک سخن ✤ آن محیط فضل و دریائے کمال ✤ نثر او دلکش تر از ماء معین ✤ نظم او صافی تر از آب زلال ✤ بلبل دستان سرائے بے قرین ✤ طوطی شکر مقال بے مثال ✤ از پئے تاریخ سال فوت او ✤ چون نہادم سر بزانوے خیال ✤ شد عدیم المثل یک تاریخ او ✤ و دیگرے شد طوطی شکر مقال ✤ ز حرف وصل جانان سادہ آمد لوح خاک من ✤ طریق سادہ لوح جبیں نشان عشق پاک من ✤ مہدی خواجہ سید با جاہ و جلال ✤ شد بانی این اساس بے شبہ و مثال ✤ گفتم سعی جمیل خواجہ ✤ تاریخ بنا ہایش چو گرد سوال ✤ حررہ شہاب الدین المعمائے الہروی

آپکی قبر کی پائیں مرزا ابوالکلام کی قبر ہے اور مردہ بیاسود بپائے خسرو سے تاریخ نکلتی ہے اور اس احاطہ میں بہت سے حضرات رحمۃ اللہ علیہم آرام کرتے ہیں جیسی خواجہ شمس الدین ماہرو آپکے بھانجے اور خواجہ اقبال صاحب اور خواجہ بشیر صاحب اور خواجہ نورالدین مبارک اور خواجہ مبارک گوپا موئی اور مولانا ضیاء الدین برنی۔ اور خواجہ عزیز الدین۔ اور خواجہ قاضی۔ اور خواجہ سید ابوبکر مصلح بردار حضرت۔ اور خواجہ سید عزیز الملۃ والدین نادہ و پیش امام مسجد حضرت رح اور خواجہ سید عمر اور خواجہ مولانا قاسم۔ اور خواجہ مولانا کمال الدین خواجہ عبدالرحیم عرف خواجہ عبدالرحمن اور امیر حاجی پسر امیر خسرو۔ اور سید ابراہیم قادری ایرجی حضرت شیخ بہاؤالدین قادری شطاری کے مرید وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم

غرضکہ جتنے حضرات یہاں مدفون ہیں انکو یاران چبوترہ کہتے ہیں نقشہ سے درگاہ کی [illegible] اب اس احاطہ درگاہ کے شرقی دروازے سے باہر تشریف لے چلئے کہ تا جزین [illegible]

رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی
یہ سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

مہرباں ہوکے بلالو مجھے چاہو جب تم
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

جس دماغ سے یہہ اشعار نکلے ہیں اوسکی تعریف نہیں ہوسکتی۔

مرزا نوشہ غالب۔ ابراہیم ذوق۔ مومن خان۔ یہ تینوں اپنے وقت میں فرد تھے۔ آپس میں بہت بڑی محبت اور اتحاد رکھتے تھے مگر ہر ایک طرز تحریر و وضع جدا جدا تھی۔

مومن خاں ذوق اور غالب سے بڑے تھے اور عجیب و غریب وضع سے رہتے تھے۔ لمبی لمبی زلفیں۔ ہاتھ پیروں میں مہندی لگی ہوئی۔ پھر پور چھلے انگوٹھیاں۔ پیروں میں کھتیلی جوتی سر پر زریں ٹوپی غرض انکی یہ آن بان تھی مگر ابراہیم ذوق کی مولویانہ بالکل سادہ وضع تھی۔ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے عالم تھے۔ اکثر انکے ہاں عربی کتب کا درس رہا کرتا تھا۔ اول ہی دن سے نہایت متقی پرہیزگار۔ رندوں اور آزادوں کی صحبت سے بچتے تھے اسی سبب سے آپکے اشعار بالکل سادے سودے اور رنگ آمیزی سے خالی ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں اشعار میں شراب نوشی اور ہجر اور معصیت کا ذکر آگیا ہے لیکن اس فکر میں نہ شراب نوشی کی رنگینی پائی جاتی ہے اور نہ فراق یار میں درد ٹپکتا ہے۔ آپ کی تمام عمر نہایت عیش کے ساتھ گزرے۔ بہادر شاہ بادشاہ کے استاد تھے۔

مرزا نوشہ نرالی وضع رکھتے تھے۔ سر پر چوگوشیا اونچی باڑ کی ٹوپی۔ اور ایک لمبی قبا اور اوپر ایک جامہ اور لٹکیلا جوتی پہنتے تھے۔ ضعیفی میں انکی کمر بھی جھک گئی تھی۔

آپکا ۱۸۶۹ء میں انتقال ہوا لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

یا حیّ یا قیّوم

رشک عرفی و فخر طالب مرد
اسد اللہ خان غالب مرد

کل میں غم و اندوہ میں با خاطر محزوں
تھا تربت استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک

دیکھا جو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروح
ہاتف نے کہا گنج معانی [illegible]

اس سے آگے مشرق کی جانب ایک مسجد میں

مولانا محمد اسمعیل صاحب جھنجھانوی نقشبندی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپکا وطن قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفرنگر ہے قصبہ کاندھلہ میں [illegible] اسلئے آپ [illegible] جھنجھانوی مشہور ہیں کہیں کاندھلوی نہایت [illegible] شرع بزرگ گذرے ہیں مولانا مظفر حسین صاحب نقشبندی [illegible] علیہ الرحمۃ کاندھلوی کے خلیفہ تھے [illegible] انکے صاحبزادے [illegible]

جیسی دروازے سے نکلتے ہی بائیں طرف درگاہ کے احاطے کے متصل

مقبرہ تگہ خان

یہ مقبرہ ماہم انگہ (جو کہ اکبر بادشاہ کی انّا تھی) اور انکے شوہر شمس الدین محمد خان غزنوی کا ہے جنکا اعظم خان خطاب تھا اکبر کے زمانہ میں انکا بڑا عروج تھا تمام سلطنت کے وکیل مطلق تھے اسی حسد سے ادہم خاں نے ۱۲ رمضان المبارک ۹۶۹ ہجری روز دوشنبہ کو انکو مار ڈالا - اکبر نے ان کے قصاص میں ادہم خاں کو قلعہ پر سے دو دفعہ گروا کر مروا ڈالا چنانچہ دو خون شد بزیادتی ایک کے - اس واقعہ کی تاریخ ہوئی - اور انکی لاش کو آگرہ سے لا کر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ کے روضہ مبارک کے قریب دفن کیا اور انکے بیٹے کوکلتاش خاں نے ۹۷۴ ہجری میں سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا یہ مقبرہ بنوا دیا - اس مقبرہ کے اندر اور باہر آیات قرآنی کندہ ہیں اور منبت کاری ایسی کی ہوئی ہے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی

جانب جنوب بازار کی مسجد کے حجرہ میں -

بغدادی صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ اولیائے کاملین میں سے تھے بغداد سے یہاں آکر اس مسجد میں مقیم ہوئے تھے - عابد زاہد شخص تھے ہزاروں لوگوں کی حاجتیں آپکی دعاء سے بر آتی تھیں جب آپکا انتقال ہوا تو اسی مسجد کے حجرہ میں مدفون ہوئے - شروع بازار کے متصل

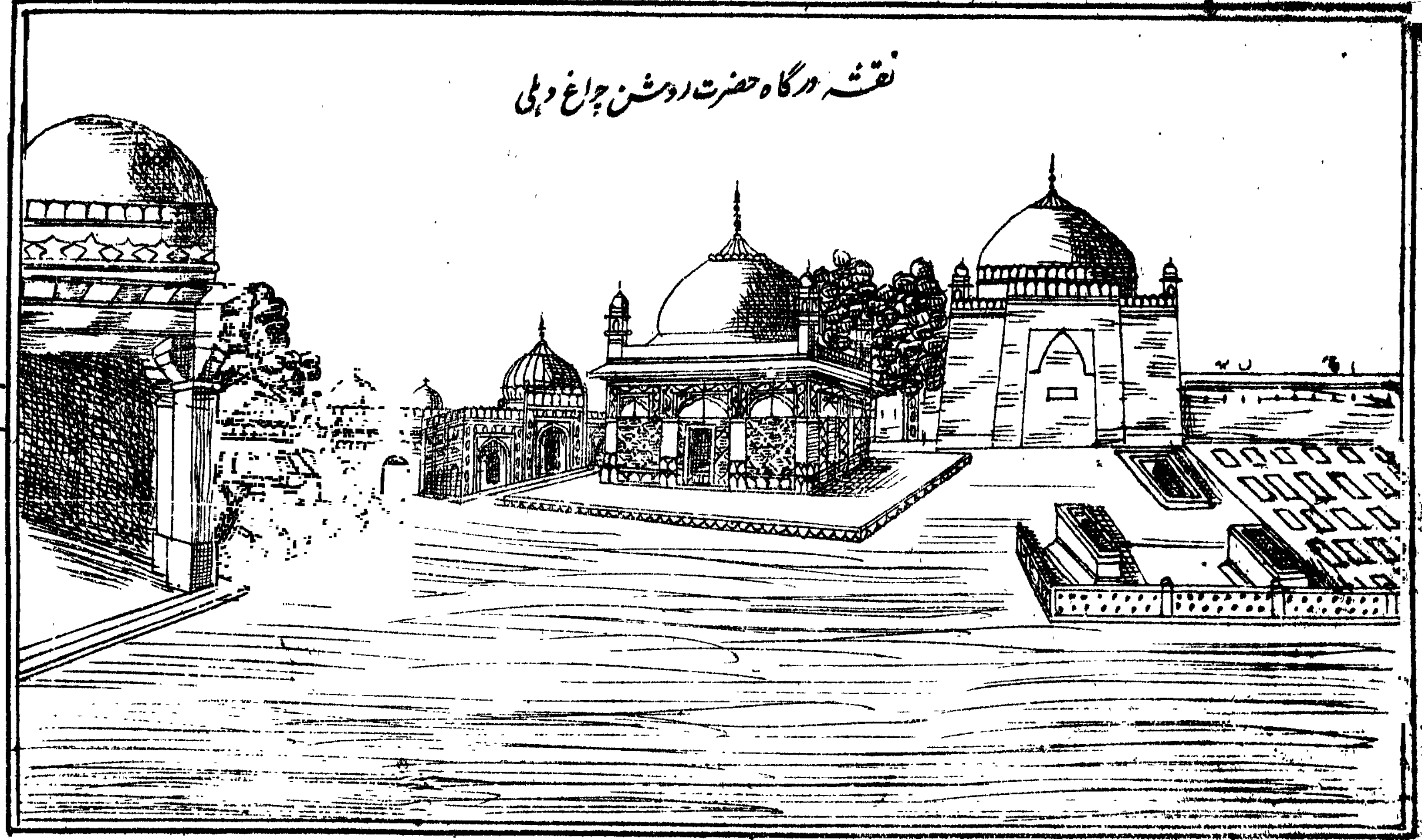
چونسٹھ کھنبہ

سنگ مرمر کی ایک عمارت ہے نہایت عجیب ۱۰۳۳ ہجری کے بعد بنی ہے اسمیں سنگ مرمر کے چونسٹھ ستون لگے ہیں اس سبب سے اسکو چونسٹھ کھنبہ کہتے ہیں - اسمیں مرزا عزیز الدین کوکلتاش خاں کی قبر ہے جو شمس الدین تگہ خاں کے بیٹے ہیں ۱۰۳۳ ہجری مطابق ۱۹ جلوس جہانگیری موافق ۱۶۲۴ء احمد آباد گجرات میں انتقال کیا اور یہاں لا کر دفن کئے گئے - انکو جہانگیر کے دربار سے خان اعظم کا خطاب حاصل تھا - یہ نہایت خوش تقریر و مجود نستعلیق کے اُستاد تھے اور کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے اس عمارت کی شمال کی جانب ایک احاطہ میں -

مرزا نوشہ غالب دہلوی

کا مزار ہے - عجیب پایہ کا شاعر گزرا ہے حق تو یہ ہے کہ دہلی میں شاعری کو ختم کر دیا خدا تعالیٰ نے عجیب و غریب دل و دماغ انکا بنایا تھا جس طرح فردوسی فارسی نظم میں عربی الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا اسی طرح مرزا نوشہ بھی اپنی نظم و نثر میں عربی الفاظ بہت کم استعمال کرتے تھے - فارسی تحریر میں مسلم الثبوت مانے ہوئے اُستاد ہیں مگر اردو میں بھی جو انہوں نے ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ بھی بالکل ایک نیا رنگ ہے اگر انکے دیوان کے اُن اشعار کو چھوڑ کر صرف صاف ستھرے اردو کے اشعار پڑھے جائیں تو آدمی کو متحیر کر دیتے ہیں مثلاً دو ایک شعر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو



نقشه درگاه حضرت روشن چراغ دہلی

نہایت متقی پرہیزگار جوانِ صالح ہیں اپنے والد علیہ الرحمۃ کے قدم بقدم ہیں۔ اب

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار پر چلیے۔ سلطان المشائخ سے کچھی سڑک جاتی ہے۔ آپ حضرت سلطان محبوب الٰہی کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ انکے بعد دلی کی ولایت آپکے سپرد ہوئی۔ علاوہ درویشی کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ شریعت کے نہایت درجہ پابند تھے۔ سماع مزامیر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرتے تھے۔ کبھی کبھی اشعار بھی فرماتے تھے ایک غزل اور مناجات واوراد تفسیر یہ یادگار ہیں چنانچہ صرف وہ غزل ہدیۂ ناظرین ہے۔

بے کارم و با کارم چون مَن بحساب اندر — خاموشم و گویانم چون خط بکتاب اندر

اے زاہد ظاہر بیں از قرب مپرس از من — او در من و من در وے چون بو بگلاب اندر

دریا رود از چشمم لب تر نشود ہرگز — زیں شعبدہ حیرانم تشنہ است بآب اندر

گہ رنجم و گہ شاداں از حالت خود غافل — گہ خندم و گہ گریاں چون طفل بخواب اندر

در سینہ نصیر الدین جز دوست نمے گنجد — این طرفہ تماشہ بین دریا بحباب اندر

آپکا لقب چراغ دہلی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے پوچھا کہ آج کل دہلی میں کون بزرگ ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے جواب دیا کہ اس زمانے میں شیخ نصیر الدین محمود سے دہلی کا چراغ روشن ہے جب سے آپ چراغ دہلی مشہور ہو گئے۔ ۷۵۷ھ ۱۸ رمضان مطابق ۱۳۵۶ء جمعہ کے روز آپ کا وصال ہوا۔ بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو دراز و حضرت محمد متوکل کہنوری و میر سید محمد بن سید جعفر مکی و شیخ دانیال عرف مولانا محمود و مولانا احمد تھانیسری و قاضی عبد المقتدر و شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہم فیض ... میں آپکی درگاہ کا ... ۷۷۵ھ ہجری مطابق ۱۳۷۳ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے ... بھی فیروز شاہ کی ... غلام حیدر نے ... کرائی۔ ... والان اور

مسجد کھڑکی

مشہور ہے پہلے یہاں ایک گاؤں تھا اوسکا نام کھڑکی تھا جب خانجہاں فیروز شاہی نے ۷۸۹ھ ہجری مطابق ۱۳۸۷ء میں یہ مسجد بنائی تو یہ مسجد ہی کھڑکی مشہور ہو گئی یہ مسجد چوکھونٹی ہے اور چاروں طرف مربع کے ضلعوں کے بیچ میں ایک برج بطور تاج کے نکالا ہی۔ جنوب و شمال اور مشرق کیطرف تین دروازے ہیں اور تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے ایک ایک برج تو چاروں تاج کے مربعوں پر ہیں اور نو جگہ ملے ہوئے نو نو برج بنائے ہیں اور ہر برج کے نیچے چار چار ستون ہیں علاوہ اسکے اور بھی بہت ستون لگے ہوئے ہیں اور مسجد کے صحن میں چار چوک چھوڑے ہیں بسبب مرور زمانہ کے اکثر جگہ سے شکستہ ہو گئی ہے یہ مسجد اور ست پلہ ایک ہی زمانے بنی ہوئی ہیں جسکو پانسو چھیالیس برس کے قریب عرصہ ہوا غرضکہ یہ عمارت بھی عجیب و غریب صنعت کے بنی ہوئی ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ اس مسجد کے قریب

درگاہ یوسف قتال

ہی اسکو شیخ علاؤالدین حضرت شیخ فرید شکر گنج رح کے نواسے نے ۸۲۰ھ ہجری سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں بنوائی ہے برج اور گرد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہیں اور گنبد چونے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے ایک طرف چونے اور پتھر کی مسجد ہی لیکن اب یہ عمارت بہت خراب خستہ جابجا سے شکستہ ہو گئی ہی۔ زمیندار اس درگاہ کو بہت مانتے ہیں اور الیسف اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ حضرت روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ سے شمال و مغرب کے گوشہ میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر

مندر کالکا

ہے اور دہلی دروازہ کی جنوب کی طرف سے چھہ کوس کا فاصلہ ہی۔ ہندوؤں کے اعتقاد میں کسی فرضی زمانہ میں سنبھ اور نسنبھ دو راکھس تھے اونھوں نے اس زمانہ کی دیوتاؤں کو بہت ستایا جب برہما تک فریاد گئی تو اوس نے کہا کہ مجھسے تو تمہاری رچھا نہیں ہوتی تم مہامائی یعنی پاربتی کا استوت کرو وہ تمہاری سہایتا کریگی جب اون دیوتاؤں نے مہامائی کا استوت کیا تو مہامائی کے منھ میں سے ایک دیبی پیدا ہوئی کونسکی اوسکا نام تھا اوس دیبی نے دونوں راکھسوں کے ایک سردار کو جسکا نام رکت بیج تھا مارا اوسکے لہو کی بوندوں سے بے انتہا راکھس پیدا ہو گئے تب کونسکی دیبی کی بھوؤں میں سے کالی دیبی پیدا ہوئی اوسکا ایک ہونٹ پربت پر تھا اور دوسرا آکاس میں جسکو کونسکی مارتی تھی کالی اوسکا لہو زمین پر گرنے نہیں دیتی تھی اور غرضیکہ سارا نگلجاتی تھی اس سبب سے ان راکھسوں کا نشر دنیا سے دور ہوا دوآپر جگ کے آخر میں جسکو آجتک پانچہزار تیرہ برس ہوئے کالی دیبی نے اس پہاڑ پر اپنا استھان کیا غرضکہ یہ مقام ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہی ہر ہفتہ

آرام فرماتے ہیں اور فیض طلب خان بنگش اور مفتی صدر الدین صاحب مرحوم دہلوی کی بھی یہیں قبریں ہیں۔ ہر سال رمضان شریف کی سترہویں کو حضرت کا عُرس ہوتا ہے اور اٹھارہویں کو قل ہو جاتا ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ اسکے یہاں چھ چیزیں قابل دیکھنے اور زیارت کرنے کے ہیں۔

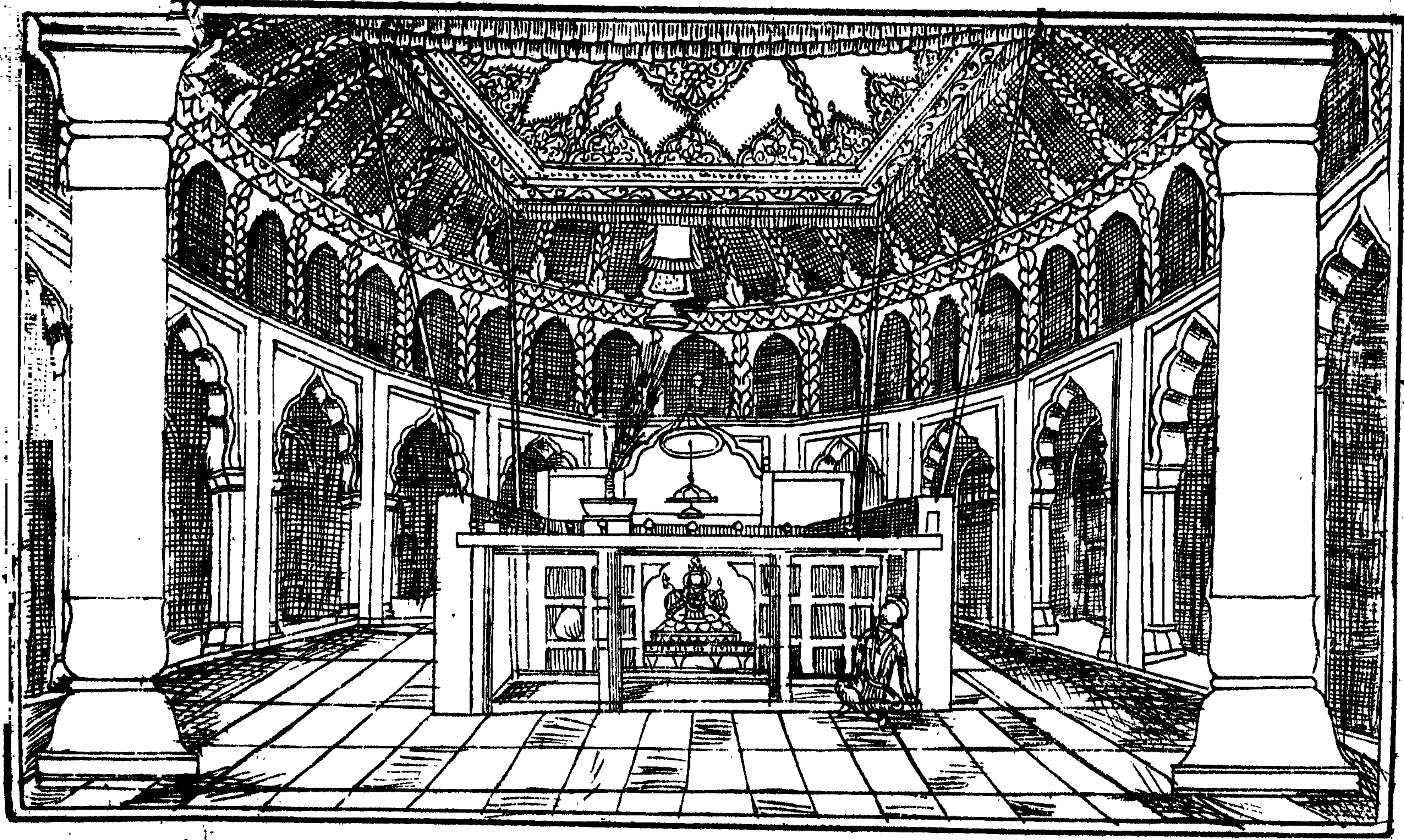
مقبرہ سلطان بہلول لودھی

یہ مقبرہ ۸۹۴ھ ہجری کے بعد بنا ہے جسکو تقریباً چار سو چھبیس برس کا عرصہ گذرا اسکے بارہ در ہیں اور اوپر پانچ بُرج ہیں مگر افسوس بے مرمت پڑا ہے اور خادم رہتے ہیں جس سے تمام مقبرے کی رونق جاتی رہی ہے ورنہ دیکھنے کے قابل

ست پُلہ

ہے بڑی فرحت کا مقام ہے اصل میں سلطان فیروز شاہ کی شکار گاہ ہے جبکہ شاہزادہ فتح خاں سلطان فیروز شاہ کے بیٹے کا ۷۷۶ھ ہجری میں انتقال ہوا تو سلطان فیروز شاہ کو اسقدر رنج و غم ہوا کہ امورات سلطنت میں فرق آنے لگا تو ارکین سلطنت نے بادشاہ کے دل بہلانے کیواسطے یہ بہت بڑا وسیع دلکشا جنگل دیکھکر کئی کوس کے فاصلہ پر دیواریں کھینچیں اور اسمیں طرح طرح کے درخت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ اُنہیں کی ایک یہ دیوار ہے۔ اس دیوار کے بیچوں بیچ ایک نالا ہے جسمیں قطب صاحب کی امرتیوں اور اور نالوں کا پانی ملکر اس نالہ میں بہتا تھا اسی سبب اس دیوار کے بیچ میں نالہ کے بہنے کو پُل کے طور پر در بنا دیئے ہیں اسواسطے یہ ست پلہ کر کے مشہور ہو گیا ہے۔ دروں کے اوپر کچھ مکان اور دروازے بھی بنائے تھے اکثر ٹوٹ گئے اور ایک آدھ باقی ہے کسی زمانہ میں یہ جگہ بڑی رونق کی تھی مگر اب بھی موسم برسات میں بہت لطف آتا ہے۔ ست پلے کے نیچے ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی اکٹھا رہتا ہے اسمیں ہر قسم کے مریض آکے نہاتے ہیں اور عورتیں اپنے بچوں کو لاکر نہلاتی ہیں اور پانی چھوٹی چھوٹی ٹھلیوں میں بھر کر سرس کے پتے ڈال کر مثل تبرک کے لیجاتے ہیں اور کاتک کے مہینے میں اور دیوالی کے قریب ہفتہ اور اتوار اور منگل کو بیماروں کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ قابل بیاں نہیں۔ غرض اس چھوٹے سے گڑھے کو ہندوؤں کیطرح بعض ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے تیرتھ مقرر کر رکھا ہے اور بے ثبوت یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اس مقام پر تشریف رکھتے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا تھا اور پانی نہیں ملتا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے اس زمین کو کُریدا تو پانی نکل آیا آپ نے اُس سے وضو فرمایا اور یہ دُعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہائیگا وہ سب بیماریوں سے اچھا ہو جائے گا چنانچہ بعض جاہل مرد بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں اور آنکر نہاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی نے جادو کیا ہو گا تو وہ بھی اوتر جائے گا۔ اس ست پُلہ سے آگے مغرب کی طرف

نقشہ مندر کا لکا



منگل کے دن اور ہر مہینے کی اشٹمی بہت یاتری جاتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق پوجا پتری کرتے ہیں چیت کی اشٹمی اور اسوج کی اشٹمی کو یہاں بڑا میلہ ہوتا ہی اور ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور یہ میلہ چھڑیوں کا کہلاتا ہی جو کوئی جاتا ہے ڈنڈوت کرکے پرکھما دیتا ہے اور نذر بھینٹ چڑھاتا ہے پھر مندر سے اوسکو پرشاد ملتا ہی یہاں کے پوجاری کچھ کھیتی سے کچھ پوجا کے چڑھاوے سے اپنی اوقات بسر کرتے ہیں اور دن رات بارہ مہینے آٹھ پہر اس مندر میں گھی کا چراغ جلتا رہتا ہے پوجاری کسی وقت بجھنے نہیں دیتے اوسکو دیبی جی کی جوت کہتے ہیں اس مندر میں کسیکی مورت نہیں ہے۔ ایک گول گول پتھر (جیسے مہادیو کی پنڈی ہوتی ہے) رکھا ہوا ہی اوسکو کالی کا استھان بتاتے ہیں پہلے اسکا نام کالی کا استھان تھا کثرت استعمال سے کالکا مشہور ہو گئی ہے اس پتھر کو لال لال کپڑے گوٹے کناری لگے ہوئے بہت بھاری پہنا رکھے ہیں اور ایک پلنگڑی بہت خوبصورت بنا رکھی ہے رات کو وقت اوس پلنگڑی کو کس کسا تکیہ لگا کٹھرے کے اندر دیبی جی کے آگے بچھا دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رات کے وقت دیبی جی اسپر سکھ فرماتی ہیں اور طرح بطرح کا گہنا پہنا رکھا ہی۔ پہلے اس مقام پر کچھ مندر وندر نتھا۔ کالی کے استھان ہونیکے کئی ہزار برس بعد کسی شخص نے کہ اوسکا نام تحقیق نہیں ہوا اس مقام پر بارہ دری کا لداؤ بنایا تھا سمت ۱۸۱۶ میں کہ اوسکو آجتک ایکسو چالیس برس کی قریب عرصہ گذرا درگا سنگہ نامے نے اسکی گرد سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا کٹھرا بنوایا اور اس کٹھرہ کے بائیں طرف فارسی اور شاستری خط میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہی (سری درگا سنگہ پرسوار سمت ۱۸۲۰ فصلی) اور لداؤ کے گرد غلام گردش سنگین ستونوں کی بنی ہی جسکے چھتیس در ہیں اور یہ مندر بارہ ضلع کا بنا ہوا ہی اندر تو ہر ضلع میں ایک دروازہ ہی اور باہر کے ہر ضلع میں تین تین در ہیں۔ اس مندر کا برج راجہ کدار ناتھ نے جو قوم کے بنئے تھے اور اکبر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکھتے تھے سات آٹھ ہزار روپیہ صرف کرکے بنوایا ہے جسکو نوے سال کا عرصہ گذرا۔

اس مندر کے جتنے پوجاری ہیں دونوں وقت آنکر پوجا کرتے ہیں اور گیارہ بجے ہر روز دیبی جی کو بھوگ لگاتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ دیبی سنگہ پر سوار ہو کر یہاں آتے ہیں اسواسطے مندر کے آگے دو مورتیں شیر کی سنگ سرخ سے بنا کر بٹھا رکھی ہیں اور اونکی بھی پوجا ہوتی ہی ان شیروں کے سر پر ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا رکھا ہے اور پوجا کے وقت اوسکو بجایا کرتے ہیں اور دیبی مائی جی کہکر چلاتے ہیں اور انہیں شیروں کے پاس سنگ سرخ کا ایک ترسول بنایا ہی اور سنگ مرمر پر چرنوں کا نشان کھدوا ہی مصرعہ ہر قوم راست راہے دینی و قبلہ گاہے ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جسکے دیکھنے سے دیبی جی کی استھان اور کٹھروں کی ساخت اور لداؤ کی طرح بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت روشن چراغ دہلی کے مغربی اور شمالی گوشہ میں تقریبًا دو کوس کے فاصلہ پر

قلعہ تغلق آباد

اور مقبرہ میں جانے کو راستہ نہ تھا اسواسطے پھر ۷۲۵ھ ہجری میں جسکو پانسو اٹھتر برس کے قریب عرصہ گزرا قلعہ کے دروازے سے مقبرہ کے دروازے تک پل باندھا تھا جس سے اس مقبرہ اور قلعہ کو عجیب رونق ہو گئی تھی اور اس مقبرہ کے گرد پانی پھر کر بڑا لطف دکھاتا تھا اور مقبرہ کٹورا سا معلوم ہوتا تھا۔ پانی کا لہریں کھانا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور پہاڑوں پر سبزے کا دکھائی دینا مردہ دل کو زندہ کرتا تھا۔ اب یہ پل ٹوٹ کر بالکل خراب ہوگیا ہے اور مٹی اور ریت میں اسکے در بند ہو گئے ہیں۔ اس مقبرہ کا برج بہت خوبصورت و مضبوط و مستحکم بلند بنا ہوا ہے کہ لمبے قد کا آدمی اسکے اجارہ تک پہونچتا ہے یہ مقبرہ بھی قابل سیر و تماشا ہے مشرق و شمال و جنوب کی طرف محراب دار دروازے ہیں اور مغرب کیطرف کی دروازے کا نشان بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے برج کی چار دیواری اندر باہر سے سنگ سرخ کی بہت خوبصورت ہے اور جا بجا سنگ سرخ میں سنگ مرمر کی دھاریاں اور گل بوٹے بنے ہوئے ہیں اور تمام برج سنگ مرمر کا ہے اور اوپر ایک کلسی سنگ سرخ کی لگی ہے مگر تھوڑی سی ٹوٹ گئی ہے۔ اندر سے یہ برج بہت نفیس بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے اندر تین

قبریں

ہیں پہلی قبر جو گنبد کے بیچوں بیچ میں ہے وہ غیاث الدین تغلق شاہ کی ہے اور دوسری قبر اونکے بیٹے سلطان محمد تغلق شاہ کی ہے جو دریائے سندھ کے کنارے پر ۷۵۲ھ ہجری میں مرا اور اوسکی لاش کو یہاں لاکر دفن کیا۔ اور تیسری قبر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی بیوی کی ہے جسکا مخدومۂ جہاں خطاب تھا۔ ان تینوں قبروں کا تعویذ کوئی لیگیا اور تعویذوں کی جگہ اینٹ اور چونہ سے قبریں بنا دی ہیں پہلے اس مقبرہ میں گوجر رہتے تھے اور گائے بیل بندھتے تھے اب سرکار عالی لارڈ کرزن صاحب بہادر نائب السلطنت کے حکم سے وہ نکال دی گئی اور ہزارہا روپیہ صرف کرکے اسکی مرمت اور درستی کیجاری ہے بلکہ تمام شاہی عمارتیں آپ کی جان و مال و اقبال کو دعا دی رہی ہیں۔ اور جو شخص اون درست شدہ عمارتوں کو دیکھتا ہے بلا اختیار زبان سے گورنمنٹ اور آپکے واسطے دعا نکلتی ہے اب ہم اس مقبرہ کا نقشہ دیتے ہیں۔ جس سے اوسکی بلندی اور دروازہ اور فصیل اور برج بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اس مقبرہ کے تھوڑے فاصلہ سے جانب شمال

عمارت ہزار ستون

ہے جسکو فخر الدین جونا سلطان غیاث الدین تغلق کی بیٹے نے [illegible]ھ ہجری میں بنوا کر تیار کرائی تھی اور عادل آباد بھی اسکو کہتے ہیں اس سبب سے کہ ملک فخر الدین جونا نے بادشاہ ہو کر اپنا لقب سلطان محمد عادل تغلق شاہ رکھا پھر اُسنے ایسا ظلم کرنا شروع کیا کہ ہزاروں بے گناہوں کی گردنیں ماریں تو اوسکے نام سے عادل کا لقب جلتا رہا اور بجائے اوسکے سلطان خونی کہنے لگے تھے اس بادشاہ کے عہد میں بدمعاشی بہت پڑا اشاعت تھا

لے اسکو غیاث الدین تغلق شاہ - بیٹے ملک تغلق نے جو غیاث الدین بلبن کے غلاموں میں سے تھا ۷۲۵ھ ہجری میں
ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنوایا ہی جسکو چھہ سو برس کا عرصہ ہوا اس قلعہ کی دُور سے فصیل نظر آتی ہی اوسکے دیکھنے سے
جلال اور رعب و ہیبت دل پر اثر کرتی ہی - اہل بصیرت کیلئے یہ ایک آئینہ ہی کہ اوس سے عبرت بڑھتی ہی اور نئے
بصیرتوں کو بصیرت ہوتی ہی - کسی زمانہ میں یہ قلعہ بہت نفیس و لطیف ہوگا لیکن اب بالکل خراب اور ویران
پڑا ہی کہیں کہیں فصیل قلعہ کی قائم ہی مگر اندر کے مکان بالکل ٹوٹ گئے کہ نام و نشان تک نہیں رہا بجز گرے ہوئے
اور پتھروں کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کسی وقت قلعہ کے بیچوں بیچ میں ایک بہت بلند مکان بنا ہوا تھا
وہ بادشاہ کی بیٹھک تھی اُسکو جہاں نما کہا کرتے تھے بادشاہ نے یہ قلعہ مغرب کیطرف بنایا تھا اور تین طرف یعنی
مشرق اور شمال اور جنوب کیطرف تغلق آباد کا شہر آباد کیا تھا اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی فصیل اس خوبصورتی سے
ملا کر بنائی ہی کہ سارا شہر اور قلعہ ایک قلعہ معلوم ہوتا ہی - اس قلعہ کے اندر چند مکان گوجروں کے ہیں جو عرصہ سے آباد چلے
آتے ہیں - قلعہ کی تمام عمارت سنگ خارا اور چونہ سے بنی ہوئی ہی دروازے بہت چھوٹے چھوٹے اور بہت پست جیسی
اگلی عمارتوں کے ہوتے تھے ویسے ہی ہیں تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ جب ۷۲۵ھ میں قلعہ و شہر بالکل بنکر تیار ہوگیا تو اس خوشی میں
اس قلعہ کے مغرب کیطرف

مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

واقع ہی - یہ عمارت بہت نفیس اور خوبصورت بنی ہوئی ہی اسکو بادشاہ فخر الدین جونا سلطان غیاث الدین تغلق شاہ
کی بیٹے نے ۷۲۵ھ ہجری میں جسکو پانسو چھیانوے برس کا عرصہ گزرا بنوایا ہی جسکو سلطان تغلق شاہ نے اپنی
بادشاہت میں الغخان خطاب دیکر اپنا ولیعہد کیا تھا اور سلطان کے مرنیکے بعد اوسنے اپنا لقب سلطان محمد تغلق
شاہ رکھ لیا تھا باپ بیٹے دونو تغلق شاہ کے لقب سے مشہور تھے اسی سبب سے لوگوں کو شبہ پڑگیا ہی کہ اس مقبرہ کو
بھی غیاث الدین تغلق شاہ نے بنوایا ہی لیکن یہ بات غلط ہی - اس مقبرہ کی فصیل اور دروازہ نہایت شان دار اور خوبصورت
ہے دروازہ تمام سنگ سرخ کا ہی اور اسمیں ایک دالان ہی - تیئیس سیڑھیاں چڑھکر مقبرہ کے صحن میں پہونچتی ہیں
فصیل اسکی ایسی ٹیڑھی میڑھی عجیب قسم کی بنی ہی کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کیوں بنائی گئی شاید یہ عمارت پہاڑ پر
بنائی گئی ہوگی جسطرح کا پہاڑ ہوگا اوسی طرح کی فصیل بنادی یا اس قسم کی عمارت بنوانے میں مضبوطی زیادہ مقصود
ہوگی اسکی فصیل میں قلعہ کے طور پر برج بنے ہوئے ہیں ایک برج جانب جنوب ہی اور دوسرا برج جانب مشرق
اور تیسرا اور چوتھا برج جانب شمال اور غرب بنا ہوا ہی - تیسرے برج پر ایک اور برج ہے اوسمیں نامعلوم قبریں ہیں
اور ضلع غربی میں مقابل برج ضلع شرقی کے ایک پکا کنواں ہی - فصیل کے اندر کے رخ حجرے فقرا اور ساکین کے
رہنے کے لئے بنے ہوئے ہیں گرد اس مقبرہ کے سلطان فیروز شاہ بن سالار رجب نے جو سلطان محمد تغلق شاہ کے
بعد تخت پر بیٹھا تھا پانی کا بند بنایا تھا اوسکی وجہ سے تغلق آباد کے قلعہ کے نیچے کوسوں تک پانی بھرا رہتا تھا

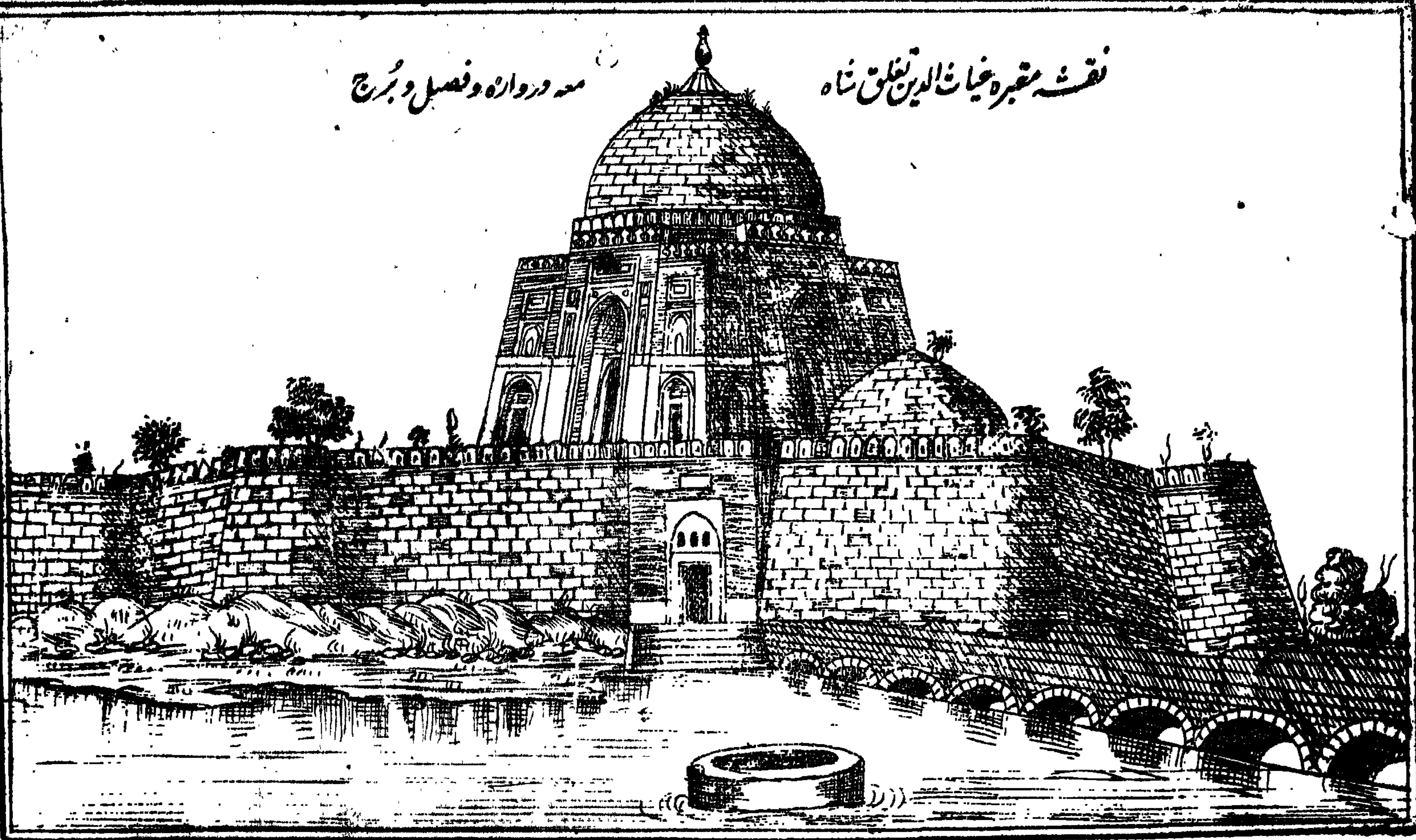
اسنے اس عمارت کے تمام ہونے کی تاریخ فاذ جیپنو ھا ثمانی ہو بیان کیا جاتا ہو کہ کسی زمانہ میں یہ عمارت بہت نفیس بنی ہوئی تھی اور ہزار ستون سنگ خارا کے لگے ہوئے تھے اسوجہ سے اسکا نام ہزار ستون ہو گیا تھا۔
لیکن اب یہ عمارت بالکل خراب ہو گئی ہی ٹوٹی پھوٹی چار دیواری اور ایک آدھ دروازہ کا نشان قائم ہی باقی سب ڈھیر پڑا ہی اس عمارت کو دیکھکر نہایت عبرت ہوتی ہی کہ کیسی بادشاہ جبار و قہار و خونخوار کے رہنے کا مکان تھا جہیں اب گائیں اور بھینسیں بھیڑ بکریاں چرتی ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اب صرف حضرت قطب صاحب کی درگاہ میں حاضر ہونا باقی ہے وہی سڑک جو شاہجہان آباد سی حضرت سلطان المشائخ تک آئی ہے قطب صاحب پہونچگئی ہے جو لوگ سلطان المشائخ کی زیارت کے بعد قطب صاحب جانا چاہتے ہیں وہ اسطرف کو تشریف لیجاتے ہیں منصور کے مقبرہ پر پہونچکر یہ سڑک اور وہ سڑک جو شاہجہان آباد کے اجمیری دروازہ سے قطب صاحب کو جاتی ہو دونوں ملجاتی ہیں چونکہ یہاں سے منصور کے مقبرہ تک کوئی مقام دلچسپ نہیں ہو اسلیئے یہاں صرف راستہ بتاکر شاہجہان آباد کے اجمیری دروازہ سی قطب صاحب کا راستہ بیان کرتے ہیں۔

قطب صاحب

جانیوالی سڑک اجمیری دروازہ سی نکلکر پہاڑ گنج پہونچکر بائیں ہاتہ کو سیدھی چلی جاتی ہو بائیں ہاتھ

جنتر منتر

واقع ہی جنتر کے معنی ہندی زبان میں آلہ رصد کے ہیں لیکن عوام میں یہ آلات جنتر منتر کہلاتے ہیں بہرحال یہ عمارت آلات رصد ہیں جنکو راجہ سوائی جی سنگھ والی جیپور نے محمد شاہ بادشاہ کے حکم کے بموجب جاو مطابق ۱۱۳۶ ہجری موافق ۱۷۲۴ عیسوی سنگ خارا اور چونہ سے بنوائی تھی اور بڑے بڑے ریاضی ہندو اور مسلمان اسمیں شریک تھے خوبی ان آلات کی دیکھنے سی علاقہ رکھتی ہے کہ کیسی کیسی قوسیں اور کیسے کیسے دائرے مجسم بنائے ہیں مگر افسوس کہ یہ تمام آلات عالی جنکا ہونا مغتنمات سے تھا نہایت بے مرمت پڑے ہیں اور بالکل شکستہ ہو گئے ہیں بہرحال یہ عمارت رصد خانہ ہی اور اس سے کواکب در گردش ثوابت و سیارا ور اختلاف یوم و لیلہ اور طالع و مطالع بلد معلوم ہوتے تھے اور ہر طرح کی رصد جاتی تھی چونکہ اسوقت ان آلوں کی صورت اور ہیئت باقی نہیں رہی لہذا ہر آلہ کا تفصیلی حال لکھنا بیکار ہے صرف چار آلہ ٹوٹے پھوٹے باقی رہ گئے ہیں ایک مقیاس معدل النہار۔ دوسرا کرہ مقعر۔ تیسرا جنتر دوائر الظل۔ چوتھا قسی دوائر العظام۔ اس جگہ اور بھی آلات بنی ہوئی تھے مگر اب وہ بالکل نیست و نابود ہو گئے نقشے ملاحظہ فرمایئے۔
مقبرہ سلطان سکندر بہلول اور ایک مسجد اور مقبرہ سے آگے



نقشه مقبره غیاث الدین تغلق شاه معه دروازه و فصیل و برج

مقبرۂ منصور

ہی منصور علیخان صفدر جنگ وزیر احمد شاہ بادشاہ کا مقبرہ ہی جو ۱۱۶۷ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء کے بنا ہی اس مقبرہ کی خوبصورتی اور عمارت کی باریکی اور نازکی اپنا نظیر نہیں رکھتی سر سے پانوں تک سنگ سرخ کا ہی جا بجا سنگ مرمر کی دھاریاں اور چٹکے لگی ہوئے ہیں۔ گنبد کے نیچے تہ خانہ ہی اُسمیں قبر ہی قبر کا تعویذ بہت نفیس سنگ مرمر کا ہی گنبد کے گرد چار دیواری کچی ہی مقبرہ کے چاروں طرف چار نہریں بنی ہیں مکانات بنے ہیں دروازہ کی متصل سنگ سرخ کی مسجد ہی مگر اسمیں نماز نہیں ہوتی۔ کسی زمانہ میں اسکے اندر کے مکانات بہت درست تھے جنوبی مکان بادشاہ پسند کے نام سے موسوم تھا ضلع شرقی میں دروانہ ہی جو بہت ہی خوشنما اور بلند ہی اسمیں طرح طرح کے مکانات بنے ہیں اوپر بارہ دری بنی ہی چار دیواری کے چاروں کونوں پر چار برج ہیں جو بہت ہی خوبصورت ہیں غرض یہ مقبرہ عجائبات میں سے ہی گئی گزری حالت پر بھی اپنا جواب نہیں رکھتا نواب شیدی بلال محمد خان کے اہتمام سے تین لاکھ روپیہ کی لاگت سے بنوایا اس مقبرہ کے اندر تاریخ کندہ ہی

جوان صفدرِ عرصۂ مردمی — زوار فنا گشت رحلت گزیں

چنین سالِ تاریخ او رشد رقم — کہ بادا مقیمِ بہشتِ بریں

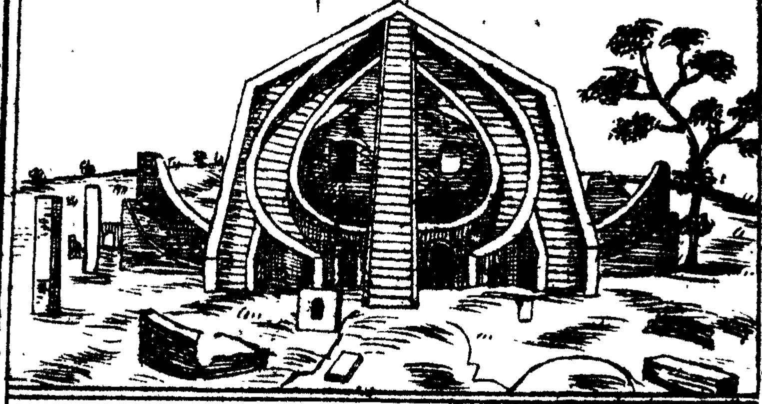
اس مقبرہ کے محاذ میں سلطان المشائخ کو سڑک جاتی ہی یہی موقع ہے جہاں پر دو نوں سڑکیں ملی ہیں مقبرہ منصور سے آگے مقبرۂ نجف خان اسکے متصل سڑک کی بائیں طرف تقریباً شہر سے تین میل کے فاصلہ

شاہِ مردان

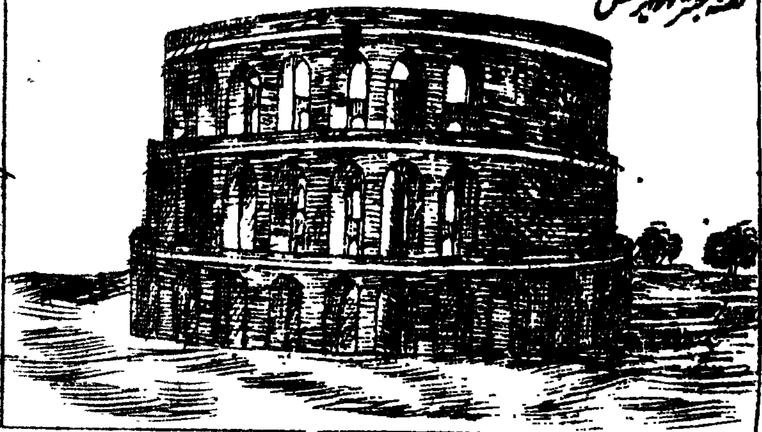
ہی اسکا حال یہ ہے کہ ادہم بائی خواجہ محمد شاہ بادشاہ جسکو احمد شاہ کی سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا شیعہ مذہب کی تھی ۱۱۳۷ ہجری مطابق ۱۷۲۴ء اوسکی پاس ایک پتھر آیا جسپر نقش قدم تھا اور یہ بیان کیا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کا نقش ہی نواب قدسیہ نے اوس نقش قدم کو اس مقام پر سنگ مرمر کے حوض میں جما دیا اور اوس حوض کے نیچے سنگ مرمر کا فرش کرکی مجھر بنایا اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کر دیا شعر بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ٭ سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود ٭ جب سی ہمیشہ اس درگاہ کی ترقی ہوتی گئی احمد شاہ کے زمانہ میں نواب قدسیہ نے ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء کے جاوید خواجہ سرا کے اہتمام سے چار دیواری اور مجلس خانہ اور مسجد اور حوض بنوایا اور پھر ۱۲۲۳ ہجری مطابق ۱۸۰۸ء کے عشرت علیخان نے مجلس خانہ بنوایا اسمیں مرثیہ خوانی ہوتی ہے امتداد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ نواب وزیر علی صاحب نے اپنی عالی ہمتی سے اسکی درستی کرا دی چنانچہ اونہوں نے دہلی کشمیری دروازہ کھڑکی ابراہیم علیخان میں جو درگاہ



نقشهٔ جنتر مقیاس معدل النهار



نقشهٔ جنتر قسی دوایر العظام



نقشهٔ جنتر دوایر الظل



نقشهٔ کرهٔ مقعر

اور امام باڑہ اور مسجد سید آغا حیدر صاحب کے بزرگوں کی ہی اسکی مرمت بھی کرائی درگاہ پنجہ شریف میں ہی آٹھوین محرم
الحرام کو علم اور نویں کو تابوت اوٹھایا جاتا ہی اور ہر نوچندہ شنبہ کو مجلس عزا سید الشہداو برپا ہوتی ہی -
اور ۱۲۳۳ھ ہجری مطابق ۱۸۲۱ عیسوی میں صادق علیخان نے نقارخانہ بنوایا اور اس احاطہ میں برج کا کاسہ
حضرت بی بی فاطمہ رض ہی اسمیں حضرت بی بی صاحبہ کا کاسہ بتاتے ہیں اسی وجہ سی مرد کو اندر نہیں جانے دیتے
اور ایک عمارت جہاز ہی جو کسی سوداگر نے منت پوری ہونے پر بنوایا ہی اور چھٹے بٹے کی درگاہ ہی اور اشرف بیگمان
کی بنوائی ہوئی چار دیواری ہے جو محرم الحرام میں تمام تعزیئے یہیں دفن کرتے ہیں اور اس چار دیواری کو کربلا
کہتے ہیں - ہر مہینے کی بیسوین کو یہاں مجلس ہوتی ہی اور رمضان کی بیسویں کو بہت ہجوم ہوتا ہی شاہ مردان سے
آگے مقبرہ مبارک شاہ عرف سبز برج

موٹھ کی مسجد

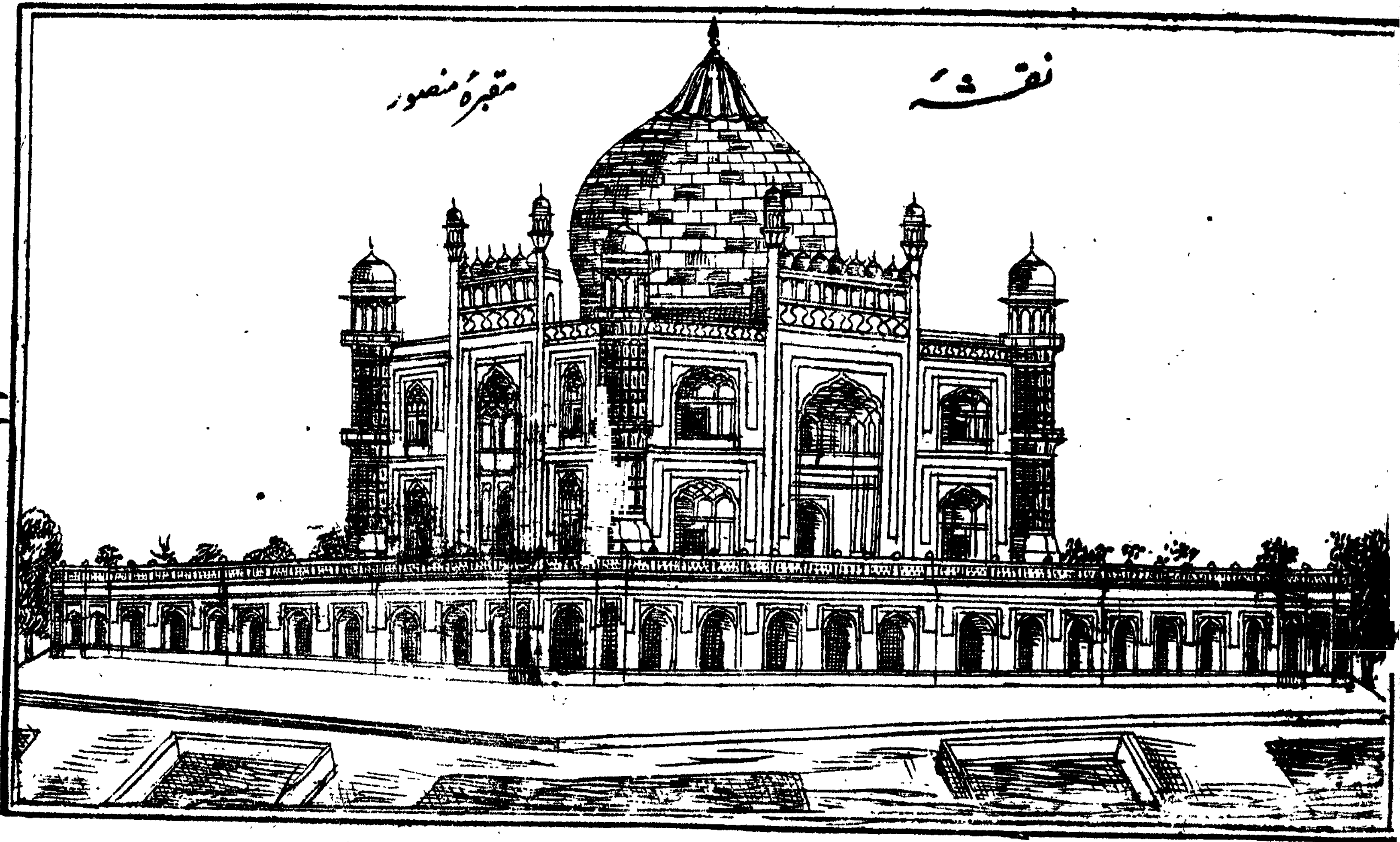
ہی - اس مسجد کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں زمین پر سے موٹھ کا دانہ اٹھایا اور اوس دانے
کو بویا جو اوس میں خوشے لگے دوسرے برس پھر سب کو بویا یہاں تک کہ چند سال میں بہت روپلوں کی موٹھ ہوگئی -
اسکی یہ مسجد بنی اور اسی سبب سے موٹھ کی مسجد مشہور ہے سلطان سکندر بن سلطان بہلول کے وقت میں ۹۰۴ھ ہجری
مطابق ۱۴۹۸ عیسوی کے چونہ اور سنگ خارا سے بنی ہی اب حال میں جابجا سے شکستہ و خراب ہوگئی تھی
تقریباً چھہ سات سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار نے بہت سا روپیہ لگا کر مرمت
کرادی ہی اس سے آگے مسجد بیگم پور - اس کے آگے

کوشک بجے منڈل یا بدیع منزل

ہی اسکو محمد عادل تغلق شاہ نے بہت خوبصورت و وضعدار بنایا تھا برج کے اوپر چار دروازوں کا کمرہ اسکی
دیواروں میں سے اوپر جانیکا راستہ ہی اسکے اوپر اگلے زمانہ میں سنگین بہت خوشنما بارہ دری تھی مگر اب بالکل
ٹوٹ گئی ہی اس برج پر بیٹھ کر عرض لشکر بجاتے تھے - کہتے ہیں کہ فیروز شاہ بادشاہ نے ایک نقب بنائی تھی
کہ قلعہ فیروزآباد سے اس مکان میں ہوکر اس نقب کے راستہ سے سوار حوض خاص کر چلے آتے تھے جسکا تین
کوس کا فاصلہ ہی اب بھی اس نقب کے نشانات باقی ہیں اور سلطان سکندر لودھی کے وقت میں

حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ

اسی برج میں رہا کرتے تھے آپ سید راجی حامد شاہ رح کے مرید تھے آپ کے والد شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے
تحصیل علم کے لئے دہلی میں تشریف لائے تھے مدت تک بہار میں رہے شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ بہار میں پیدا
ہوئے جب سن تمیز کو پہونچے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور شیخ اللہ داد شارح ہدایہ وغیرہ آپکے شریک


نقشه
مقبرۂ منصور

درس و جلیس و انیس تھے پھر اسی اثناء میں شوقِ فقر کا پیدا ہوا - درویشی کو اختیار کیا - کامل ہوگئے پہلے آپ آگرہ میں رہے پھر دہلی میں اُسی برج پر سکونت اختیار کی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ عبدالعزیز شکربار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے کامل ہوئے ہیں جنکا مزار بیرون ترکمان دروازہ عقب جیلخانہ مہندیوں میں واقع ہے - کا شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۴ ماہ ربیع الاول سنہ ۹۰۹ ہجری کو ہوا اور اُسی برج کے پاس آپ کا اور آپکے خاندان قبرستان ہے اور شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک حجرہ میں آرام فرماتے ہیں اور ایک طرف مخدوم ہردم خیالی صاحب خلفِ اکبر حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ اور تھوڑے فاصلہ پر مخدوم سبزوار آسودہ ہیں غرض کہ یہ مقام بڑی زیارت اور قابل سیر کے ہے - اس عمارت کے سامنے سڑک کے داہنے طرف تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر -

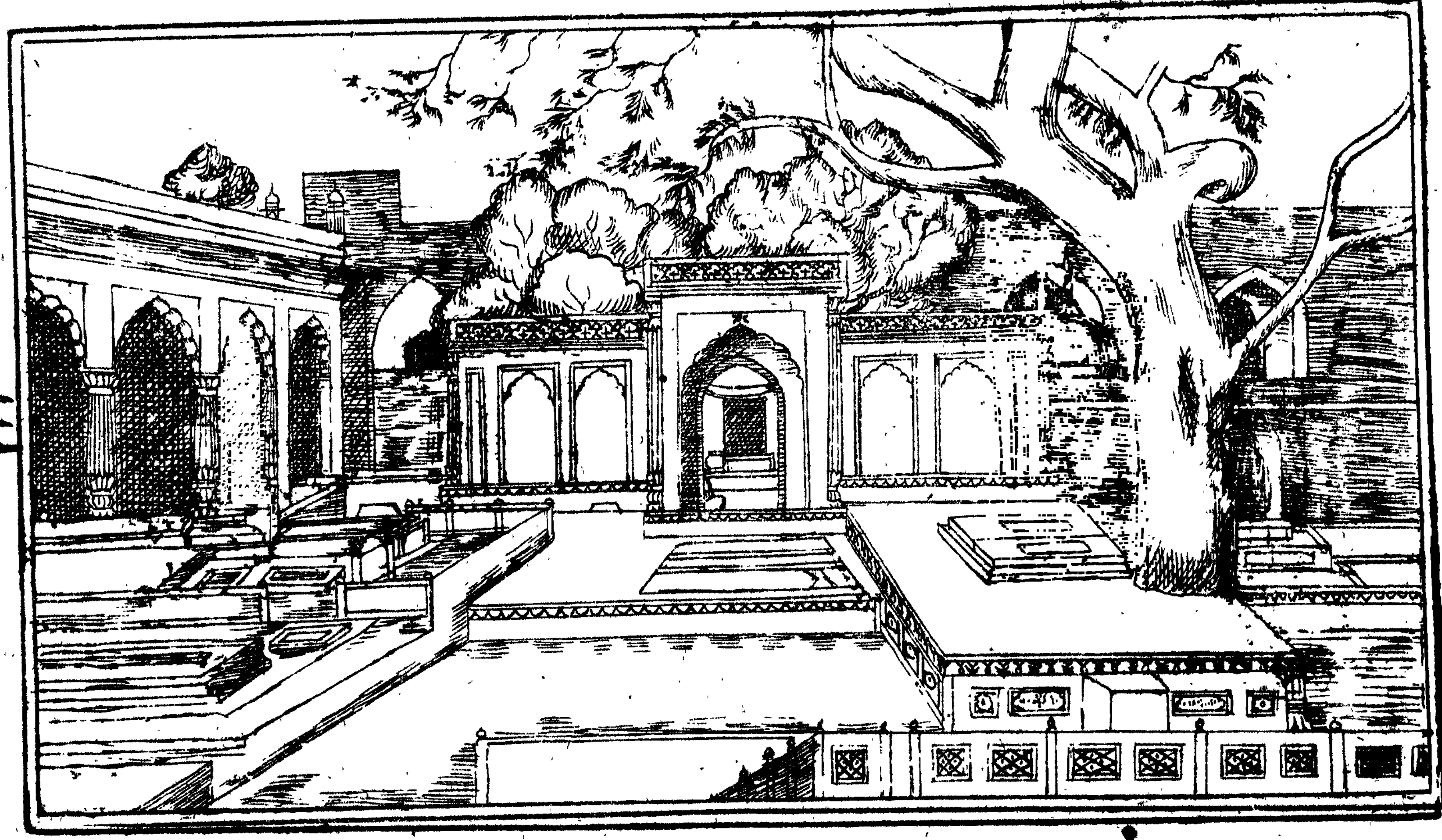
حوض خاص

واقع ہے - تاریخ فتوحات فیروز شاہی اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ یہ حوض سلطان علاؤ الدین نے اپنے زمانہ تخت نشینی کے قریب سنہ ۶۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۲۹۵ عیسوی کی بنایا تھا جو ایک سو کئی بیگہ پختہ میں تھا چاروں طرف اسکے پختہ دیواریں بنی ہوئی تھیں - فیروز شاہ کے وقت میں یہ حوض مٹی سے بالکل اَٹ گیا تھا اور پانی نہیں رہا تھا اوسنے تخمیناً سنہ ۷۵۵ ہجری مطابق سنہ ۱۳۵۴ عیسوی کے اس حوض کو نئے سرے سے صاف کرایا اور جس جس جگہ سے ٹوٹ گیا تھا اوسکی مرمت کرائی اور اوسکے جنوبی ضلع میں مکانات بنوائے اور ایک مدرسہ جاری کرایا اور مدرس نوکر رکھے اور طالب علم مقرر کیے جب سے اسکا نام حوض خاص ہوگیا بڑے مدرس اس مدرسہ کے سید یوسف بن جمال حسینی تھے جنکا انتقال سنہ ۷۹۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۸۸ عیسوی میں ہوا اور اسی مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے اب تو حوض کی شکل نہیں رہا بالکل بھر بھرا گیا کہ پانی بھی اسمیں نہیں ٹھہرتا سوکھا پڑا رہتا ہے اور زمیندار اسمیں کھیتی کرتے ہیں صرف نام ہی نام باقی ہے مکانات بھی اکثر جگہ سے شکستہ ہوگئے ہیں مگر پھر بھی قابلِ سیر ہے - اس مدرسہ کے قریب ہی ملا ہوا

مقبرہ فیروز شاہ

ہے جبکہ سنہ ۷۹۰ ہجری موافق سنہ ۱۳۸۸ء فیروز شاہ کا انتقال ہوا تو اس مقام پر دفن کیا اور اوسکے بیٹے ناصر الدین محمد شاہ نے سنہ ۷۹۲ ہجری مطابق سنہ ۱۳۸۹ء کے چونہ اور پتھر سے یہ مقبرہ بنوایا اسکی پیشانی پر چونہ کے حرفوں سے کتبہ بھی موجود ہے مگر اکثر حرف جھڑ گئے ہیں اس جگہ اور بھی چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہیں اور ناصر الدین محمد شاہ اور علاؤ الدین سکندر شاہ کی بھی یہیں قبریں ہیں اور ایک چھوٹا سا برج شہاب الدین تاج خان اور سلطان ابو سعید کا ہے اور اوس پر بھی کتبہ لگا ہوا ہے اس حوض کے پاس سے ایک کوس کے فاصلہ پر میر خان

نقشہ شاہ مرداں



کی مورتیں کھودنے سے یقین ہوتا ہی کہ یہ مندر بشنوی مذہب کا تھا اگرچہ مسلمانوں کے وقت میں سب مورتیں توڑ ڈالی گئی ہیں اور اون ٹوٹی مورتوں میں بھی غور کرنیسے معلوم ہوسکتا ہی کہ یہ فلانی مورت تھی

جبکہ ۵۸۷ھ ہجری مطابق ۱۱۹۱ء موافق سمت ۱۲۴۸ بکرماجیت قطب الدین ایبک معزالدین محمد بن سام عرف سلطان شہاب الدین غوری کے سپہ سالار نے دلی کو فتح کیا تب اس بتخانہ کو مسجد بنا دیا اور مورت مندر میں سی نکالدی جس جس جگہ دیواروں اور دروازوں اور ستونوں میں مورتیں بنی ہوئی تھیں اون میں سے کسی کو بالکل توڑ ڈالا اور کسی کا چہرہ مٹا دیا مگر بتخانہ کی عمارت بدستور قائم رکھی اور ستائیس بتخانوں کا اسباب جو پانچ کروڑ چالیس لاکھ دیوال کا تھا اس بتخانہ کو مسجد قرار دیکر اسمیں چڑھا دیا اور شرقی دروازہ پر فتح کی تاریخ اور اپنے نام کا کتبہ لگا دیا جب سے یہ بتخانہ

مسجد قوۃ الاسلام

کرکے مشہور ہوگئی پھر بموجب حکم سلطان معزالدین کے قطب الدین ایبک نے ۵۹۲ھ ہجری مطابق ۱۱۹۵ء اس بتخانہ کے غربی ضلع کے سامنے پانچ در بطور مسجد کے سنگ سرخ کی بنوائی اور شمالی دروازہ تعمیر کرایا اور تاریخ کندہ کراکر لگا دی۔ دو سال کے عرصہ میں دونوں چیزیں بنکر تیار ہوگئیں چنانچہ بیچ کے در کے بازو پر تاریخ کندہ ہی۔ اون پانچوں دروں میں سے بغل کے دونوں در تو تقریباً اٹھائیس فٹ اونچی ہیں اور بیچ کا بڑا در اڑتالیس فٹ کی قریب اونچا ہی اور اکیس فٹ چوڑا ہی ان دروں پر طرح بطرح کی منبت کاری ہو رہی ہی اور کلام اللہ شریف کی آیتیں اور حدیثیں کھدی ہوئی ہیں جبکہ مسجد تیار ہوئی تو اسکے در و دیوار پر نہایت تیاری سے سنہری کلس چڑھا دیے گئے تھے۔

بعد اسکے سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۷ھ ہجری مطابق ۱۲۲۹ء کے اس مسجد کے دونوں طرف جنوباً و شمالاً تین تین در سینتیس سینتیس ۳۷ گز اور ایک ایک فٹ لمبے بنائے اور بیچ کا در آٹھ گز چوڑا رکھا۔ اور اون دروں پر نسخ اور کوفی خط میں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ اون دروں کی محرابیں ٹوٹ گئی ہیں۔ بلکہ شمالی دروں میں کا ایک در سارے کا سارا سڑک میں آگیا ہی۔ اسکے صحن میں

لوہے کی لاٹھ

راجہ دھاوا یا میدھاوی کی بنائی ہوئی ہی جو دلی کا انیسواں راجہ ہوا ہی۔ سر سے پاؤں تک لوہے کی ڈھلی ہوئی ہے یہ لاٹھ زمین پر سے بائیس فٹ ۶ انچہ بلند ہی اور موٹائی جڑ کی ۵ فٹ ۴ انچہ ہی۔ ایک بات یہ مشہور ہی کہ راجہ پتھورا کے وقت میں پنڈتوں نے اس لاٹھ کو باسک کے سر پر گاڑا تھا اس غرض سے کہ راجہ پتھورا کے خاندان کی عملداری کبھی نہ ٹلے مگر تاریخ کی کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی

وزیر خان کا مقبرہ ہے جو کہ اُمراے عہدِ فیروز شاہ سے تھے چنانچہ موضع میر پور و وزیر پور مشہور ہیں ان سے آگے لب سڑک

حضرت بی بی زلیخا والدہ حضرت سلطان المشائخ رحمہا اللہ تعالیٰ

کا مزار ہے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری والدہ کی خداتعالیٰ سے دوستی تھی جو کوئی مشکل کام پیش آتا تھا اوسکو خواب میں دیکھتیں اوسی پر عمل کرتیں اور یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ جب کبھی کوئی حاجت اونکو ہوتی پانچسو بار درود پڑھتیں اور دوپٹہ کا آنچل پھیلاتیں جو حاجت ہوتی فوراً بر آتی۔ آپکے مزار کی قریب بی بی نور کا مزار ہے یہاں بہت عورتیں جاتی ہیں مگر ہمکو اونکا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ اسی جگہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے برادر و خلیفہ ہیں۔ آپکے مقامات بہت ہی بڑے ہیں جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ نہایت متوکل تھے شہر میں ستر برس تک مقیم رہے مگر کہیں سے کچھ بھی مقرر نہیں تھا اپنے بال بچوں کے ساتھ بڑی خوشی اور مزے کے ساتھ اوقات بسر کرتے تھے۔ یہاں تک آپکو خبر نہوتی تھی کہ آج کونسا دن اور مہینہ ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جناب گنجشکر قدس سرہ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور دو مرتبہ یہ عرض کیا کہ ایک مرتبہ سورۂ الحمد شریف اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھیئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہوجاؤں آپ نے پہلی دفعہ تو چشم پوشی کی مگر دوسری دفعہ ہنسکر یہ فرمایا کہ تم قاضی مت ہواؤ کچھ بنجاؤ غرض آپکے فضائل اور محامد بیروں از شمار ہیں۔

اب آگے تشریف لے چلیئے اور

بتخانہ رائے پتھورا

ملاحظہ کیجئے۔ یہ بہت بڑا بتخانہ نہایت نامی تھا چاروں طرف اس بتخانہ کے دو گھے اور سہ گھے اور چوگھے دالان بنے ہوئے تھے اور بیچ میں بہت بڑا صحن چھوٹا ہوا تھا اور جنوبی اور شمالی اور شرقی ضلعوں میں دروازے تھے اور اونکو پر کھا کے دالان کہتے تھے یہ مندر سمت ۱۲ بکرماجیت مطابق ۱۱۴۳ء موافق ۵۳۸ ہجری میں بنا تھا۔ ہر ایک پتھر منبت کاری میں ایسی ایسی خوبصورت خوبصورت گلکاری کی ہے اور عجیب غریب بوٹے کھودے ہیں کہ بیان سے باہر ہے ہر ایک جگہ در و دیوار اور ستون پر بتوں کی مورتیں بنی ہوئی تھیں اور زنجیروں میں گھنٹے لٹکتے ہوئے کھدے تھے۔ چنانچہ ابھی تک اس بتخانہ کا ضلع شرقی اور شمالی بدستور موجود ہے اس مندر میں کوہی کی لاٹھ کو جو دیشنوی مذہب کا ہے بدستور قائم رکھنے اور دیواروں پر کرشنا اوتار اور مہادیو اور گنیش اور ہنومان

اپنی عالی ہمتی سے سنہ ۱۸۲۹ء مطابق سنہ ۱۲۴۵ ہجری کے اسکی مرمت کرائی اور سمتھ صاحب گڈہ کپتان مرمت کے
مہتمم ہوئے تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ہر درجہ پر کٹہرا نتھا بلکہ کہڑی کیجگہ کنگورے تھے یہ کٹہرا بھی سمتھ صاحب
ہی نے بنوالیا کیونکہ کنگورے ٹوٹ گئے تھے اس منار کے سلطان فیروز شاہ کے وقت میں سات درجے تھے
دو درجہ انگریزی حکومت سے پہلے ٹوٹ گئے تھے انگریزی حکام نے بہتیرا روپیہ صرف کیا اور چاہا کہ اسکی بلندی
اوتنی ہی قایم رکھی جائے اسلئے بہت سے سامان کئے اور بلندی لودی کی مگر بجلی کو کچھ ایسی دشمنی آپڑی کہ انکو
قائم نہ رہنے دیا لاچار دو درجے اتار لئے گئے - اسکا پہلا کھنڈ بتیس ۳۲ گز کی اونچا اور دوسرا تقریباً ۵۰ گز اور تیسرا
اونچا اور تیرہ ۱۳ گز اور چوتھا ساڑھے آٹھ گز اور پانچواں بھی مع اُس تھوڑی سی اونچائی کے جو برجی کٹہرہ کے اندر ہے
ساڑھے آٹھ گز ہے اس حساب سے کل اونچائی اس لاٹھ کی اسی گز ہوتی ہے اور سنگین برجی کی اونچائی جو سرکار
انگریزی نے چڑھائی تھی اور اب اوتار کر ایک طرف رکھدی چھ گز ہے اور جڑ کی طرف سے یہ لاٹھ پچاس گز
مدور ہے اور پانچویں درجہ سے جہاں سنگین برجی لگی تھی دس گز مدور ہے یہ لاٹھ اندر سے بالکل خالی ہے اور
اوس میں چکر دار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کل سیڑھیاں تین سو اٹھتر ہیں پہلے درجہ میں ایکسو چھپن -
دوسرے میں اٹھتر - تیسرے میں باسٹھہ ۶۲ - چوتھے میں اکتالیس ۴۱ پانچویں میں بھی اکتالیس ۴۱ - غرضکہ یہ لاٹھ
عجائب روزگار سے ہے باوجود اسقدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوش قطع اور خوبصورت بنی ہوئی ہے کہ
بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اسکے قریب ایک

عالیشان دروازہ

ہے تمام سنگ سرخ سے بنا ہے اسکے چاروں طرف چار دروازے ہیں اوپر گول لداؤ کروا دیا ہے مقعر اس لداؤ کا
ایسا بلند ہے کہ بعینہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کا مقعر ہے اس دروازہ کی محرابوں پر آیات قرآنی اور حدیثیں کندہ
ہیں اور غربی اور جنوبی اور شرقی دروازے پر تاریخ لکھی ہوئی ہے مگر اس تاریخ کی بہت پتھر گر پڑے ہیں اور بعض
حرفوں کو شور بھی کھا گیا ہے اس تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی بادشاہ
نے سنہ ۷۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۰ عیسوی میں گویا مسجد کا یہ دروازہ بنایا تھا اور اس دروازہ بنانے کے بعد بادشاہ
نے اس مسجد کے اور درجوں کے بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر افسوس کہ بادشاہ کی عمر نے وفا نہ کی سنہ ۷۱۵ ہجری مطابق
سنہ ۱۳۱۵ عیسوی میں انتقال کر گیا اور یہ مسجد ناتمام رہ گئی غرضکہ یہ دروازہ بھی پسندیدہ عمارتوں میں سے ہے
ایسا بلند لداؤ کا دروازہ دیکھنے میں نہیں آیا - اس دروازہ کے پاس امام محمد علی مشہدی یا سید حسین پکمنار کی درگاہ ہے

امام ضامن کی درگاہ

کہتے ہیں یہ حضرت مشہد مقدس طوس سے سلطان سکندر کے وقت میں دلی آئے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کی

اس لاٹھ پر سنسکرت زبان اور ناگری حرفوں میں تین اشلوک کندہ ہیں جنکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ والی سندھ نے فوج جمع کی تھی راجہ دھاوا سے لڑنے کو جدڑ الی کی راجہ دھاوا نے فتح پائی اور یہ لاٹھ بطور یادگار اپنی فتح کے بنائی جو لوگ سیر واسطے آتے ہیں اونمیں سے جوان جوان مرد اور عورتیں اس لاٹھ کو کولی میں بھرتی ہیں اور آپس میں ہنستے ہیں کہ جسکی کولی میں یہ لاٹھ آجائے وہ حلال کا اور جسکی کولی میں نہ آئے وہ حرام کا ہے - بہرحال یہ لاٹھ ایک عجیب چیز قابل دید ہے اسکے سامنے مینار یا ماذنہ جسکو تمام لوگ

قطب صاحب کی لاٹھ

کہتے ہیں وہ اسی مسجد قوۃ الاسلام کا مینار ہے - اتنا بلند ہے کہ دور دور کے پھرنے والے دو ایک جگہ کے سوا روے زمین پر اتنی اونچی عمارت کا نشان نہیں دیتے اسکے نیچے کھڑے ہوکر اوپر دیکھو تو ٹوپی والے کو ٹوپی اور پگڑی والے کو پگڑی تھام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لاٹھ کے اوپر چڑھتے تو نیچے کے آدمی چھوٹے چھوٹے اور ہاتھی گھوڑے بیل گائے ننھے ننھے دکھائی دینے سے عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے اسیطرح نیچے والوں کو اوپر والے آدمی بہت چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اسمیں بالکل سنگ سرخ لگا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر درجہ پر آیات قرانی کھدی ہوئی ہیں اور جا بجا منبت کاری ہوئی ہے کتب تاریخ کے الٹ پلٹ کرنے سے اور اس لاٹھ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہونے کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلا کھنڈ راے پتھورا نے اپنے قلعہ اور بت خانہ کے ساتھ یعنی سمت ۱۲۰۰ بکرماجیت مطابق ۱۱۴۳ء موافق ۵۳۸ھ ہجری کے بنوایا تھا کیونکہ اوسکی بیٹی سورج مکھی مذہب کی تھی اور ہندو جمنا کو سورج کی بیٹی اعتقاد کرتے ہیں ہو اسطے اس مذہب والے جمنا کا درشن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس سبب سے جمنا کے درشن کرنیکو اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ بنا -

پھر جب سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کے ادھر ادھر تین تین در بڑھائے یعنی ۶۲۲ھ ہجری مطابق ۱۲۲۵ء عیسوی اسی زمانہ میں اس لاٹھ کو بھی بڑھایا اور دوسرے کھنڈ کے دروازہ پر اسکا حال کھدوایا - اور پھر جو بادشاہ ہوا اسکی مرمت کرتا رہا چنانچہ ایکدفعہ فیروز شاہ کے وقت میں اسپر بجلی گری اور اسمیں نقصان آیا تو ۷۷۰ھ ہجری مطابق ۱۳۶۸ء میں سلطان فیروز شاہ نے اسکی مرمت کرائی اسنے اپنی کتاب فتوحات فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ مرمت کے وقت میں نے اس لاٹھ کو پہلی جتنی تھی اوس سے اونچا کردیا اور تمام کیفیت مرمت وغیرہ کی پانچویں کھنڈ کے دروازے پر کھدوادی اسکے بعد فتح خاں نے سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودھی کے وقت میں ۹۰۹ھ ہجری موافق ۱۵۰۳ء عیسوی میں مرمت کرائی اسکے بعد کالی آندھی اور بھونچال کے صدمہ سے اوپر کے دو کھنڈ گر پڑے اور جڑ کے پاس سے بھی کچھ پتھر گر پڑے تو حکام والا مقام انگریزی نے

اور مقبرہ اپنے سامنے آپ بنوایا جبکہ ۹۴۳ھ ہجری میں انتقال ہوا تو بموجب وصیت کے اسی مقبرے میں دفن ہوئے
وضع اس مقبرہ کی بہت اچھی ہی اسکا برج بھی خوبصورت بنا ہوا ہی اندر سنگ مرمر کا فرش ہے اور دروازہ پر کتبہ لگا ہوا
اب ہم صفحہ ۱۹۹ پر لاٹھ کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں وہ عالیشان دروازہ اور ایک آدھ مسجد کی محراب اور لوہے کی لاٹھ
وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ لاٹھ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام کے پیچھے جنوبی ضلع میں نہایت ٹوٹا پھوٹا ایک
کھنڈر پڑا ہی اوس میں

مقبرہ سلطان علاؤالدین خلجی

کا ہی اگرچہ یہ بادشاہ ۷۱۵ھ ہجری مطابق ۱۳۱۵ع کو فوت ہوا لیکن اسکا مقبرہ ۷۲۰ھ ہجری مطابق ۱۳۲۰ع
کو قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں بنا اسکے پاس ایک مسجد بھی اور ایک مدرسہ وہ بھی بالکل نیست و نابود ہوگیا۔
کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہیں
تاریخ فیروزشاہی میں لکھا ہی کہ فیروز شاہ نے اپنے زمانہ میں اس مقبرہ اور مدرسہ اور مسجد کی بھی مرمت کی تھی اور صندل
کا چھپر کھٹ چڑھایا تھا مگر اب یہ مقبرہ بالکل چونہ کا ڈھیر ہے سب پتھر اوکھڑ گئے ہیں اور قبر تک بھی ٹوٹ گئی
ہے لوگ قبر کا تعویذ بھی اوکھاڑ لے گئے افسوس ایسے اولوالعزم بادشاہ کی قبر کی یہ حالت ہی مسجد قوۃ الاسلام کی دوسری

ادھبنی لاٹھ

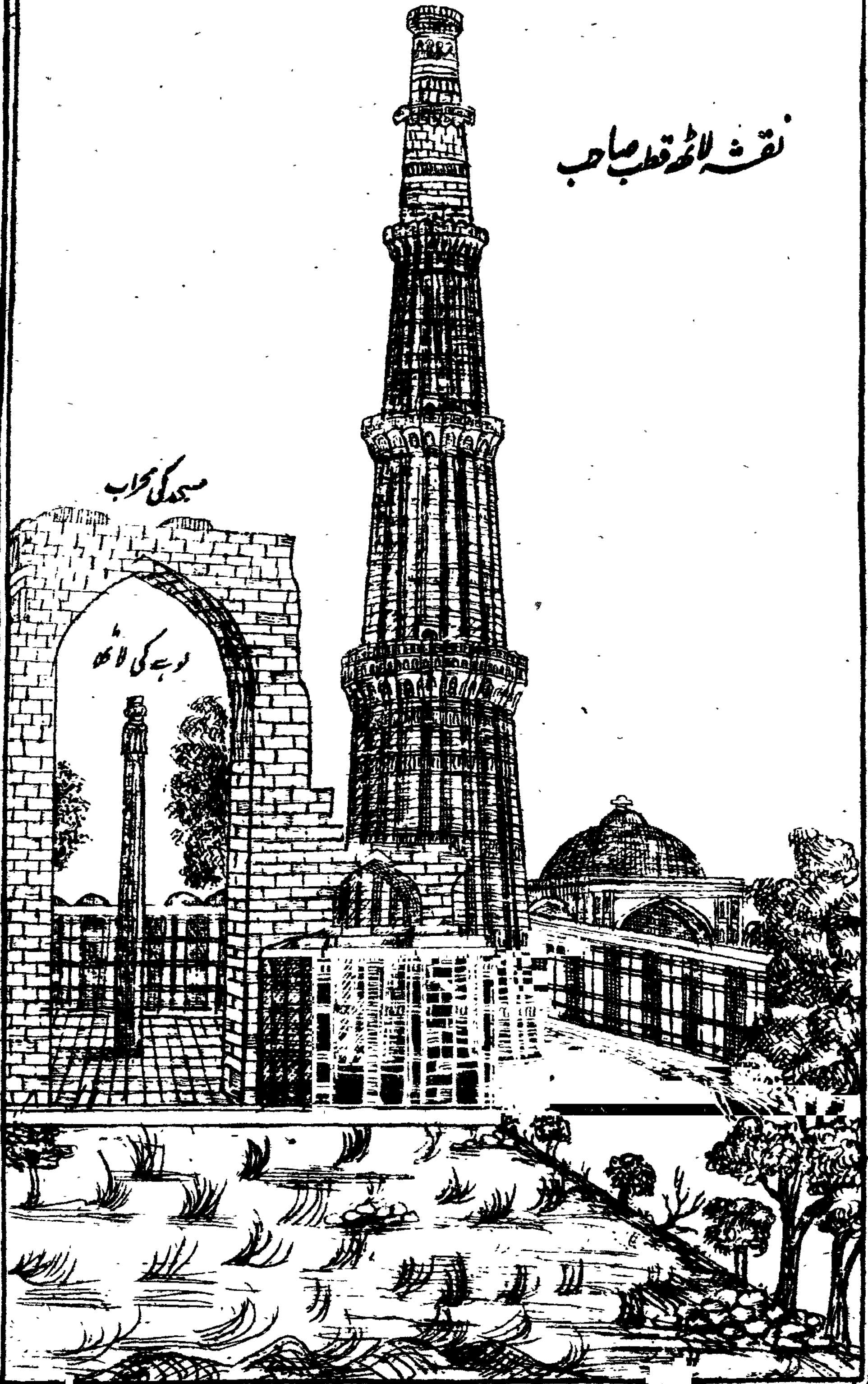
اسکا حال تاریخ علائی میں یہہ لکھا ہی جبکہ علاؤالدین خلجی نے مسجد قوۃ الاسلام بڑھانے کا حکم دیا یعنی ۷۱۱ھ
مطابق ۱۳۱۱ع میں تو اوسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اس مسجد کے صحن میں ایک مینار بھی بنے کہ پہلے مینار سے دوگنا ہو
چنانچہ سو گز کے محیط سے مینار بننا شروع ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ دو سو گز اونچا پائدار بنایا جاوے مگر عمر کی کچھ
مضبوطی نہ ہو سکی کہ ہنوز ایک درجہ بھی پورا انہونے پایا تھا کہ بادشاہ کی عمر پوری ہوگئی اور یہ عجیب عمارت ادھوری
رہ گئی۔ اس لاٹھ کا بھی پتھر بالکل اوکھڑ گیا ہے صرف ایک چونہ کا ڈھیر باقی ہے۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ اس
منارے کی تعریف قران السعدین میں لکھتے ہیں صرف اُسیں کے دو اشعار لکھے جاتے ہیں ؎

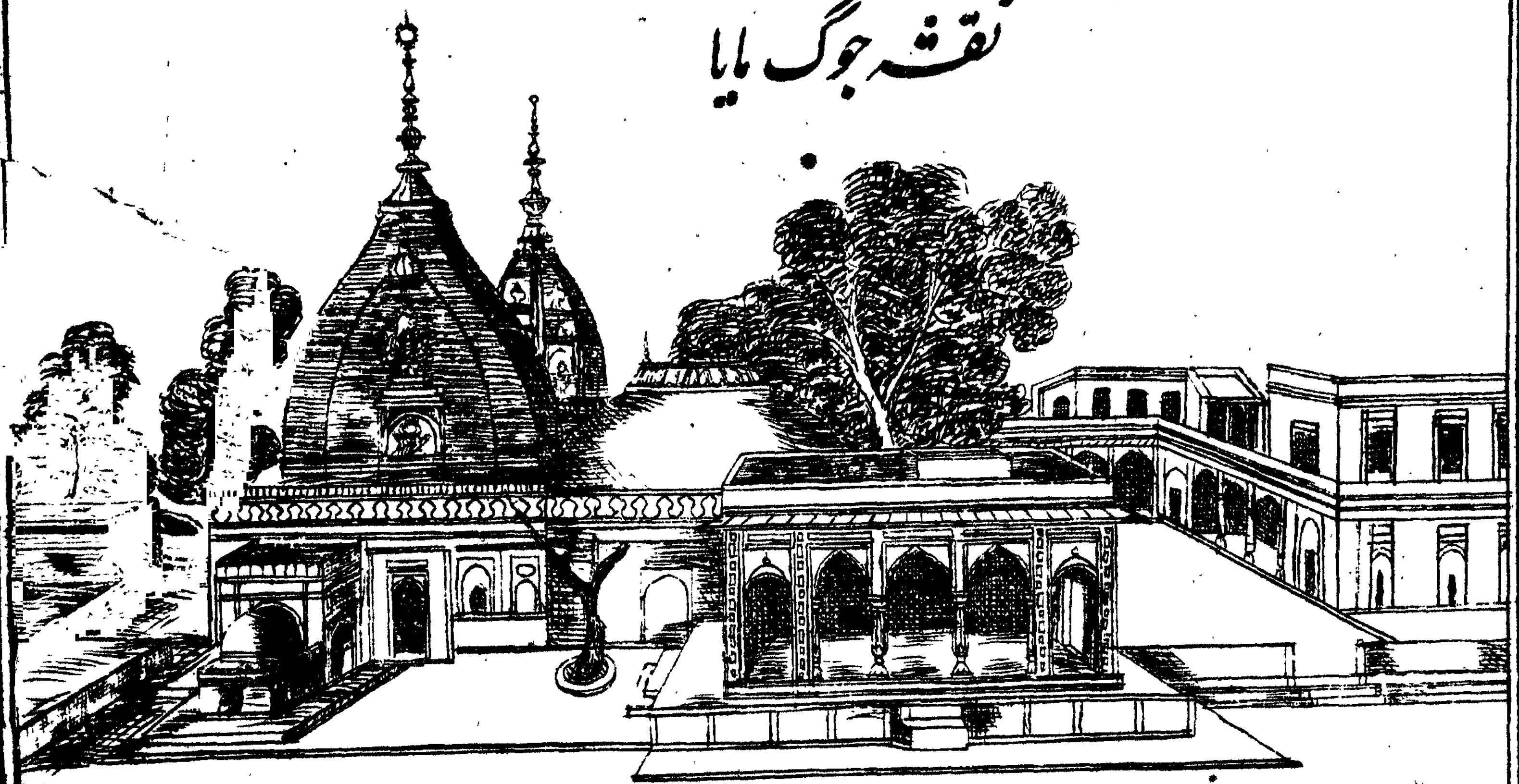
شکل منارہ چو ستونے ز سنگ　　　از پئے سقف فلک شیشہ رنگ
سقف سما کہنگی شد نگو　　　درتہ او داشتہ سنگیں ستون

مسجد قوۃ الاسلام کی محرابوں کے متصل

مقبرہ سلطان شمس الدین التمش رح

کا ہی ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۱۲۳۵ع عیسوی میں انتقال ہوا اور اس جگہ دفن کئے گئے انکی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے
یہ مقبرہ بنوایا۔ اس مقبرہ کی تمام عمارت باہر سے سنگ خارا کی ہی اور اندر سنگ سرخ اور کہیں کہیں سنگ مرمر بھی لگا ہی


نقشہ لاٹھ قطب صاحب
مسجد کی محراب
لوہے کی لاٹھ



نقشہ جوگ مایا

تمام دیواروں پر آیاتِ قرآنی کندہ ہیں اور بہت اچھی منبت کاری کی ہوئی ہی معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اس مقبرہ پر
ستون دار گنبد بھی تھا مگر اب عرصہ سے گر پڑا ہی صرف چار دیواری باقی ہی فیروز شاہ اپنی فتوحات فیروز شاہی
میں لکھتا ہے کہ میں نے اس مقبرہ کی بھی مرمت کی اور صندل کا جھرکھٹ چڑھایا اور اوسکے گنبد میں پتھر کی
سیڑھی تراش کر لگائی مگر اب اون چیزوں کا پتہ نہیں سلطان شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت کے وصال کے بعد اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ جب
نماز پڑھنے کا وقت آیا تو حضرت کے خلیفہ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے کہ
میرے جنازہ کا امام وہ شخص ہو جسنے کبھی ازار بند کو حرام کے واسطے نہ کھولا ہو اور سنت عصر اور تکبیر اولی
جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو۔ اس کلمہ کو سنکر ایک ساعت تک تمام لوگ خاموش رہے کوئی بظاہر ظاہر
نہیں ہوا سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ مین چاہتا تھا کہ میرے حال پر کوئی مطلع
نہو مگر خواجہ علیہ الرحمہ نے افشا فرما دیا۔ پھر بادشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بادشاہ کبھی بے وضو
نہیں رہتا تھا دستکاری کرکے خورونوش کرتا شریعت کا غایت درجہ پابند تھا اس سے آگے بہت بڑا نامی مندر

جوگ مایا

کا ہی۔ بھاگوت میں لکھا ہی کہ جب کنس راکھس نے بہت ظلم کرنا شروع کیا تو برہما نے کرشن اوتار ہونے کی
خبر دی اخیر دواپر جگ مین جسکو ہندی حساب سے چار ہزار نو سو ترپن برس ہوئے بلدیو کے ہاں دیوکی
رانی کے پیٹ سے کرشن اوتار نے جنم لیا کنس کے ڈر کے مارے کرشن جی گوکل مین نند جا عرف جسودھا کے
پاس ڈال آئی اور جسودھا کی بیٹی کو متھرا مین اوٹھا لائی کنس نے اوس بیٹی کو اٹھا کر زمین پر دے مارنا
چاہا کہ وہ بجلی ہوکر اوڑ گئی اور یہ اوسکا استھان ہے۔ مگر یہ مندر سنہ ۱۲۳۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۷ عیسوی
میں راجہ سیڈھمل نے جو اکبر شاہ ثانی کے نوکر تھے بنوایا ہے۔ چونے پتھر اینٹ سے بنا ہوا ہے زمین سے
چوٹی تک اکتالیس فٹ اونچا ہے اور کلس پر آئینہ لگا ہی۔ اس مندر میں کوئی مورت نہیں ہے بن گھڑا پتھر
ہے اور اوسکے گرد سنگ مرمر کا تھانولہ بنا ہوا ہے اوسی پتھر کو پوجتے ہیں۔ ہر ہفتہ یہاں میلہ ہوتا ہے
بنیے اس مندر کو بہت مانتے ہین کیونکہ چڑھاوے میں یہاں جو نہیں چڑھتا اس مندر کی چار دیواری
بھی ہے جو اکبر شاہ کے زمانہ میں بنی ہے ساون بھادوں کے مہینے مین پھول والوں کی سیر کے موقع پر پنکھا بھی یہاں چڑھتا ہی

بھول بھلیاں یعنی مقبرہ ادھم خان

واقع ہی یہ اکبر شا [illegible] تھا اس نے شمس الدین محمد خان آتگہ کو مار ڈالا تھا۔ اسکی قصاص میں اکبر شاہ
نے ادھم خان کو قلعہ پر سے دو دفعہ گرا کے مروا ڈالا تھا یہی ماہم آتگہ بھی جو اکبر بادشاہ کی انا اور ادھم خان کی

اور ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ رائے پتھورا کی بیٹی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہوئی چنانچہ آپ کے مزار کے پاس ایک عورت کی قبر ہے وہ اسی کی قبر بتاتے ہیں جب تک آپ زندہ رہے ہزاروں ہندوؤں نے آپ کے فیض سے اسلام قبول کیا۔ روز بروز شوکت اسلام زیادہ ہونے لگی اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ آخر کو آپ نے انتقال فرمایا اور اسی مقام پر جہاں آپ آن کر بیٹھے تھے آپ کو دفن کیا۔ اسی قلعہ کے متصل

شیخ شہاب الدین حق گو

کا مزار ہے۔ آپ شیخ فخر الدین زاہدی کے صاحبزادہ ہیں آپ کا لقب حق گو اس وجہ سے ہے کہ سلطان محمد تغلق نے آپ کو حکم کیا کہ مجھکو محمد عادل کہو سب نے اقرار کر لیا مگر شیخ نے منہ پر انکار کیا اور فرمایا کہ ہم ظالموں کو عادل نہ کہیں گے سلطان نے آپ کو قلعہ سے نیچے گرا دیا آپ شہید ہو گئے اور یہاں قبر بنی اور حق گو مشہور ہو گئے۔ اس طرف سات بادشاہوں کی قبریں مشہور ہیں نہ معلوم کون کون سے بادشاہ ہیں اور یہیں

عاشق اللہ کا مزار

ہے عوام لوگ عاشقان اللہ کہتے ہیں یہ بھی مشہور ہیں کہ آپ نے بو علی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ سے فیض لیا ہے۔ اسطرف ایک بہت بڑا پہاڑ کا پتھر ہے اسکو لوگ ہلاتے ہیں اور وہ ہلتا ہے اسلئے اسکو جھنجھنکی کہتے ہیں۔ اس قلعہ سے آگے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

سلطان غاری علیہ الرحمۃ کا مزار

ہے اصلی انکا نام سلطان ناصر الدین محمود ہے سلطان شمس الدین التمش کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے باپ کے سامنے ۶۲۶ھ میں انتقال فرمایا اور یہاں دفن ہوئے ۶۲۹ ہجری مطابق ۱۲۳۱ء میں سلطان شمس الدین التمش نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اسکے اندر چاروں طرف مکان ہیں اور جانب غرب بڑے سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور بیچ میں ایک غار ہے کہ پندرہ سیڑھیاں اوتر کر اوس میں جاتے ہیں اور اوس میں یہ قبر ہے اور اس غار میں ستون کھڑے کر کے چھت پاٹ دی ہے اور چھت پر مثمن چبوترہ چار فٹ ساڑھے سات انچ کا اونچا بنا ہے دروازہ بھی اس مقبرہ کا سنگ مرمر کا ہے اور اوپر آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی اور کتبہ کھدا ہوا ہے اور چار دیواری سنگ خارا کی بہت مضبوط بنائی ہے چاروں کونوں پر چار برج ہیں اور دروازہ بہت کرسی دیکر بنایا ہے۔ بائیس سیڑھیاں چڑھ کر جاتے ہیں۔

پھر واپس قصبہ کے اندر تشریف لیجائیے اسکو مہرولی کہتے ہیں یہ قصبہ بھی پرانی دلی کا یادگار رہ گیا ہے پتھورا کے وقت میں بھی یہی جگہ عروج تھا سلطان قطب الدین کا ڈنکا یہیں بجا۔ برسوں یہی مقر دار السلطنت رہا۔ آئیں

تھی اس صدمہ سے مرگئی وہ نولاشیں اکبرآباد سے یہاں لاکر ۹۹۹ ہجری مطابق ۱۵۹۱ عیسوی میں دفن
کیں اور اکبر بادشاہ کے حکم سے یہ مقبرہ چونے پتھر سے بنایا گیا۔ اسکی ایک دیوار میں زینہ بنا ہی اور برج کی دیوار
اسطرح پر بنائی ہی کہ اُسکے گرد پھر سکتے ہیں اور ایک مقام پر ایسا موکا رکھا ہی کہ آدمی یہ خیال کرتا ہی کہ جس راستے
کو میں جاتا ہوں اسی رستہ سے نیچے اوتروں گا حالانکہ برخلاف اپنے قیاس کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب
نیچے اوترنیکا ارادہ کرتا ہی تو بسبب اسکے کہ نیچے اوترنے کا راستہ ایک کونے میں نظر سے پوشیدہ ہے اوسی
راستے پر آن پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی سبب سے بھول بھلیان اسکا نام مشہور ہوگیا ہی اس مقبرہ کے پیچھے

قلعہ راے پتھورا

واقع ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں یہ قلعہ بالکل منہدم ہوگیا ہی لیکن کہیں کہیں ٹوٹی پھوٹی فصیل باقی رہ گئی ہے
اسکی ٹوٹی پھوٹی دیواروں کو دیکھکر اوسکی عظمت وشان خیال میں آتی ہے کہ یہ قلعہ کتنا بڑا اور کتنا مضبوط تھا
اس قلعہ کے آثار دو دو تین تین کوس تک معلوم ہوتی ہیں اور تمام پتھورا کے محل اور بُت خانہ جہاں اب قطب
کی لاٹھ ہے سب اسکے اندر تھی یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ۵۳۸ھ مطابق ۱۱۴۳ عیسوی میں بنا تھا۔
اسکی فصیل کا اَثار بہت چوڑا تھا اسکے گرد پہاڑوں میں خندق بنائی تھی اور اوس خندق میں تمام جنگلوں کا پانی
گھیر کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے اوس میں پانی بہتا تھا دیوار غربی اس قلعہ کی کچھ کچھ باقی ہے اور اسی طرف کی خندق
بھی باقی ہے۔ خندق کی زمین سے فصیل کی چوٹی تک ہنیٹھ فٹ بلندی ہے۔ یہ قلعہ ایک مدت تک دارالخلافہ
مسلمان بادشاہوں کا بھی رہا ہے چنانچہ سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش بھی اسی قلعہ
میں رہتے تھے اس قلعہ کی جانب غرب ایک بہت بڑا دروازہ تھا جسکو

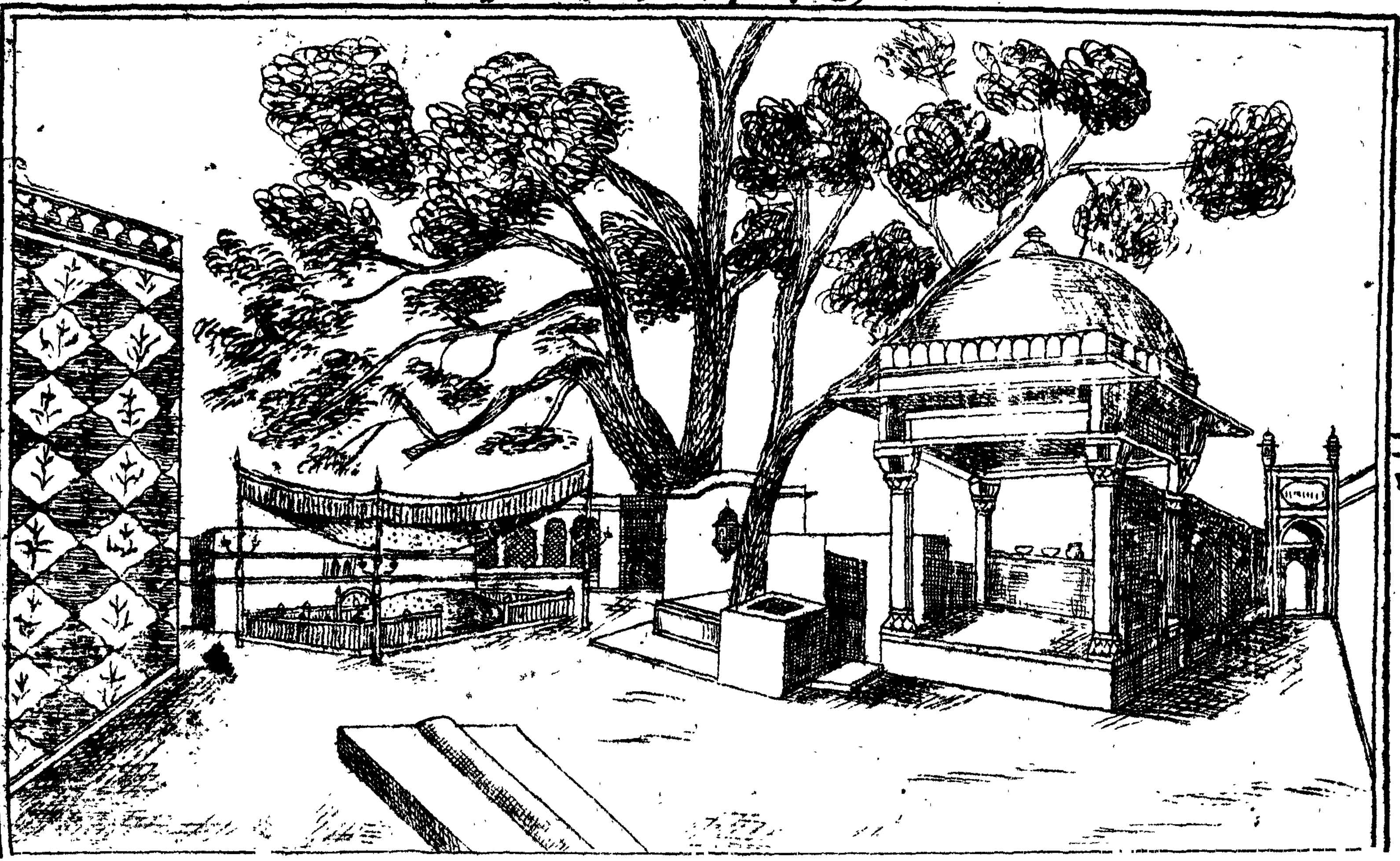
غزنی دروازہ

کہتے تھے۔ معلوم نہیں راجہ پتھورا کے وقت میں اسکا کیا نام تھا مگر مسلمانوں کے وقت میں اسکو غزنی دروازہ کہتے تھے
تاریخ فیروزشاہی میں اسکی یہ وجہ لکھی ہے کہ غزنی کی فوج اسی دروازہ سے اس قلعہ میں داخل ہوئی تھی جب سے
اسکو غزنی دروازہ کہنے لگے۔ تزک تیموری میں لکھا ہے کہ اس قلعہ کے غزنی دروازہ کے علاوہ نو دروازے
اور تھے۔ اس قلعہ کی خندق میں نیم کے درخت کے نیچے

حاجی روزبہ کا مزار

ہے کامل اولیاءاللہ گذرے ہیں اوس کے رہنے والے تھے۔ راے پتھورا کے وقت میں یہاں آئے اور اس خندق میں
جہاں آپکا مزار ہے آن بیٹھے۔ راے پتھورا کے وقت میں جو منجم تھے اونہوں نے اونکے آنے کو فال بد تصور
کرکے راے پتھورا سے کہا کہ اس شخص کے آنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب مسلمانوں کی عملداری ہوجاسکتی

نقشہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ



حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے۔ سبحان اللہ کیا بابرکت مقام ہے۔ حاضر ہوتے ہی انوار و برکات نمایاں ہوتے ہیں۔ نسبت اس قدر
زبردست اور متعدی ہے کہ پہنچتے ہی لطف آنے لگتا ہے بلا تامل یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شیخ کی خدمت میں
حاضر ہیں آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں مدتوں صحبتیں رہی
ہیں۔ آپ اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں۔ آپکے کرامات خوارق بے شمار ہیں۔ آپکے مناقب میں اتنا
ہی کافی ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر جیسے کامل ولی آپ کے خلیفہ ہیں۔ ایک روز آپ کی خانقاہ میں
مجلس سماع تھی جب قوال صلاح الدین و نصیر الدین نے یہ شعر پڑھا **شعر** کشتگانِ خنجرِ تسلیم را + ہر زماں
از غیب جانے دیگر است + آپکو حالت طاری ہوئی کہ اس وجد میں دس دس ہاتھ اوپر اوچھل جاتے اور
پھر زمین پر آتے مگر نماز کے وقت حالت محو ہو جاتی اور نماز با جماعت ادا فرماتے اور پھر وہی کیفیت ہو جاتی
تین رات دن یہی کیفیت رہی بعد تیسرے دن کے ہر رونگٹے سے صدا اسم اللہ کی شروع ہوئی اور ہر رونگٹے
سے فوارہ خون کا جاری ہوا اور جو قطرہ زمین پر گرتا نقش اللہ منقش ہوتا ایک رات تک یہی کیفیت رہی
پھر رونگٹوں سے صدا سبحان اللہ کی شروع ہوئی اور ہر قطرہ خون سے نقش سبحان اللہ و الحمد للہ تحریر ہو جاتی
جب یہ مصرع پڑھا جاتا۔ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را + تو آپ پر سکتہ کا عالم ہو جاتا۔ اور جب یہ مصرع پڑھا جاتا
ہر زماں از غیب جانے دیگر است + تو اسوقت آپ زندہ ہو جاتے۔ پانچ رات دن تک اسی حالت تحیر میں
رہے آخر پانچویں روز شب دوشنبہ چودھویں ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۱۲۳۶ء کو آپ کا وصال ہوا
سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی ایک پایہ جنازہ کا سلطان نے پکڑا
اور باقی تین پایوں کو دوسرے اولیاء اللہ پکڑ کر مدفن مقدس میں لیگئے اور دفن فرمایا آپ کا مزار بالکل
کچا ہے گنبد وغیرہ کچھ نہیں ہے سبحان اللہ کیا خاکساری ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ عمارت نہ تھی۔
۹۴۷ھ ہجری مطابق ۱۵۴۱ء عیسوی کے شیر شاہ کے وقت میں خلیل اللہ خان نے ایک چار دیواری بنوائی تھی
جسکا اب پتہ نہیں ۹۵۸ھ ہجری ۱۵۵۱ء عیسوی میں اسلام شاہ کے وقت میں یوسف خان نے بھی
ایک دروازہ اس درگاہ میں بنایا کہ اوسکی تاریخ بنا۔ درگاہ خواجہ قطب ہے ۹۵۸ بعد اسکے ۱۱۱۹ھ ہجری مطابق
۱۷۰۷ء کی شاکر خان نے شاہ عالم بہادر کے وقت میں ایک دروازہ جانب غرب بنایا کہ اب تک موجود ہے
۱۱۳۰ھ ہجری مطابق ۱۷۱۷ء فرخ سیر نے آپ کے مزار کے گرد سنگِ مرمر کی بہت نفیس جالیاں بنوا دیں اور
سنگِ مرمر کے دروازے بہت لطیف بنوائے اور ان دروازوں پر کتبے کندہ ہیں آپکے برابر آپکے خواجہ تاش
آرام کرتے ہیں آپکے سرہانے شیخ عبد العزیز بسطامی کا مزار ہے آپکی پائیں حضرت شیخ حمید الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

باولی حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ

ہے اس باولی کو ندیم الدولہ خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے چودہ ہزار روپے علاوہ قیمت پتھر کے ۱۲۶۱ ہجری مطابق ۱۸۴۵ عیسوی میں بنانی شروع کی اور ۱۲۶۳ ہجری مطابق ۱۸۴۶ عیسوی کے یہ باولی بنکر تیار ہوئی چونے اور سنگ خارا سے بہت خوبصورت باولی بنی ہے مگر عرصہ سے اسکی سوتیں بند ہوگئی ہیں بالکل خشک پڑی رہتی ہے افسوس کسی صاحب کو اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ اس چشمہ کو درست کرا دے۔

درگاہ سے صرف ایک دیوار بیچ

موتی مسجد

ہے تمام فرش کے سنگ مرمر کی بنی ہے اور اسمیں سنگ موسیٰ کی دھاریاں دی ہیں مسجد کے تین در اور تین گنبد ہیں شاہ عالم بہادر شاہ نے ۱۱۲۱ ہجری مطابق ۱۷۰۹ء بنوائی ہے۔ پھر شاہ عالم کے وقت میں اس مسجد کا بیچ کا گنبد بھونچال سے گر پڑا تھا مگر اسی وقت مرمت ہوگئی تھی اسکے مناروں پر دو برجیاں تھیں ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۸۴۶ عیسوی میں ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ نے پورانی ہوجانے کی وجہ سے اتروادیں اس مسجد کے پاس بلکہ مسجد ہی میں کو رستہ

محجر شاہ عالم بہادر شاہ

کا ہے۔ یہ محجر ۱۱۲۴ ہجری مطابق ۱۷۱۲ عیسوی میں شاہ عالم بہادر شاہ کی بیٹے نے سنگ مرمر سے بنوایا تھا چنانچہ یہ بادشاہ اسمیں دفن ہیں۔ بعد اسکے جبکہ سلطان عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ کا ۱۲۲۱ مطابق ۱۸۰۶ عیسوی کے انتقال ہوا تو وہ بھی اس محجر میں رکھے گئے بعد اسکے جبکہ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۸۳۷ عیسوی میں انتقال ہوا تو وہ بھی اسی محجر میں دفن ہوئے۔ ایک سردابہ جو بہادر شاہ بادشاہ نے اپنے واسطے تجویز کیا تھا وہ خالی ہے۔

اب درگاہ شریف سے نکلکر پرانے چند مقامات کی اور سیر فرمائیے۔ اوّل

مولانا جمالی کی درگاہ

ہے آپ مولانا سماء الدین علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ اور مولانا جلال الدین محمد دوانی سے ملے ہیں۔ شاعری میں کمال رکھتے تھے۔ مثنوی۔ غزلیں۔ قصیدہ سب کچھ کہتے تھے مگر آپ کے قصائد بہت زبردست ہوتے تھے اول جلالی تخلص کرتے تھے پھر مرشد کے اشارہ سے جمالی تخلص کرنے لگے سلطان سکندر اور بابر اور ہمایون کے زمانہ کے اولیاے کاملین میں سے تھے۔ اصلی نام انکا

آپ کے خلیفہ آرام کرتے ہیں اس جگہ بلندی پر

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے۔ آپ کا نام محمد اور والد کا نام عطا ہے۔ بزرگ آپ کے بخارا کے رہنے والے تھے آپ بہت بڑے عالم تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ ہیں آپ کو سماع کا بہت شوق تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی دوستی تھی وصال آپ کا سنہ ۶۰۹ھ بعض کہتے ہیں سنہ ۶۴۳ ہجری میں ہے۔ غرضکہ یہ مقام بھی نہایت بابرکت اور پرتاثیر ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے متصل باہر کیجانب درگاہ میں جاتے ہوئے دائیں ہاتھ اور آتے ہوئے بائیں ہاتھ

حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلیفہ ہیں آپکا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی رح تک پہونچتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور پھر دلّی میں رہنے لگے تحصیل علوم کے بعد یاد الہٰی میں قدم بڑھایا۔ سرگروہ کاملین ہوئے۔ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی۔ مولانا ضیاء الدین جیپوری مولانا غلام فرید۔ شاہ محمد عظیم۔ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے لوگ آپ کے خلیفہ ہوئے تہتر سال کی عمر میں سنہ ۱۱۹۹ ہجری میں وصال ہوا۔ خورشید دوجہانی سے سال وفات نکلتا ہے آپ کے مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ اشعار رکن شد فخر دین چون جہان سرائے فانی ٭ بر آستانہ جا داد آن قطب جاودانی ٭ سال وصال آن ماہ از غیب چون بجستم ٭ تاریخ گفت ہاتف خورشید جاودانی ٭ من کلام سید الشعراء فخر الدین مقبول الہٰی۔ اس احاطہ میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے احاطہ میں بہت سے اولیائے کاملین اور روسائے عظام او عقیدتمندوں کی قبریں ہیں جو خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خادموں سے واقفیت ہو سکتی ہے۔

مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے مزار کے متصل

مسجد درگاہ

ہے۔ اس مسجد کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو محراب کا کچا صرف مٹی کا ہے۔ اس مسجد کو خود حضرت قطب الاقطاب رح نے مع اپنے یاروں کے بنایا ہے سنہ ۹۵۸ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۱ء کے سلیم شاہ کیوقت میں اوس کچے درجے کے آگے ایک اور درجہ تھا پھر فرخ سیر نے اوسکے آگے ایک اور تیسرا درجہ سنہ ۱۱۲۴ مطابق سنہ ۱۷۱۲ء میں بنایا اور اوسکی پیشانی پر تاریخ لگائی جسکا مادۂ تاریخ بیت بنی مسجد بہی مسجد سے

آنکہ از مبادی شعور بطاعتِ حق و طلب علم بستہ نزدیک باوان بلوغ بستہ اکثر علوم دینیہ تحصیل کردہ
در سن بست و دو ۲۲ سالگی از ہمہ آن فارغ شدہ و کلام مجید از بر گرفتہ بر مسند نشست و ہم در عنفوان جوانی
جاذبہ الٰہی در رسید یکبار دل از یار و دیار برکندہ متوجہ حرمین محترمین گشت مدتِ مدید بآن مقامات آفاقیت
ورزیدہ با قطاب زمان و اولیاے کبار صحبتہا داشتہ بود۔ بدولت ارجمند و رخصت ارشاد و طالبان
اختصاص یافت و علاوہ آن تکمیل فنِ حدیث نمودہ ببرکات فراوان بوطن مالوف مراجعت فرمود
و مدتِ پنجاہ و دو ۵۲ سال بجمعیت ظاہر و باطن تمکن یافت تکمیل فرزندان و طالبان بجا آوردہ بیشتر
علی الخصوص بعلم شریف حدیث پرداختہ ہیچیکہ در دیار عجم احدے از علماء متقدمین و متاخرین دست
نداده است ممتاز و مستثنیٰ گردیدہ و در فنونِ علمیہ خاصۃً فنِ حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد
چنانکہ علماے زمان اختیار بدان ورزیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہلِ درس در خواص و عوام بجان
خریداری مینمایند تصانیف این فیاض والا از صغیر و کبیر بصد جلد و بحسب شمار ابیات بپانصد ہزار
رسیدہ است در محرم سنہ ۹۵۸ این نور یاتم پرتوِ ظہور بعالم عنصری دادہ۔ و در سنہ ۱۰۵۲ بتمام آگہی و
کشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید تاریخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ وفات۔ فخر العالم۔ است
انتقال ہوا

حوض شمسی یا قطب صاحب کا تالاب

ہے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے قریب سنہ ۶۲۶ ہجری مطابق سنہ ۱۲۲۹ عیسوی
کے یہ حوض بنایا تھا۔ سنا جاتا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ یہ حوض سنگِ سرخ کا بنا ہوا
تھا مگر اب دیواروں اور پتھروں کا پتہ تک نہیں۔ دو سو چہتر بیگہ پختہ میں یہ حوض بنا تھا۔ خیال کرنا چاہیے
کہ کتنا بڑا ہوگا۔ تاریخ علائی میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۳۱۱ عیسوی مطابق سنہ ۷۱۱ ہجری کے سلطان علاؤ الدین
نے جبکہ مٹی سے یہ اٹ گیا تھا صاف کرایا اور اسکے بیچوں بیچ میں ایک لداؤ کا چبوترہ نیچے سے خالی
بناکر دو سیر برجی نہایت خوبصورت بنائی جو ابتک موجود ہے۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان
فیروز شاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس حوض کی مرمت کرائی اور پانی آنے کے رستے صاف کیے
اب حال میں تقریباً چھ سال ہوئے ڈپٹی کمشنر ڈیوس صاحب نے اس حوض کو کسی قدر صاف کرایا
کچھ پانی جمع ہونے لگا تھا مگر اب یہ تالاب پھر بہت اٹ گیا ہے کیا خوب ہو کہ اس حوض کی بھی شاہی عمارتوں
کے ذیل میں گورنمنٹ مرمت کرا دے اور پانی کے رستے صاف کرا دے تاکہ پھر بھی ایک معقول
سیرگاہ ہو جائے اور اسکی وجہ سے جھرنے میں بھی وہی پہلا جیسا لطف آنے لگے۔ اس تالاب
کے کنارے پر مشرق کی طرف ایک چبوترہ ہے اسکو

شیخ فضل اللہ معروف جلال خان تھا - اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے جیتے جی ۹۳۵ھ ہجری مطابق
۱۵۲۸ء عیسوی کے یہ کوٹھری بنائی اور آزادوں کی طرح اسمیں رہتے تھے جب ۹۴۲ھ ہجری مطابق ۱۵۳۵ء
کے انتقال ہوا تو اسی کوٹھری میں دفن ہوئے یہ حجرہ بہت خوبصورت چونے کا بنا ہوا ہے اور تھوڑی تھوڑی
چینی کاری کی ہوئی ہے حجرے کے اندر چونے کی منبت کاری ہے دو غزلیں انہی کی کہی ہوئی کھدی ہوئی
ہیں - اس درگاہ کے پاس

مسجد درگاہ مولانا جمالی رح

ہے - بہت بڑی شاندار چونے اور پتھر سے بنی ہوئی ہے مولانا جمالی علیہ الرحمۃ نے اپنے سامنے ۹۳۵ھ ہجری
مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے بنائی تھی - پہلے آبادی قطب صاحب کی اسی جگہ تھی چنانچہ اب بھی اس جگہ
پرانی بستی کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں اور بلکہ جب راجہ پتھورا نے یہاں قلعہ بنایا تھا اس زمانہ میں بھی
آبادی اسی مقام پر تھی یا اسکے قریب ہے

مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن

ہے جبکہ اس بادشاہ نے ۶۸۶ھ ہجری مطابق ۱۲۸۷ء عیسوی کے انتقال کیا تو یہاں دفن کیا گیا - مقبرہ
بالکل ٹوٹ گیا ہے اور پتھر سارے اکھڑ گئے ہیں - چونے کا ڈھیر معلوم ہوتا ہے - اسی مقبرہ کی بغل
میں ایک اور قبر خان شہید کے بیٹے کی ہے جو ۶۸۴ھ ہجری مطابق ۱۲۸۵ء عیسوی کے لاہور کی طرف
مارا گیا اور یہاں دفن کیا گیا -

اب درگاہ شریف سے آگے اوسی پختہ سڑک پر چلئے تھوڑی دور آگے دائیں طرف حوض شمسی کے کنارے

مقبرہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

کا ہے - آپ بہت بڑے محدث معتبر اکبر اور جہانگیر کے عہد میں گزرے ہیں ہندوستان میں حدیث شریف
اول آپ لائے آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول کو ہندوستان میں شہرت ہوئی آپکے والد ماجد کا نام
شیخ سیف الدین ہے - بخارا کے رہنے والے تھے - پھر ہندوستان میں آکر دہلی میں مقیم ہوئے - اور یہیں
رہ پڑے چنانچہ اب تک آپکی اولاد باقی ہے ۱۰۵۲ھ ہجری مطابق ۱۶۴۲ء عیسوی میں آپ کا انتقال
ہوا - اسکے بعد یہ مقبرہ بنا - اندر قبر کے سرہانے ایک دیوار پر چونے کے حرفوں سے آپ کا سلسلہ حال لکھا
ہے - چنانچہ ذیل میں اوسکو بعینہ نقل کردیتے ہیں - یہ مقبرہ نہیے چونے پتھر کا ہے مگر تالاب کے کنارے
واقع ہونے سے البتہ ایک سیر کی جگہ معقول ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم مجملے از احوال کرامت مقتدائے وقت صاحب المفاخر ابو المجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مشرق کیطرف محمد شاہ بادشاہ تے ایک پھسلنا پتھر اٹھارہ فٹ تین انچہ لمبا اور سات فٹ سات انچہ چوڑا بنایا تھا کہ اوسپر لوگ چڑھتے تھے اور پھر بیٹھکر پھسلتے تھے جو اب بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا کچھ کچھ نشان باقی ہیں۔ ساون بھادوں کے مہینے میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے میلہ ہوتا ہی آٹھ آٹھ روز لوگ جمع رہتے ہیں بدھ سے جمعہ تک تین روز تک تو بہت ہجوم رہتا ہی اور عین میلہ کا دن جمعرات ہوتا ہی لاکھہ ڈیڑہ لاکھہ آدمی سے کم اس میلہ میں نہیں ہوتے اور شوقین ہزاروں روپے اس میلہ میں خرچ کر دیتے ہیں پھول والے اور دیگر اہل حرفہ شمالی دالان میں پنکھا بناتے ہیں اور حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ کی درگاہ میں لیجا کر چڑھاتے ہیں اسی سبب سے اس میلے کو پھول والوں کی سیر کہتے ہیں میلے کے دنوں میں اس مقام پر طرح طرح کے تماشے ہوتے ہیں آموں کے درختوں میں جو امریاں کہلاتی ہیں رسہ ڈالکر جھولتے ہیں اور بڑی بڑی پینگیں لیتے ہیں سرکار کیطرف سے اس میلے کیواسطے پھول والوں وغیرہ کو دو سو روپے ملتے ہیں مگر تعجب یہہ ہے کہ اس میلے کی بابت عدالتوں میں تعطیل نہیں ہوتی۔

بس اب ہم اس کتاب کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور مختصر طور پر

دربار دھلی

کا حال لکھتے ہیں۔ جبکہ ۹ اگست ۱۹۰۲ء کو حضور قیصر ہند کے تاجپوشی کی رسم ولایت میں ادا ہو چکی اور جو جو رئیس اس تاجپوشی کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے اُنکی خلوص اور وفاداری کے اظہار کیلئے یکم جنوری ۱۹۰۳ء روز پنجشنبہ ۱۲ بجے دن کے بغرض اعلان تاجپوشی حضور قیصر ہند جناب والیسرائے گورنر جنرل کشور ہند نے خاص دہلی میں دربار منعقد فرمایا اور دربار اُسی مقام پر کیا کہ جہاں ۱۸۷۷ء کو دربار شاہی ہوا تھا یعنی زیر باؤنڈہ پہاڑی میدان چھاؤنی میں ایک بہت وسیع چبوترہ جسمیں سولہ ہزار آدمی اچھی طرح بیٹھ جائیں دہلی اور آگرہ کی نقل پر بنایا تھا اور اوسپر روغنی سنہری اور روپہلی کام بنوایا گیا تھا۔ ۱۸۷۷ء میں جو درباری چبوترہ بنا تھا اوس سے یہہ بالکل شکل صورت و وسعت و طرز میں مختلف تھا۔ چھاؤنی کے چوطرف اور باؤنڈہ کے نیچے تقریباً چالیس مربع میل میں کیمپ ڈیرہ خیمے رنگ برنگ کے اپنی اپنی وضع کے علحدہ علحدہ استادہ تھے اور دربار میں ہز رائل ہائنس ڈیوک آف کیناٹ و ڈچس صاحبہ جو اس غرض سے ولایت سے تشریف لائے تھے اور حضور گورنر جنرل صاحبان مدراس بمبئی اور جناب کمانڈر انچیف افواج ہند اور حضور لفٹنٹ گورنر صاحبان صوبہ بنگال و صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ و پنجاب و صوبہ برما مع اپنے افسران ہمراہی و چیف کمشنر صاحبان

اولیا مسجد

کہتے ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ اس جگہ خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ اور اور بزرگوں نے چلّے کھینچے ہیں اور اپنے ہاتھ سے لوکریاں ڈالکر یہ مسجد بنائی تھی اسی وجہ سے اولیا مسجد مشہور ہے۔ اس کچی مسجد کو لوگوں نے پکی بنا لیا ہے اور چونے کا فرش کرا دیا ہے۔ اس میں ایک بڑہ کا بہت بڑا درخت ہے جس سے تمام مسجد پر سایہ رہتا ہے مغرب کیطرف شمسی تالاب کا پانی عجب عالم دکھاتا ہے۔ بے اختیار دل کو لبھاتا ہے۔ بیٹھے پیچھے اوٹھنے کو دل نہیں چاہتا اب حال میں مسجد کے جنوب میں شرق رویا دالان منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب نے بنوا دیا ہے جس سے لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ اس حوض کے کنارے بہت سے مکانات اور باغات اور مزارات تھے بعض کا پتہ نہیں اور بعض کیقدر اپنے آثار دکھا رہے ہیں جیسے۔ نجی شاہزادہ کا باغ۔ زین الدین زردین کا مزار شیخ وجیہ الدین خلیفہ سلطان المشائخ کا مزار۔ شیخ امجد دہلوی کا مزار۔ شیخ ادھن دہلوی کا مزار۔ مولانا شعیب کا مزار۔ سید نور الدین مبارک غزنوی کا مزار۔ مولانا حماد الدین پیر مولانا جمالی کا مزار۔ چاندنی چبوترہ تعمیر محمد شاہ جو اسوقت ٹوٹ گیا ہے۔ اندھیریا باغ۔ پیپل والی کنوئیں۔ سوہن برس۔ پانی چبوترہ۔ چہل تن چہل من۔ جہاز عجیب قسم کی عمارت ہے جسکو لال محل کہتے ہیں۔

حوض شمسی کے مقابلہ میں مشرق کی طرف قطب صاحب کا

جھرنہ

ہے۔ ملاحظہ فرمایئے جو تمام جگہ مشہور ہے۔ پہلے کسی وقت میں عجیب سیر گاہ تھی مگر اب بھی گئی گزرے وقت میں لطف کا مقام ہے۔ اس مقام پر مغرب کی طرف ایک دیوار ہے جو سلطان فیروز شاہ نے بطور بند کے بنائی تھی اور حوض شمسی سے پانی زور کر کے اس دیوار میں سے چادر چھوٹتی تھی اور پانی نکلتے نالے میں ہو کر تغلق آباد اور عادل آباد کے نیچے بہ جاتا تھا۔ ۱۲۱۲ھ ہجری مطابق ۱۷۹۸ عیسوی میں نواب غازی الدین خان فیروز جنگ نے اوس دیوار کے آگے دالان اور حوض اور نہر بنائے اور دالان اور چھت میں فوارے بنوائے جو پانی کے زور میں چھوٹتے تھے اور حوض میں پانی بھر کر آگے کی نہر میں ہو کر بہتا تھا اور لوگ دالان کی چھت پر سے طرح طرح کی کودائی کودتے تھے اور کودنے کے وقت بڑا تماشا ہوتا تھا اب وہ چادر اور فوارے بند ہو گئے ہیں الا کبھی کبھی دیوار میں سے پانی رسنے لگتا ہے اور حوض میں جمع ہو جاتا ہے۔ اسکی شمال میں محمد اکبر شاہ بادشاہ نے دوہرا دالان سنگین بہت خوشنما بنایا ہے جو اب بھی موجود ہے جسکو تقریباً نوے سال کا عرصہ ہوا اور جنوب میں شاہ جی کے بھائی جن کا نام سید محمد تھا شاہ عالم کے زمانہ میں دالان پنج درہ بنایا تھا جسکا اب نشان تک نہیں۔ اور بیچ میں بہادر شاہ بادشاہ نے سنگین بارہ دری بنوائی جو اب بھی موجود ہے۔ اس سے آگے

دہلی میں جمع ہو گئی تھی - ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء روز دوشنبہ کو گیارہ بجے دن کے (ریلوے ٹائم سے) حضور ویسرائے
گورنر جنرل دہلی کے اسٹیشن پر پہونچے - گاڑی میں سے اُترنے کیوقت فوجی باجا بجایا گیا اور عین وقت
شاہی سلامی کی اکتیس ۳۱ توپیں قلعہ کے دہلی دروازہ پر سے چھوڑی گئیں اور حضور ویسرائے نے اون
اعلیٰ افسران گورنمنٹ اور والیان ملک اور جلیل القدر حکام جو استقبال کے واسطے اسٹیشن پر حاضر تھے
انکی مزاج پُرسی فرماکر شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ و شاہزادی ڈچز صاحبہ کا استقبال کیا جو بالا بالا بمبئی
سے اسپیشل گاڑی میں کیقدر پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے اور بڑے بڑے والیان ملک عہدہ
داران کو دونوں صاحبوں کے سامنے پیش کیا - پھر وہ والیان ملک جو ہاتھیوں کے جلوس میں شریک تھے
اسٹیشن پر سے باہر تشریف لاکر اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے اور باقی عہدہ داران و والیان ملک جو ہاتھیوں
کے جلوس میں شریک نہیں تھے وہ چاندنی چوک میں تشریف لیگئے اور اپنی نشست گاہوں پر قیام پذیر ہوئے
جو خاص انکے واسطے ٹون ہال کے آگے جنوبی حصہ میں مع نشستوں کا انتظام جلوس دیکھنے کے واسطے کیا گیا تھا
انگریزی فوج کا ایک گارڈ آف آنر مع بینڈ کے اوس دروازہ میں کھڑا تھا جو اسٹیشن کے باہر اسی موقع کیواسطے
بنایا گیا تھا - حضور ویسرائے و ڈیوک آف کیناٹ کے سواری کے ہاتھی اسٹیشن کے باہر مشرقی جانب جنوب
کھڑے تھے جب حضور ویسرائے اور ڈیوک آف کیناٹ و ڈچز صاحبہ نے اسٹیشن سے باہر قدم رکھا تو
فوجی طریقہ سے سلام کیا گیا اور بینڈ بجایا گیا - پھر حضور ویسرائے و لیڈی کرزن صاحب ایک ہاتھی پر
اور ڈیوک آف کیناٹ اور حضور ڈچز صاحبہ دوسرے ہاتھی پر سوار ہوئے - یہ دونوں ہاتھی نہایت
عالیشان قیمتی طلائی جھولوں سے آراستہ تھے - ان دونوں ہاتھیوں کے آگے والیسرائے اور شاہزادہ
صاحب کے ہاتھی نشین مصاحب اور میجر کمانڈنٹ کور اور والیسرائے کا باڈی گارڈ مع ان کے بعد ان دونوں
صاحبوں کا خاص اسٹاف اور سکرٹری فارن ڈپارٹمنٹ و پرائوٹ سکرٹری حضور والیسرائے و ملٹری سکرٹری
حضور والیسرائے و ایڈیکانگ حضور والیسرائے - اور حضور ڈیوک آف کیناٹ کے ہاتھیوں کے بعد کیا اون
والیان ملک کے ہاتھی دو دو ایک قطار میں یکے بعد دیگرے تھے ہاتھیوں کے پیچھے ڈیوک آف ٹیک مہمان
والیسرائے و گورنروں و لفٹنٹ گورنروں و چیف کمشنران صوبہ جات ہندوستان اور کمانڈر انچیف معہ
مصاحبان و ممبران کونسل والیسرائے و لفٹنٹ جنرل بنگال و بلوچستان اور شمال غربی سرحد ہندوستان کے
رئیس بعض گاڑیوں پر بعض گھوڑوں پر سوار تھے - جلوس کے رستہ پر شروع سے اخیر تک فوج دو طرفہ
صف بندی سے آراستہ کھڑی کی گئی تھی یعنی سڑک پر دو رویہ گوروں اور کالوں کا اسٹیشن سے
لیکر چھاؤنی تک جہاں حضور والیسرائے کے رہنے کا مقام بنا تھا پہرا تھا کوئی شخص سڑک کو عبور نہیں

صاحبان حیدرآباد و میسور و ایجنٹ گورنر جنرل صاحبان راجپوتانہ و سنٹرل انڈیا بلوچستان و صوبہ نارتھ ویسٹ فرنٹیئر
اور تمام والیان ملک جنکو گورنمنٹ ہند و لوکل گورنمنٹوں نے مدعو کیا تھا مع اپنے ہمراہیوں کے و دیگر افسران سرکاری
(ملکی و یورپین) جنکو کہ حکام متذکرہ بالا نے بلایا تھا شریک ہوئے تھے۔ تمام انگریز صاحبان اپنے اپنے
صوبوں کے گورنروں کے مہمان تھے۔ اور انہیں ہیڈکوارٹروں یا صوبہ کے وسطی کیمپ میں قیام کی جگہ
دی گئی تھی۔ رؤسا کو مع پولیٹیکل افسروں کے علیحدہ علیحدہ کیمپ میں جگہ دی گئی تھی جو تقسیم ملکی کے
لحاظ سے قائم کئے گئے تھے اور ہندوستانی معزز شرفاء باوقعت اشخاص کو اکثر صوبہ وار کیمپوں میں ٹھہرایا گیا
تھا اور بعض بعض شہر و سول اسٹیشنوں میں ٹھہرے تھے۔ اس دربار کے موقعہ پر تقریباً ایک لاکھ بہتر ہزار
آدمی دہلی میں آئے اور ۱۸۷۷ء میں دربار قیصری کے وقت کل اٹھاسٹھ ہزار آدمی دہلی میں آئے تھے۔ ہزاروں
خیمے جابجا سے جمع کئے گئے تھے۔ کیمپوں کی زمین ہموار کیگئی تھی اور چالیس میل جدید سڑک بنائی گئی تھی
۲½ فٹ پٹری کی لائٹ ریلوے سات میل تک جو کشمیری دروازہ سے سنٹرل کیمپ اور دربار کے چبوترے
تک بنائی گئی تھی شروع ہونے کی تاریخ سے اختتام تک ایک لاکھ دو ہزار اٹھاون مسافر اس میں بیٹھے۔
اور آٹھ سو بچاس سیزن ٹکٹ والے اس تعداد کے علاوہ تھے بڑی لین بھی بھاری بھاری اسباب کیمپ میں
پہنچانے کی غرض سے پھیلادی گئی تھی۔ ہر کیمپ وغیرہ میں پانی پہنچانے کے ذرائع بہت پیدا کردئے
تھے۔ بہتر حوض۔ پینتالیس کنوئیں جدید تعمیر کئے گئے تھے اور انتیس نل کی جدید شاخیں زمین میں بچھائی
گئی تھیں اور دو ہزار چار سو بہتر آدمی محکمہ حفظان صحت میں اور رکھے گئے تھے۔ دربار کے لئے سولہ خاص
ڈاکخانہ اور بیشمار لیٹر بکس قائم کئے گئے تھے محکمہ تار میں بھی گیارہ تار گھر اور کھلے تھے بڑے بڑے کیمپوں
میں ٹیلیفون لگائے گئے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی کی گئی تھی اور جابجا کیمپوں
میں آٹھ ہزار ہنڈے برقی روشنی کے لٹکائے گئے تھے جسکی وجہ سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ انتظام یہ کیا گیا
تھا کہ مہینہ بھر تک روشنی میں کسی قسم کا ہرج واقع نہ ہو۔ پودوں کے گملے اور چھوٹے چھوٹے چمن ہر کیمپوں میں
بنائے گئے تھے۔ رسد رسانی کا سامان کچھ تو ربح کے طور پر ہوا تھا اور کچھ محکمہ رسد رسانی کے ذریعہ سے کیا گیا تھا
دربار کے وقت امن انتظام قائم رکھنے کے لئے پنجاب کے قانونی کونسل نے ایک چھوٹا سا قانون موسوم بہ
دہلی دربار پولیس ایکٹ ۱۹۱۱ء میں تیار کیا تھا۔ والیان ملک با اختیار ۱۰۴ کو بلاوے بھیجے گئے تھے جن میں سے
ایکسو شریک دربار ہوئے اور چھوٹے چھوٹے رئیس حسب دستور بلائے نہیں گئے اور جو رئیس دربار کے اندر تشریف
نہیں آئے اونکی حاضری معاف فرمادی گئی تھی کیونکہ اکثر رؤسا قحط سالی کی وجہ سے بہت زیر بار ہوگئے تھے
۱۲ دسمبر تک بڑے بڑے والیان ریاست اور گورنمنٹ کے جلیل القدر افسر و تمام مہمان [illegible]

باؤٹہ بیفونا وائسرائی جھنڈا بلند کیا گیا پھر ساتھ خیر و خوبی کے اپنی اپنی قیامگاہوں
میں داخل ہوئے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۲ء روز شنبہ کو حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند نے ہندوستانی چیزوں کی نمائش کا افتتاح فرمایا اور وہ چیزیں ایک عارضی نہایت خوبصورت مکان میں رکھی گئی تھیں جو قدسیہ باغ میں کشمیری دروازہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ اس نمائش میں صرف ہندوستانی صنعت و حرفت کی چیزیں اور بیش قیمت جواہر جو بطور نمونہ کے فراہم کئے گئے تھے دکھلائے گئے تھے اور سوائے اُن چیزوں کے جو عاریتاً نمائش میں لائی گئی تھیں وہ تمام فروخت کی غرض سے رکھی گئی تھیں۔ افتتاح نمائش سے پہلے حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند نے یہ

اسپیچ

فرمائی۔ ہمارے وزیٹروں سے بہت لوگ یقین کرینگے کہ سوائے درختوں کے تمام اشیا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں یہ صرف گزشتہ آٹھ مہینوں میں تیار ہوئی ہیں۔ اپریل گزشتہ میں جب نمائشگاہ کی تیاری کا حکم دینے میں یہاں آیا ہوا تھا تو اشیاء موجودہ یعنی ان عمارت وغیرہ کا یہاں نام و نشان بھی نہ تھا اور اب ہر چند کہ یہ مکانات وغیرہ بہت جلد یہاں سے محو ہو جائینگے مگر اس نمائش سے جو اثر پیدا ہوگا یقین ہے کہ وہ جلد فراموش نہیں ہوگا میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس نمائش کو فنون نفیسہ کے قائم کرنیکی کیوں ضرورت پیش آئی میں نے اس ملک میں پہنچکر شروع ہی سے اس ملک کی صنعت و حرفت پر غور کرنا شروع کیا اور جب دربار دہلی کا فیصلہ ہو چکا کہ جسمیں شہنشاہ معظم کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آنیوالی تھی اور جسمیں تمام ہندوستان کے والیان ریاست اور رؤسا عظام اور ہر درجے کے شرفا شامل ہونیوالے تھے۔ تو مجھے خیال ہوا کہ اب وقت ہے کہ ہندوستان کی حرفتوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے یا اُنکے زوال کے روکنے کی تدبیر کیجائے۔ میں نے ڈاکٹر واٹس کو مدد کیلئے طلب کیا اور آپ لوگ اس مکان کے اندر جو کچھ دیکھو گے وہ سب ڈاکٹر واٹس اور اُنکے نائب مسٹر پرسی براؤن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جنہوں نے ہزارہا میل ہندوستان کے ہر حصہ میں سفر کرکے یہ دستکاری کے نمونہ منتخب کئے یا اپنے نمونے کاریگروں کو دیکر اونکی نقلیں بنوائیں۔ اور جہاں جہاں روپیہ کے ضرورت تھی خرچ کرکے بہترین نمونے دستکاری کے فراہم کئے۔ میں نے اس نمائش کے لئے تین شرائط قائم کر دی تھیں۔

اول یہ کہ صرف آرائش کی نمائش ہوگی اسمیں معمولی پیداوار کو دخل نہیں دیا جائیگا کیونکہ اس قسم کی ایک بڑی نمائش کلکتہ میں ہے جو (عجائب گاہ کلکتہ کی طرف اشارہ تھا)

دوسری شرط یہ تھی کہ اُس میں یورپین یا نیم یورپین طریقہ کی کوئی چیز نہو جیسے کہ شیشہ اور ٹین اور چمکدار کاغذ کے کھلونے وغیرہ ہندوستان کے اپنی آرٹس بہت عمدہ ہیں۔

کرسکتا تھا۔ فوج کے عقب میں شہر کی اور ہندوستان کے بڑے بڑے اور دور دور کے شہروں کے تماشائی
کھڑے تھے۔ اس طریقہ پر یہ جلوس کنوئیں روڈ فلاتھینس روڈ جامع مسجد و بازار چاندنی چوک و فتحپوری و احمد پانی
کی سڑک سے ہوتا ہوا نکلا۔ جامع مسجد کے مشرقی رخ کی دالانوں میں ویسرائے کے (ولایتی مہمان) و دیگر انگریز مہمان
بٹھائے گئے تھے اور جامع مسجد کے تینوں دروازوں کی سیڑھیوں پر اور بیرونی گوشوں پر پاڑ باندھ کر
منتظمانِ کمیٹی جامع مسجد نے مسجد کے فائدہ کی غرض سے تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا جس سے
مسجد کو بعد منہائی خرچ بارہ ہزار روپے کا فائدہ ہوا اور اس رقم میں سے جنوبی گوشوں پر چوبی دو کانیں
بنائی گئیں جس سے ہمیشہ کو مسجد کی آمدنی میں ترقی ہو گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں نے اس
جلوس کے نظارہ کیلئے سینکڑوں روپے خرچ کر کے بالاخانے کرایہ پر لئے تھے۔ چاندنی چوک کی درمیانی
پٹڑی پر تماشائیوں کیواسطے معقول نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا جس سے ٹھیکہ دار کو معقول فائدہ ہوا
تجارتی کاروبار فجر سے بند تھے اور تقریباً چار میل تک بازار و مسجدیں و مندر و عارضی بلند مقامات جو
اس غرض کیلئے بنائے گئے تھے اور چھتیں و برآمدے آدمیوں سے پٹے ہوئے تھے شہنشاہ و شہنشاہ بیگم کی تصویریں
اور دعائیہ فقرے جابجا آویزاں تھے اور ہر طرف سے مبارکبادیوں کی بھرمار تھی جب حضور ویسرائے کی سواری
اس شان و شوکت سے جامع مسجد کے سامنے قلعہ سے گزری فوراً ویسرائے جھنڈا قلعہ پر بلند کیا گیا اور قلعہ کے توپخانے
سے اکتیس فیر سلامی کی ادا ہوئی اور جب حضور ویسرائے اور ڈیوک آف کناٹ صاحبان کی ہاتھی موری دروازہ
سے آگے راجپور روڈ کے گوشہ پر پہنچی تو دونوں ہاتھی ٹھہرائے گئے اور دونوں صاحبان نے والیانِ
ملک کو جو ان کے پیچھے ہاتھیوں پر سوار تھے وداعی سلام کر کے رخصت فرمایا تب والیانِ ملک داہنے
بائیں طرف بیل وارڈ روڈ سے ہو کر اپنی اپنی قیامگاہوں پر تشریف لے گئے پھر حضور ویسرائے
اپنے ہاتھی سے اتر کر گاڑی پر سوار ہوئے جو وہاں موجود تھے اور جلوس اسی ترتیب سے پہاڑی کے
نیچے بادیٹہ تک چلا گیا وہاں سے فوج ہمراہی کا وہ حصہ جو حضور ویسرائے کے آگے تھا شاہی
باڈی گارڈ وغیرہ براہ راست علی پور کی سڑک سے اپنے اپنے خیموں میں چلا گیا۔ پھر حضور ویسرائے
و ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ کی گاڑیاں راجپورہ سڑک سے پھرتے وقت بادیٹہ اور سنٹرل کیمپ
کیطرف جانیسے پہلے رکیں اور باقی جلوس کا حصہ اور بقیہ فوج ہمراہی انکے سامنے سے ہو کر علی پور
کی سڑک پر سے اپنی اپنی قیامگاہوں کیطرف منتشر ہو گئیں پھر حضور ویسرائے ہز رائل ہائینس ڈیوک
آف کناٹ و ڈچز صاحبہ اپنے باڈی گارڈ و کیڈٹ کور کے ہمراہ بادیٹہ کی سڑک سے ہو کر جیٹ گول گھر کے سامنے
جو دربار کے موقع پر بنایا گیا تھا پہنچی تو اکتیس توپوں سے سلامی ادا کی گئی اور پہلے توپ سر ہونے سے

حضور قیصر ہند اوس چبوترہ پر جو گھوڑے کے نعل کی شکل کا بنا ہوا تھا منعقد فرمایا۔ چبوترہ کے باہر کے رُخ چھبیس ۲۶ زینے بارہ فٹ بلند اور بیچ میں دروازہ اور اوسپر بیس قطارین بلاک کے ساتھ بنائی گئی ہیں اور اٹھارہ فٹ چوڑی خالی جگہ چھوڑی گئی چبوترے کے قطعات (لٹے و ایکس) میں والیان و قائم مقام والیان ممالک غیر و افسران سرکار جو حضور وایسرائے کے مہمان تھے و ممبر صاحبان گورنمنٹ ہند و ممبر صاحبان سفارت خارجیہ بٹھائے گئے تھے اور جو حصے مختلف صوبوں کے لئے تھے اون میں اول لین میں ہر لوکل گورنمنٹ کے افسران اعلیٰ اور والیان ملک ہند بٹھائے گئے تھے (صرف ان حضرات کیواسطے کرسیوں کی نشستیں تھیں باقی سبکو اونچی بینچ تھے) اور قطعات (ایچ تا ایس) میں درباری لوگ جو مدعو کیے گئے تھے بٹھائے گئے تھے۔ اخبار کے قائم مقام لوگوں کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کی گئی تھی اور ہر ایک شخص اپنے داخلہ کے کارڈ کے ذریعہ سے مطابق رنگین حرفوں کے جو کارڈ پر چھپے ہوئے تھے اپنی نشستگاہوں پر زینے کے رستہ سے پہونچ جاتا تھا۔

تقریباً چالیس ہزار فوج سرکاری جو دہلی میں اُسوقت موجود تھی حسب الحکم حضور کمانڈر انچیف صاحب افواج ہند اُس میدان میں جو درباری چبوترے کے داخل ہونیوالے دروازے کے مقابل تھا آراستہ کی گئی تھی اور وایسرائی کیمپ سے چبوترۂ دربار تک سڑک کے دو طرفہ فوج کھڑی تھی چبوترہ دربار میں شاہی جھنڈے کی جگہ کو بینڈ والے احاطہ کئے کھڑی تھی۔ افواج انگریزی کا ایک اعزازی گارڈ احاطہ کے اندر چبوترے کے سامنے صف بندی سے کھڑا کیا گیا تھا۔ تمام آدمی ساڑھے دس بجے تک اور والیان ملک و افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ گیارہ بجے تک اور پنشن یافتہ یوروپین اور دیسی افسر جو غدر میں موجود تھے اور ڈیوک آف کیناٹ وغیرہ سوا گیارہ بجے تک اپنی اپنی نشستگاہوں پر تشریف لے آئے تھے والیان ملک اور افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ جب سواری سے اوترتے تھے تو افسران فارن ڈپارٹمنٹ و فوجی افسران متعینہ اونکا استقبال کرتے تھے اور اونکو اونکی جگہ تک پہونچا دیتے تھے اور جو والیانِ ملک و افسران اعلیٰ سلامی کے مستحق تھے پہرے دار جو اون کی نشستگاہ کے قطع کے دروازہ پر مقرر تھے اون کو فوجی سلام کرتے تھے۔ ساڑھے دس بجے سے بارہ بجے تک بینڈ احاطہ کے اندر حاضرین کی تفریح کے لئے منتخب چیزیں بجاتا رہا غدر کے سورماؤں کے چھوٹے سے بینڈ سے جو سماں بندھا تھا اوسکی کیفیت مفصلاً اخبارات میں شائع ہو چکی ہے وہ منظر بھی عجیب و غریب قابلِ دید تھا جس طرف نظر اوٹھا کر دیکھو مختلف صورتیں نظر آتی تھی۔ کہیں تو عدن کے ریاستوں کے شیخ و عرب پُر تکلف لباس پہنے ہوئے اور کسی طرف ہندوستانی سرحد کے بلوچ و رئیس زرین لباس میں نظر آتے تھے

گھوڑے کی قطع وہاں سے بعض آدمیوں نے گھوڑے سے ہوکر راستہ دیکھا

تیسری شرط یہ تھی کہ صرف سب سے اچھی چیزوں کو اس نمایش میں جگہہ دیجائے جو خوبصورت عجیب اور نرالی ہوں ہندوستانی وضع کی ایسی چیزیں نہوں جو برمنگہم سے ملسکتی ہیں یا شادیوں میں بنائی جاتی ہیں۔ لکڑی۔ ہاتھی دانت۔ ریشم۔ قالین اور دھاتوں کی قسم کی ایسی حرفت کاری ہو جیسا کہ آپ یہاں دیکھیں گے یاد رکھئے کہ یہ نمایش ہے بازار نہیں ہے جہاں ہر قسم کی سستی چیزیں ملسکیں۔ چونکہ آج کل ہندوستان میں مذاق خراب ہو رہا ہے ہمنے زمانہ گذشتہ کے بہترین نمونے جمع کئے ہیں جو مستعار کا لکشن (مجموعہ) میں پائے جائینگے یہ ہندوستان کے والیان ریاست کی فیاضی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔ بعض ان میں سے ہندوستان کے عجائب خانوں سے اکٹھے ہوئے ہیں اور بعض کنگسٹن (انگلستان) کے ہندوستانی عجائب خانہ سے منگوائے گئے ہیں۔ ہندوستان کا آرٹ غیر ممالک کے خیالات مستعار لینے سے ترقی نہیں کریگا بلکہ یہاں کے کاریگروں کے اپنے اصلی خیالات سے۔

اس زمانہ میں سستی چیزیں عمدہ چیز سے بہتر سمجھتے ہیں اور خوبصورت کو مضبوط سے۔ یہی وجہ ہے پرانی حرفتیں اور دستکاریاں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو رہی ہیں کوئی قومی آرٹ قائم نہیں رہ سکتا جبتک کہ قومی ضرورت کو پورا نکرے یقین ہے یہ نمایش ایک آبجکٹ لیسن (سبق اشیاء) کا کام دیگی اسکے کھولنے سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ ہندوستان ابھی کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی یہاں کی دستکار کیا کچھ عجائبات تیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں کلکتہ یا بمبئی کی یوروپین دوکانوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستان کی بہت سی دوکانوں اور گھروں میں ایسی آرٹسٹک اور کاریگری کی چیزیں ملسکتی ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ میں نے اسی غرض سے یہ نمایش کھولی ہے اور امید ہے کہ یہ پٹریاٹک (محب وطن) مقصد کو پورا کریگی کہ جسکے لئے اسے قائم کیا ہے اور میں اس وقت اسے افتتاح کر دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

اسکے بعد حضور وائسرائے اور والیان ریاستہائے ہند مع اپنے رؤسا اور اہلکاروں کے نمایش کے اندر چلے گئے اور چیزوں کو دیکھتے اور تعریف کرتے رہے ساڑھے بارہ بجے حضور وائسرائے تشریف لیگئے اوسوقت علاوہ اونکے ہزارہا تماشائی کہ جن کے پس ٹکٹ معائنہ افتتاح تھے اندر داخل ہو کر نمایش دیکھنے لگے اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ عام لوگوں نے بھی اول اول ایکروپیہ پھر آٹھ آنہ پھر چار چار آنے دیکر نمایش کی خوب سیر کی اور دربار کے تمام رسومات ختم ہونے کے بعد دو مہینے تک نمایش قائم رہی کل اڑتالیس ہزار آدمیوں نے نمایش کو اندر سے دیکھا اور تین لاکھ باسٹھ ہزار تین سو تیس روپے کی چیزیں فروخت ہوئیں

۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء روز چہارشنبہ کو پولو کے میدان میں ۴ بجے سہ پہر کے بینڈ باجا بجایا گیا۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء روز پنجشنبہ کو بارہ بجے دن کے حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند نے دربار بغرض اعلان تاجپوشی

وجانفشانی مالاکلام بجالاتے ہیں خواہ انگریزی اور ہندوستانی افواج - جو اس قدر نمایاں بہادری بحفاظت
حضور عالی کی حدود ممالک کی حفاظت ونگہبانی کرتی اور حضور ممدوح کی طرف سے میدانِ جنگ میں
جان فدا کرتے ہیں - خواہ ہندوستان کی تمام اقوام کے وفادار باشندوں کی ایک جماعت بیشمار
جو باوجود ہزاروں قسم کے اختلافات حالات وخیالات وعادات کے بطیب خاطر سلطنت عظمیٰ کی
اطاعت میں متحد ومتفق ہیں سب کے سب بیک جا مجتمع ہیں اپنی تاجپوشی کی تقریب کو اس طور پر
ہندوستان میں انجام دینے کی غرض خاص سے حضور ملکِ معظم نے مجھے بحیثیت نائب السلطنت ہونیکے
اس دربارِ عالیشان کے انعقاد کا حکم دیا ہے اور خاص کر کے اس جشن کی عظمت و وقعت کے اظہار کی غرض
سے اعلیحضرت نے اپنے برادر حقیقی شاہزادہ والاتبار عالیجناب ڈیوک آف کاناٹ کو اس تقریب میں
شریک ہونے کا ارشاد فرما کر ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمائی ہے -

اب سے پچیس برس پیشتر اسی مہینے کے اسی دن میں اسی قدیم شہر میں جو یادگار شاہان نامآور وکامگار
قابل الذکر ہے اور عین اسی مقام پر حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ اول قیصرہ ہند کے خطاب کے ساتھ مشتہر
کی گئی تھیں - یہ کام حضور ممدوحہ کی انکی ہندوستانی رعایا کے ساتھ نہایت ہمدردی کی دلیل تھیں
اور ان کے ممالک متصرفہ ہند کے دولت برطانیہ کے زیر اطاعت وانقیاد متفق ہونیکے ثبوت میں کیا گیا تھا
اس سے ربع صدی (یعنی پچیس برس) بعد آجکے روز اس سلطنتِ وسیع کے اتحاد میں کچھ کمی نہیں بلکہ زیادتی
ہوگئی ہے - وہ بادشاہ جسکی اطاعت کے اظہار کے واسطے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں اپنی رعایائے ہند کے
درمیان کچھ کم ہر دلعزیز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسکی شکل اپنی آنکھوں دیکھی اور اسکی آواز اپنی کانوں سنی
ہے وہ اپنی نوبت پر ایک ایسے تخت کا مالک ہوا ہے جو دنیا میں نہ سب سے زیادہ نامی وگرامی ہے بلکہ
سب سے زیادہ محکم وپائدار بھی ہے اور وہ نکتہ چین جنہیں سیاست کی تصدیق سے انکار ہو کہ سلطنت
قیصری اور حضور ملکِ معظم کی رعایائے ہند کا وفادارانہ تعلق اور خدمت اس تخت کے استحکام کے لیئے
ادنیٰ بنیادوں میں سے نہیں ہے غلط خبریں سننے ہوئے ہوں گے بلکہ میری دانست میں یہ باتیں انکے
استحکام شروط لازمی میں سے ہیں جسطرح ہندوستان اپنے ذاتی اور موروثی فخر سے معمور ہے اسی طرح
اس وفاداری ونمک حلالی کی روشنی سے منور ہے جسکی از سر نو جانب غرب سے افزائش کی گئی ہے جب
اولوالعزم طالبوں کی بڑی جماعت میں سے جو قرناً بعد قرنٍ ہی کی طلب تلاش میں آتے گئے اس نے
صرف انھی سے اپنی رضامندی ظاہر کی جسنے اسکے نزدیک اپنا اعتبار بھی پیدا کیا
دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں ممکن نہیں ہے کہ ایک ایسا منظر جسکا ہم آج مشاہدہ کر رہے ہیں دیکھنے میں آئے

انہیں نیپال و سکم و مسقط کے ولیعہد یا قائم مقام بیٹھے تھے غرضکہ ملکوں ملکوں کے رئیس اپنی اپنی قطع وضع کے زرق برق خوشنما پوشاکوں میں دکھائی دیتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھکر اللہ کی قدرت اور انگریزی دولت کی شان نظر آتی تھی [illegible] اتفاق سے انہی دن آگرہ واقع ہوئی اسی وجہ سے انکو دربار میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے دربار کا وقت دوپہر قرار پایا تھا۔ وقت مقررہ پر یعنی ساڑھے گیارہ بجے حضور ویسرائے اپنے باڈی گارڈ اور شاہی کیڈٹ کورکے جلو ساتھ اپنی فرودگاہ سے گاڑی میں سوار ہوکر درباری چبوترے کیطرف روانہ ہوئے جسوقت آپ دربار کے اندر داخل ہوئے تمام حاضرین دربار کھڑے ہوگئے اور اسوقت تک کھڑے رہے جبتک حضور والیسرائے نے اپنی جگہ پر تشریف نہیں رکھی جب حضور موصوف چبوترے کے پاس پہونچ گئے تو اسوقت چبوترے کے سامنے جواعزازی گارڈ کھڑا تھا اوسنے فوجی سلام کیا اور بینڈ سے سلامی بادشاہی بجائی گئی اور اکتیس ضرب توپ سلامی ادا کی گئی اور ویسرائی جھنڈا بلند کیا گیا پھر حضور موصوف زینے پر سے چبوترے پر جاکر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضور والیسرائے کے تشریف رکھنے کے بعد نقیب مع اپنے نفیر چیوں کے گھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور بحکم حضور والیسرائے باآواز بلند اعلان پڑھا جسمیں حضور شہنشاہ ہند بالقابہ کی تاجپوشی کا ذکر تھا۔ اعلان کے ختم ہونے پر قومی راگ کے ساتھ شاہی جھنڈا کھولا اور ایکسو ایک ضرب شاہی سلامی کی چھوٹیں جسطرح پر یکم جنوری اور شاہی سالگرہ میں قواعد کے وقت چھوڑی جاتی ہیں اسکے بعد حضور والیسرائے نے اس مجمع کے سامنے کھڑے ہوکر سب حاضرین کو مخاطب کرکے اپنی بے نظیر فصاحت و بلاغت سے اسپیچ اور شاہ ہند کا ایک پیغام سنایا جو ذیل میں حرف بحرف درج ہے۔

اسپیچ

اب سے چھ مہینے بیشتر اعلحضرت ملک ایڈورڈ ہفتم ملک معظم انگلستان و قیصر ہند کو شاہان انگلشیہ کا تاج وعصا عطا کیا گیا۔ سلطنت ہند کے صرف معدودے چند رئیسوں کو اس تقریب میں شریک ہونیکا فخر حاصل ہوا آجکے دن حضور ملک معظم نے اپنی عنایات خسروانہ سے اپنی تمام رعایائے ہند کو اسی قسم خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع دیا ہے اور یہاں اور تمام مقامات ہندوستان میں۔ اس مبارک جشن کے موقع پر خواہ راجگان و نوابان و رئیسان و سرداران ہند۔ جو حضور ممدوح کے تخت کے ستون ہیں۔ خواہ یوروپین اور ہندوستانی حکام۔ جو حضور عالی کی سلطنت کا انتظام بحسن وخوبی بحتمام

سب سے بڑی دلیل فیروزی ہوگی بلکہ ہے۔

اس تاجپوشی کے دربار کے انعقاد کے بھی اغراض و مقاصد ہیں۔ اب میرا یہ فرض ہے کہ حضور ملک معظم کے اُس شفقت آمیز فرمان کو جو حضور ممدوح نے اپنی رعایائے ہند تک پہونچائے جانے کی فرمائش کی ہے آپ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔

حضور ملکِ معظم قیصرِ ہند کا پیغام مبارک فرجام

مجھے نہایت خوشی ہے کہ اس پُرشوکت موقع پر جبکہ میری ہندوستانی رعایا میری تاجپوشی کی خوشیاں کر رہی ہے میں انہیں خوشنودی و مبارکبادی کا پیغام بھیجتا ہوں۔ اُس تقریب میں جو اُن دنوں میں انجام پائی صرف معدودے چند والیان ریاست و وکلائے ہند شریک ہو سکے اسلئے میں نے اپنے نائب السلطنۃ گورنر جنرل بہادر کو ہدایت کی کہ وہ دہلی میں ایک بڑا دربار منعقد کریں تاکہ تمام والیانِ ریاست و باشندگانِ ہند اور سرکاری حکام اس مبارک موقع پر خوشیاں منا سکیں جب میں ۱۹۰۵ء میں ہندوستان کی سیر کو گیا تھا تب سے اُس ملک و اُس کے باشندوں کی محبت میری تہ نشین ہوگئی ہے اور میرے خاندان اور تخت کی انہیں جو دلی اور وفادارانہ خیرخواہی ہے اُس سے میں پوری طرح باخبر ہوں۔ گزشتہ چند برسوں میں انکی محبت و وفاداری کی بہت سی دلیلیں ظہور میں آچکی ہیں اور میری سلطنت وسیع کے محاربات و فتوحات میں میری ہندوستانی افواج نے نمایاں خدمتیں کی ہیں۔

مجھے امید قوی ہے کہ میرے فرزند دلبند پرنس آف ویلز بہمراہی پرنسیس آف ویلز صاحبہ عنقریب اُس ملک ہندوستان سے شخصی طور پر واقفیت حاصل کر سکیں گے جکی نسبت ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ دیکھتے اور وہ خود بھی اسکی سیر کے اُسی درجہ مشتاق ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اس مہتم بالشان موقع پر تاجپوشی خود بنفس نفیس ہندوستان آتا بہرکیف میں نے اپنے برادر عزیز ڈیوک آف کناٹ بہادر کو جو ہندوستان میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں بھیجا ہے تاکہ اس جشن میں جو میری تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے انجام دیا جائے میرے خاندان سے کوئی شخص موجود رہے۔

جب سے میں اپنی والدہ مکرمہ عالیجناب ملکہ معظمہ وکٹوریا مرحومہ اوّل قیصرہ ہند کے تخت کا مالک ہوا ہوں میری یہی خواہش رہی کہ رحیمانہ و منصفانہ انتظام سلطنت کے وہ اصول جنہوں نے ایک تعجب خیز طور پر رعایائے ہند کے دلوں میں جناب ممدوحہ کی عظمت و محبت پیدا کر دی تھی بے کم و کاست برقرار رہیں تمام باشندگان ہند کو خواہ وہ میرے معاون ہوں یا رعیت مطیع میں از سر نو یقین دلاتا ہوں کہ میں اُن کی

میں اس بڑے اور باوقعت مجمع کا ذکر نہیں کرتا ہر چند کہ اسکے لاثانی ہونے کا مجھے یقین ہے میں اس حقیقت کی طرف جس کا یہہ مجمع گویا مجاز ہے اور اُن لوگوں کیطرف جنکی کیفیات قلبی کا یہہ مجمع اظہار کرتا ہی اشارہ کرتا ہوں مختلف ریاستوں کے سو سے زیادہ والی جنکی مجموعہ آبادی چھہ کروڑ آدمیوں کی ہے اور جنکی ممالک ۵۵ درجہ طول تک پھیلے ہوئے ہیں اپنے مشترک حکمران کی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں ہم اون کے اس جوش وفاداری کی نہایت قدر کرتے ہیں جو انہیں اس تمدن فاصلوں سے دہلی تک کھینچ لایا ہے اور جسکے لئے اکثر کو بہت کچھہ تکلیف اور اخراجات بھی برداشت کرنا پڑا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں مجھے انکی خاص باتوں سے حضور ملک معظم تک اُنکی طرف سے مبارکباد پہونچانے کا پیغام سننے کی عزت حاصل ہوگی - وہ عہدہ دار اور سپاہی جو یہاں موجود ہیں ہندوستان کے قریب قریب ....۲۳ جوانوں میں سے منتخب کرکے بلائے گئے ہیں اور انہیں خاصکر اس بات پر فخر ہے کہ وہ ملک معظم کی سپاہ ہیں سر برآوردگان جماعت ہند عہدہ دار اور غیر عہدہ دار جو یہاں موجود ہیں ۲۳ کروڑ سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کی وکالت کرنیوالے ہیں اسلئے حقیقت میں اس بات کا دعوے کیا جا سکتا ہی کہ اس تماشا گاہ میں روحانی طور پر بلکہ حکمرانوں اور نائبوں کے اعتبار سے جسمانی طور پر بھی تمام انسانی آبادی کا قریب قریب ایک خمس یہاں موجود ہے سب کے سب میں ایک ہی جوش دل کی روح پھونکی گئی ہے اور سب کے سب ایک ہی تخت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ یہہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی دلی جوش نے ان کثیر التعداد اور منتشر جماعتوں کو ایک جگہ کھینچ بلایا اور انہیں متحد کر دیا ہے تو جواب اس کا یہہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھہ وفاداری اور اس کے عدل اور کریمانہ حکومت پر اعتماد دونوں مترادف الفاظ ہیں یہہ صرف ایک دلی جوش کا اظہار ہے بلکہ ایک تجربے کی گویا لوح منقش اور ایک اعتقاد کا اقرار ہے اسلئے کہ ان کروڑوں آدمیوں سے اکثر کو حضور ملک معظم کی گورنمنٹ نے باہر کے حملے اور اندر کی بدعملی سے آزادی بخشی ہے بعضوں کو اُنکے حقوق واختیارات کی حفاظت کی کفالت عطا کی ہے بعضوں کے لئے باعزت مشغولیوں کی راہیں فراخ وکشادہ کردی ہیں - عامۂ خلایق کے حال پر مصیبت کے وقت نظر ترحم مبذول کرتی ہے اور سب کے ساتھہ عادلانہ انصاف برتتی - انہیں ظلم وستم سے نجات دیتی اور تربیت وتعلیم اور امن وامان کے فیوضات عطا کرنے کے لئے کوشش کرتی ہے ایک ایسے ملک پر فتح حاصل کرنا ایک بڑی کامیابی ہے عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ سے اس ملک پر قبضہ قایم رکھنا اس سے بھی بڑہ کر کامیابی ہے عاقلانہ تدابیر ملکی سے اس کے اجزائے منتشرہ کو ایک مجموعہ مستحکم بنا کر برقرار رکھنا

مالی حالت کی ترقی کا زمانہ ہاتھ آیا جسکی ہاتھ آنے کی ہمیں بہمہ وجوہ اُمید ہو تو مَیں امید قوی رکھتا ہوں کہ
حضور ملک معظم کے عہد حکومت کے سالہا سال ایسے گذرنے نہ پائینگے کہ گورنمنٹ ہند کچھ مالی امداد کے ذریعے
سے اُنکے ساتھ اپنی ہمدردی اور توجہ کا اظہار کر سکیگی اُن کا وفادارانہ صبر سالہاے تکلیف و عسرت میں
اسقدر نمایاں ہوا ہی کہ میں نہایت ہی خوشی کے ساتھ اُس امداد کو پیش نظر رکھتا ہوں اب میں عنایت
اور مہربانی کی اُن دوسری کارروائیوں کا ذکر کرنا جنہیں ہم نے موجودہ تقریب کے ساتھ وابستہ کیا ہے
ضروری نہیں سمجھتا اسلئے کہ وہ باتیں اور جگہ مندرج ہیں لیکن مجھے عہدہ داران فوج کے حق میں ایک
امر کی اعلان کا اختیار مفوّض ہوا ہی کہ آیندہ سے "انڈین اسٹاف کور" کا لقب منسوخ ہو جائیگا اور
وہ حضور ملک معظم کی افواج متحدہ ہند کے ایک ہی طبقے میں شمار کئے جائینگے ۔

حضرات والیان ریاست و باشندگان ہند ! اگر ہم ایک لمحے کیلئے زمانہ مستقبل کی طرف نظر اُٹھا کر
دیکھیں تو بلاشبہ اس ملک کے واسطے ایک بہت بڑی ترقی کے آثار ظاہر ہونگے ہندوستان کے
متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں خواہ وہ آبادی - تعلیم - اسباب روزگار یا معیشت کے خصوص میں ہو جسکا
حل تدبیر ملکی کی طاقت سے باہر ہو - اُن میں سے بہتیروں کا حل ان دنوں ہماری نگاہوں کے سامنے
کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان دونوں کی مجموعہ قوت سے ہماری سرحدوں پر امن و امان
برقرار رہے اگر اُن کے درمیان رئیسوں اور رعایا کے درمیان فرنگیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان
اور حاکم و محکوم کے درمیان رشتہ یگانگی و اتحاد مضبوط و محکم ہے اور اگر فصل و موسم بھی اپنی فیاضیوں
میں کوتاہی نہ کریں تو ترقی کی تیز رفتاری کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اگر خداوند تعالی نے چاہا ہو تو
ہندوستان آیندہ زمانہ میں وہ ہندوستان نہوگا جسکی زرخیزی روبہ تنزل ہو جس کی آیندہ اُمیدیں
مفقود ہوں یا جس میں بجا شکایت یا ناراضی کی بو پائی جائے بلکہ وہ ہندوستان ہوگا جس میں جد و جہد
کو وسعت ہوگی - قابلیتیں عالم خواب سے بیداری کی حالت میں ہونگی بہبودی و مرفہ الحالی روبہ ترقی
ہوگی اور آسایش و دولت زیادہ تر پھیل جائیگی مجھے اپنی ملک کی ایمانداری اور خلوص نیت پر اعتماد کلی
ہے اور اس ملک ہند کی نامحدود قابلیتوں پر بھروسا رکھتا ہوں لیکن اُن آیندہ صورتوں کے ظہور میں آنیکے
واسطے ایک شرط لازم ہے یعنی کہ دولت عظمیٰ کے اختیار و تسلط میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے
اور یہ صورت بحال سوائے دولت فخیمہ برطانیہ کے اوسکی سرداری میں پائدار اور برقرار نہیں رہ سکتی
اب میں ان بیانات کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ باشندگان ہند اس بڑے اجتماع کو
مدتوں یاد رکھینگے کہ اسی ذریعہ ایک نہایت پُرشوکت موقع پر انہیں شاہنشاہ عالیجاہ کے خصوصی ذاتی

آزادیون کا خیال رکھوں گا اُنکے مدارج او حقوق کا لحاظ رکھونگا - اُنکی ترقی مدنظر رکھونگا اور اُنکی فلاح وبہبودی میں کوشان رہونگا اور میری حکومت کے یہی اعلیٰ اغراض و مقاصد ہیں اور یہی منشا ہے صد انشاء اللہ تعالیٰ میری ہندوستان کی سلطنت وسیع کی روز افزوں مرفہ الحالی اور اُس کے باشندوں کی مزید شادمانی و کامرانی کا باعث ہوں گے -

حضرات والیان ریاست و باشندگان ہند! یہ اُس شہنشاہ عالیجاہ کے الفاظ ہیں جسکی تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے ہم لوگ جمع ہیں - یہ اُن افسروں کے دلوں میں جو اُسکی خدمت بجالاتے ہیں تحریک پیدا کرتے اور اُن کے لئے آواز غیب کا کام دیتے ہیں اور عامہ رعایا کے روبرو اولوالعزمی اور شفقت خسروانہ کی مثال پیش کرتے ہیں ہم میں سے اُن لوگوں کے دلوں میں جو میری اور میرے ہم منصبوں کی طرح حضور ملک معظم کی سلطنت کے مدار سیاست ہیں ایسی نیت پیدا کرتے ہیں جسکو ہماری حرکات و سکنات کا راہنما اور ہماری سیاست ملکی کا دستور العمل ہونا چاہیئے - ایسا زمانہ کبھی نہیں گذرا کہ ہمیں اس بات کی زیادہ خواہش ہوئی جو کہ فیاضی اور نرم دلی کو اُس سیاست ملکی کے اوصاف ضروریہ میں سے ہونا چاہیئے جنہوں نے زیادہ تکلیف سہی ہیں وہی عنایت و کرم کے بھی زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے پوری طرح سے خدمت گزاری کی ہے وہی انعام و صلہ کے بھی پوری طرح سے سزاوار ہیں - اس سلطنت وسیع کی پچھلی لڑائیوں میں والیان ریاستہائے نے اپنی سپاہ اور اپنی تلواریں ہماری تائید و تقویت کے لئے پیش کی ہیں اور ہماری دوسری مشکلات میں بھی مثلاً جو خشک سالی و قحط کے مقابلہ میں اُٹھانی پڑی اُنہوں نے اپنی کارروائیوں میں اسی قسم کی شجاعت و عالی ہمتی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے - جو آرام و بہبودی انہیں اسوقت حاصل ہیں ان میں اضافہ کرنا مشکل ہے - اور اُس سلامتی میں جسکے استحکام میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا زیادتی کرنی ایک غیر ممکن امر ہے باایں ہمہ ہم اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہیں کہ گزشتہ قحط کے متعلق گورنمنٹ ہند نے جو جو قرضے دیسی ریاستوں کو دیئے ہیں یا اُنکی ذمہ داری کی ہے سرکار دولتمدار تین برس کی میعاد تک اُن کا سود لینے سے باز رہیگی اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ریاستیں جنپر یہ عنایت کیجاتی ہے اس سے بخوشی تمام استفادہ کرینگی اس بڑے ملک میں اور بھی زیادہ کثیر التعداد جماعتیں ہیں جنکو حق ہے امداد کو دست بستہ ہمیں خوشی حاصل ہوگی اور ہمیں میسر ہے کہ عنقریب ہم اُنکی عافیت و بہبودی میں کچھ اضافے کا اعلان کرسکینگے سال حسابی کے درمیان امداد کا اظہار قرین مصلحت اور حساب کا ٹھیک ٹھیک تیار کرنا آسان نہیں ہوتا بہرکیف اگر موجودہ صورت حال قائم رہی اور اگر ہمیں ہندوستان کی

دیکھ سکتے تھے انھوں نے تماشائیوں سے بہت روپیہ کمایا - آتشبازی کی خوبی بیان سے باہر ہے ایسی آتشبازی نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی جسنے دیکھا وہی خوب جانتا ہے -

۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء ہفتہ کو رات کیوقت لال قلعہ کے دیوانِ عام میں جلسہ تقسیم خطابات ہوا - دیوان عام سے ملی ہوئی ایک عالیشان عمارت چوبی بنائی گئی تھی جو موجودہ عمارت سے پورے دو حصہ زائد تھی اور اوسپر روغنی ایسا عمدہ کام کیا گیا تھا کہ اجنبی آدمی بجلی کی روشنی میں بھی رات کیوقت نئی اور پرانی عمارت میں تمیز نہ کرسکتا تھا - علاوہ دیوانِ عام کی عمارت عارضی کے دو حصے مقرر کئے گئے تھے ایک حصہ کا نام روبنگ روم اور دوسرے حصہ کا نام اسمبلنگ روم تھا جو صاحبان اس جلسہ میں مدعو کئے گئے تھے وہ ساڑھے آٹھ بجے تک اپنی نشستگاہوں پر بیٹھ گئے تھے ہر ایک شخص کو ایک افسر اوسکی جگہ بتلا دیتا تھا جو اسوقت اس کام کیلئے موجود تھا جو اصحاب پہلے سے کوئی خطاب نہیں رکھتے تھے اور اسوقت خطاب پانیوالے تھے وہ پونے آٹھ بجے سے پہونچ گئے تھے علیحدہ مقام پر بٹھا دیئے گئے تھے اور خطاب پانے کے بعد جس جگہ کے وہ مستحق تھے بٹھائے گئے تھے وہ جگہ اون کے لئے خالی رکھی گئی تھی -

والیانِ ملک یا اعلیٰ درجہ اسٹار آف انڈیا کے خطاب یافتہ اصحاب پونے آٹھ بجے تک تشریف لائے تھے فارن ڈپارٹمنٹ کے اسپیشل ایلچی اُن حضرات کا استقبال کرکے روبنگ روم میں پہونچا دیتے تھے ان اصحابین سے جو سلامی کے مستحق تھے ایک اعزازی گارڈ جو وہاں موجود تھا اون کو فوجی سلام کرتا تھا اور جو حضرات انڈین امپائر کے قسم کے خطاب یافتہ تھے اونکو وہ افسر اسمبلنگ روم میں اونکی نشستگاہ تک پہونچا دیتا تھا - سب سے اخیر میں حضور وائسرائے و ہز رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ گاڑی میں تشریف لائے جب گاڑی سے اُترنے لگے اوسوقت سکرٹری خطابات و انڈر سکرٹری ڈپارٹمنٹ استقبال کرکے روبنگ روم میں لیگئے اور اعزازی گارڈ نے فوراً فوجی سلام کیا پھر حضور وائسرائے (جی سی - آئی - ای) و (جی - سی - ایس - آئی) خطاب یافتہ اصحاب و سکرٹری خطابات روبنگ روم میں اسی موقع کا لباس پہنکر اسمبلنگ روم میں تشریف لیگئے وہاں ایک جلوس ترتیب دیکر خطابات کے کمرہ میں تشریف لیچلے چلتے وقت ہر خطاب یافتہ اپنی سنیر کے آگے ہوگئے چنانچہ ترتیب جلوس اسطرح تھی سب سے آگے انڈر سکرٹری فارن ڈپارٹمنٹ انکے پیچھے سکرٹری خطابات اوسوقت لباس نشان ستارۂ ہند پہنے ہوئے تھے سکرٹری خطابات کے پیچھے (سی آئی ای) کے خطاب رکھنے والے انکے پیچھے (سی ایس آئی) کے خطاب رکھنے والے اصحاب انکے پیچھے (کے - سی - ایس - آئی) کے خطاب والے انکے پیچھے (کے - سی - ایس - آئی) خطاب یافتہ لوگ انکے عقب میں - (جی - سی - آئی - ای) کے خطاب پائے ہوئے اُنکے پیچھے (جی سی ایس آئی) کے

دریافت کرنے اور اُن کے نیک خیالات کے سُننے کی عزت حاصل ہوگی۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اس کی یاد
خوشی اور مسرت کا باعث ہوگی اور مَلِکِ معظم ایڈورڈ ہفتم کا عہدِ حکومت جو ایسے سعید و مبارک طور پر شروع
ہُوا ہے ہندوستان کے صفحات تاریخ اور اُسکے باشندوں کے صفحات دل پر تا ابد باقی اور
منقش رہیگا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اُس قادر مطلق مالک ارض و سما کے فضل و کرم سے شاہنشاہ معظم
کی سلطنت و حکومت سالہا سال قائم رہے آپ کی رعایا کو روز افزوں بہبودی اور ترقی خیالات ہو
آپکے عہدہ داروں کے نظم و نسق ملکی پر عقلمندی اور نیکی کی مُہر ثبت ہے اور آپ کی سلطنت کی
سلامتی اور برکتیں تا ابد قائم رہیں۔ حضور مَلِکِ معظم و قیصر ہند کی عمر دراز ہو۔ +

ایڈریس ختم ہونے پر حاضرین جلسہ و فوج اور تماشائیوں نے تین چیرز بادشاہ کی تاجپوشی کی مسرت
میں دیں بعدہ رؤسا بااختیار والیسرائے اور ڈیوک اوف کیناٹ کے سامنے باری باری پیش
ہوئے بعض کے ساتھ اونکے صاحبزادے یا درزادہ بھی تھے سبھوں نے نہایت خشوع اور خضوع کیساتھ تخت نشینی
کے مختصر الفاظ میں مبارکباد بادشاہ کو دی۔ پیشی ختم ہونے پر دربار برخواست ہوا اور حضور والیسرائے
اُسی طور پر اور انھیں رسومات کے ساتھ تشریف لیگئے جسطرح تشریف لائے تھے اونکے بعد حضور ڈیوک
آف کیناٹ اور ڈچز صاحبہ ویسی ہی اعزاز کیساتھ جیسے تشریف لائے تھے رخصت ہوئے اُن کے بعد
والیان ممالک غیر اور افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ و والیانِ ملک ہند و ممبر صاحبان کونسل گورنر جنرل اُسی
طور پر جس طور پر وہ آئے تھے اُسی راستوں اور زینوں سے ہوکر تشریف لیگئے اسکے بعد تمام تماشائی رخصت
ہوئے اُسی شب کو حضور والیسرائے نے اپنے کیمپ میں بڑے بڑے سرکاری مہمانوں کو دعوت دی اور
بادشاہ اور شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ کی جام صحت کی تجویز پیش کی جو نہایت جوش کے ساتھ سب نے
قبول کی والیسرائے نے اس موقع پر اسپیچ دی اور ڈیوک آف کیناٹ نے اُسکا جواب دیا۔

۲ جنوری ۱۹۰۳ع جمعہ کے دن پرانی چھاؤنی کے ایک میدان میں فوجی کھیل تماشہ ہوا اور شب کو تمام
شہر میں روشنی ہوئی رات کے دس بجے جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے سامنے شاہ سرمد اور حضرت
شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے درمیانی پریڈ کے میدان میں بیس پچیس ہزار روپے کی
ولایت کی بنی ہوئی آتشبازی چھوٹی اور آتشبازی کی تماشے کیواسطے جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے
سامنے والی سڑک اور شفاخانہ کی چھت پر نشستوں کا سرکاری مہمانوں کے واسطے انتظام کیا اور
جامع مسجد کا شرقی اور شمالی دروازہ اور پاٹیں اور دیگر مکانات کے کوٹھے سڑکیں آدمیوں سے پٹی
پڑی تھیں جن آدمیوں کے مکان اور برآمدے ایسے موقعوں پر تھے کہ آتشبازی کا تماشا اچھی طرح

سکرٹری خطابات نے نشانات (جی-سی-ایس-آئی) لیکر ہز ہائنس کو مزین کردیا اور سینیر (کی-سی-ایس-آئی)
(ستارۂ ہند) لیکر مناسب جگہ پر لگا دیا بعد اسکے ہر دو صحاب (کی-سی-ایس-آئی) نے ہز ہائنس
[illegible] ایس-آئی) پہنایا بعد ازاں سکرٹری خطابات ہز ہائنس کو چبوترہ کے پاس لیگئے ہز ہائنس حضور ویلیسرائے کی
[illegible] اور وہ دونوں جونیئر (کی-سی-ایس-آئی) اپنی اپنی جگہ پر جاکر کھڑے ہو گئے بعدہٗ سکرٹری
[illegible] (جی-سی-ایس-آئی) کا کالر اٹھا کر نہایت ادب کے ساتھ حضور والیسرائے کو دیا حضور والیسرائے
نے ہوئے ہز ہائنس کو کالر مذکور کو دیکر اون سے یہ تقریر فرمائی -
[illegible] قیصر ہند حسب الارشاد حضور موصوف میں آپکو اسوقت اسٹار آف انڈیا (ستارۂ ہند) کا معزز نشان
[illegible] کا مٔپ کرانڈ کمانڈر - آپکو حضور ملک معظم قیصر ہند نے ازراہ کرم بنایا ہے "
جب یہ تقریر ختم ہوئی تو اسوقت ہز ہائنس حضور والیسرائے کی تعظیم بجا لائے اور بعد اسکے سکرٹری خطابات اُنکو اسجگہ لیگئے
[illegible] بیٹھی تھی - ہز ہائنس اُسجگہ کے سامنے کھڑے رہے اعزازی گارد نے فوجی سلام ادا کیا اور سکرٹری
خطابات [illegible] القاب اُنکا سب کو سُنایا - جب اسی ترکیب سے کُل صحاب نشان و خطاب (جی-سی-ایس-آئی)
اور (کے-سی-ایس-آئی) اور (سی-ایس-آئی) اسٹار آف انڈیا سے مزین ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کی
[illegible] کے سلسلہ میں تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی اب کوئی باقی نہیں ہے اسوقت تمام حاضرین جلسہ اپنی
[illegible] ہو گئے اور حضور والیسرائے مع افسران ہمراہی کمرۂ تقسیم خطابات سے نکلکر روبنگ روم میں بہ ترتیب کو ربالا
[illegible] یافتہ تشریف لیگئے حضور والیسرائے کے تشریف لیجانیکے وقت اعزازی گارد نے فوجی سلام کیا اور بینڈ
[illegible] یا وہاں جاکر لباس نشان اسٹار آف انڈیا بدن سے بدلا اور لباس و نشان انڈین امپائر پہنکر پھر
[illegible] تقسیم خطابات میں تشریف بہ ترتیب کورے آئے اور ترکیب کو ربالا جب (جی-سی-آئی-ای) اور (کے
[illegible] -ای) و (سی-آئی-ای) کے خطابات تقسیم ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کیا کہ انڈین امپائر کے
[illegible] تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی کاروائی باقی نہیں رہی تب حضور والیسرائے نے اپنی جگہ سے اٹھکر فرمایا
[illegible] حضور والیسرائے کیساتھ تمام حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کھڑے رہے بعد ازاں حضور والیسرائے
[illegible] انڈین امپائر کے خطاب یافتہ صحاب حال اُس ترتیب کے ساتھ جیسے پہلے تقسیم خطابات کے کمرہ میں
[illegible] ریسیپشن روم میں تشریف لیگئے اور اوس کمرہ میں سے حضور والیسرائے اور (کی-سی-ایس-آئی)
[illegible] -ای) کے خطاب یافتہ اصحاب روبنگ روم میں تشریف لیجا کر لباس خطابات بدلکر حضور والیسرائے
[illegible] وغیرہ وہاں سے اسی طور پر اور اسی سعادت کے ساتھ جیسے آئے تھے اپنی اپنی قیامگاہ کو تشریف
[illegible] خطابات کی نظیر اس سے پہلے ہندوستان میں کسی تاریخ میں دیکھی اور نہ سُنی - اس جلسہ

خطابات یافتہ حضرات - انکے پیچھے ہز رائل ہائنس ڈیوک اوف کیناٹ کے جی - کے ٹی - کے پی - جی سی
جی سی ایس آئی - جی سی ام جی - جی سی ای آئی - جی سی وی لو آپ لباس نشان ستارۂ ہند زیب بدن
فرمائے ہوئے تھے - انکے پیچھے پرائیوٹ سکرٹری - انکے پیچھے حضور ویسرائے گورنر جنرل - آپ بھی اوسوقت
لباس نشان ستارۂ ہند سے ملبوس تھے - جناب کے بعد آپ کے ایڈیکانگ و سرجن وغیرہ تھے -
جب اس ترتیب و شان و شوکت کے ساتھ جلوس امپلنگ روم سے نکلا فوجی بینڈ گرینڈ مارچ بجانے لگا
اور جلسہ خطابات کے کمرہ کے دروازہ پر دونوں طرف جو اعزازی گارد کھڑے تھے اونھوں نے حضور
ڈیوک آف کیناٹ و ویسرائے کو فوجی سلام کیا جب جلوس جلسہ خطابات کے کمرہ میں داخل ہوا تمام
حاضرین جلسہ کھڑے ہوگئے اور اوسوقت تک کھڑے رہے جب تک حضور ویسرائے نے اپنی کرسی شاہانہ
پر تشریف نہیں رکھی خطاب یافتہ اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر پھونچکر داہنے اور بائیں جانب صف دار کھڑے
ہوگئے اور جسوقت حضور ویسرائے جن صاحب کے پاس سے گذرتے تھے وہ تعظیم بجالاتے تھے جب حضور
ویسرائے اپنی نشستگاہ پر رونق افروز ہوئے اوسوقت گرینڈ مارچ بجنا موقوف ہوا اور بینڈ نے سلامتی
بادشاہ بجائی - چبوترہ پر حضور ویسرائے کی داہنی طرف ڈیوک آف کیناٹ رونق افروز تھے - تمام
خطابات یافتہ اصحاب جلسۂ خطابات کے کمرہ میں داہنے اور بائیں جانب صف وار موافق ترتیب
ترجیح خطابات بٹھائے گئے اسٹار آف انڈیا و انڈین امپائر کے اعلی خطاب یافتہ اصحاب اول صف
میں تشریف رکھتے تھے جو حضور ویسرائے کے چبوترہ کے بالکل قریب تھے اور اونکی ہمراہیوں کیواسطے
انکی کرسی کے پیچھے جگہ دی گئی تھی بعدہ سکرٹری خطابات نے عرض کی اس جلسہ میں حسب الحکم حضور
ملک معظم قیصر ہند اصحاب فلاں فلاں کو خطابات ستارہ ہند - جی - سی - ایس - آئی مرحمت ہوگا -
پھر سکرٹری خطابات مع انڈر سکرٹری فارن ڈیپارٹمنٹ اور دو جونیر کی سی ایس - آئی جوان سے کم درجہ
خطاب رکھنے والے تھے روبنگ روم میں جاکر ہز ہائنس کو مع ہمراہیان کے جو پہلے سے ایک علیحدہ
جگہ پر تشریف رکھتے تھے ایک جلوس قائم کرکے حضور ویسرائے کے پاس لائے جسوقت ہز ہائنس اپنی
جگہ سے تشریف لیچلے تو اعزازی گارد نے سلام کیا اور تمام خطاب یافتہ اصحاب کھڑے ہوگئے اور
جب تک فرمان شاہی پڑھا نہ گیا کھڑے رہے ہز ہائنس مع دو (کی - سی ایس آئی) خطاب یافتہ اصحاب
وہاں تک تشریف لے گئے جہاں سے چبوترہ چند قدم بر تھا وہاں ایک میز پر انڈر سکرٹری نے نشان
جی - سی - ایس - آئی رکھدیا پھر حضور ویسرائے نے سکرٹری خطابات کو فرمان شاہی دیا سکرٹری کا
مذکور نے اوسکو ہز ہائنس کو سناکر اونکو میز کے پاس لیگئے دونوں کی - سی ایس آئی کے خطاب یافتہ اصحاب

...ب خواجہ محمد ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی نبیرۂ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ
...ولانا سید محمد حسین مرحوم صاحب آزاد دہلوی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور - + +

کوئی عالم میں نہیں شہر بسانِ دہلی ۔ ہے مٹے پر بھی سوا عرش سے شانِ دہلی

سید احمد خان مرحوم نے شہر دہلی اور اہلِ دہلی کے حالات میں آثار الصنادید ایسی کتاب لکھی جسکو ہندوستان ... کیا مگر قابلِ غور اور اسکی تعریف کے قابل یہہ بات ہے کہ دانایانِ فرنگ نے اُسے قدردانی کی نظر سے دیکھا ... مرتب ہونیکے بعد سے آجتک جب کسی یورپین مورخ نے دہلی کی تاریخ یا جغرافیہ لکھا اُسمیں آثار الصنادید کا حوالہ ... اُس کتاب کی خوبی اور پسندیدگی کا اندازہ ہمکو اچھی طرح ہوتا ہے مگر آج اسکی ترتیب کو ستر برس ہونے آئے ... ت میں دہلی اور اہلِ دہلی کا یا پلٹ ہو گئی - گریٹ برٹن کی حکیمانہ اور شاہانہ طرزِ تمدن اور طرزِ معاشرت نے ... کو ایسا لباس پہنا دیا جس سے دہلی یورپ اور اہلِ دہلی یورپین بنگئے - قصر و ایوان کے بدلے ہال اور کمرے ... اور پائین باغ کی عوض پارک اور آفس تیار ہوگئے رتھ - مجھولی - پالکی - نالکی - ہوادار کی جاے بروہم لینڈو ... ویگنٹ - بائیسکل - ٹرائیسکل - ٹریموے - موٹر کار دوڑنے لگے - مردوں کے لباس میں انگرکھے کے بدلے ... بلہ قمیص - پائجامہ اور شلوار کے بدلے پتلون پہنے جانے لگے زنانہ لباس بھی تغیر ہوا جہاں کُرتی ... نے اپنا عمل دخل بٹھا رکھا تھا وہاں سایہ اور گون نے رنگ جما لیا شاہدانِ فرنگ کی چہل پہل حسن اور ... دہلی کے رہنے والوں گلعذاروں نے بھی تکلف چھوڑ دیا آنکھوں میں سُرمہ کاجل اور دانتوں میں مسی ... کانوں میں صرف مُندرے اور ہاتوں میں ڈایا منڈ کٹ چوڑیاں رہگئیں - عربی علوم و فنون کیجگہ ... نے اپنی روشنی ڈالی اسکول اور کالجوں سے حکمت و فلسفۂ جدید کے دریا بہہ نکلے - جب ایسی ... اہلِ دہلی کے حالات میں ہوئی تو اسواسطے ضرور تھا کہ کوئی لائق مورخ دہلی اور اہلِ دہلی کے ... مرتب کرے چنانچہ اس کام کو خلاصۂ خاندانِ مصطفوی نقاوۂ دودمانِ مرتضوی فضیلت ... مآب مقبول درگاہ اللہ الصمد مولوی سید احمد صاحب زید مجدہٗ نے انجام دیا اور کتاب ... دہلی ہے مرتب کی مین اپنے اس مختصر ریویو میں اس کتاب کی تعریف لکھنے سے قاصر ہون ... ہون جس شخص کو یہ شوق ہو کہ وہ دہلی کی پُرانی اور کہنہ عمارتوں کی عجیب غریب حالات ... کو یہ معلوم کرنا ہو کہ پہلے دہلی کو اندرپت یا اندرپرست کیوں کہتے تھے پھر دہلی کیون ... شاہجہان آباد کیون نام رکھا گیا جسکو یہہ معلوم کرنا ہو کہ اس شہر کی مقدس زمین پر کون ... اولیاء اللہ اور علماے قدسی بارگاہ آرام فرما رہے ہین جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی میں ... راجہ اور مہاراجہ گذرے ہین جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی مین اسلام سے کس قدر

گیارہ حضرات (جی-سی-ایس-آئی) اور پندرہ (جی-سی-آئی-ای) اور چودہ (کے-سی-ایس-آئی) اور سولہ (کے-
سی-آئی-ای) اور اکتالیس (سی-ایس-آئی) اور ایک سو دس (سی-آئی-ای) شریک تھے تقریباً چوبیس جدید
خطاب یا پیشتر کے خطابوں میں اضافے ہوئے۔

۴ جنوری ۱۹۰۳ء اتوار کے دن گیارہ بجے جلوس کے ساتھ دار السلطنت کے پادری اور بشپ پنجاب نے نماز پڑھائی حضور وایسرائے
شاہزادی صاحبہ اور ایک انگریز افسر اور انگریزی سپاہ جو اسوقت دہلی میں موجود تھی نماز میں شریک تھی۔ سہ پہر کو پولو کے میدان میں بینڈ بجایا گیا

۵ جنوری ۱۹۰۳ء پیر کے دن حضور وایسرائے نے والیان ملک کی فوج ہمراہی کا ملاحظہ فرمایا اور ساڑھے
تین بجے سے پانچ بجے تک دیسی مہمانوں کو ملکہ کے باغ میں گارڈن پارٹی دی۔

۶ جنوری ۱۹۰۳ء منگل کے روز سہ پہر کے وقت فٹ بال پولو وغیرہ کھیل ہوئے اور رات کو لال قلعہ دیوان عام
میں اسٹیٹ بال (سلطنت کا ناچ) ہوا جسمیں والیان ریاست اور تقریباً چار ہزار سے زیادہ اور صاحب موجود تھے اس جلسہ کا
بھی بلحاظ منظر حاضرین اور بلحاظ مکان کے ہندوستان میں نظیر نہیں ہے۔ قلعہ میں سلیم گڈھ پر ایک اسٹیشن عارضی طور پر بنایا
گیا تھا اس شب کو تمام مہمان لائٹ ریلوے کے ذریعہ سے اسپیشل ٹرینوں میں تشریف لائے تھے۔

۷ جنوری ۱۹۰۳ء بدھ کے روز نمائش میچ انٹرنیشنل پولو میچ کا آخری کھیل ہوا جو کل کرتبوں سے زیادہ دلچسپ اور خوشنما تھے۔

۸ جنوری ۱۹۰۳ء جمعرات کے دن کیمپوں کے آس پاس کے ہموار میدان میں کل فوج کا گرانڈ ریویو ہوا۔ کل رسالے جو زیر
علم کمانڈر انچیف میں اسوقت موجود تھے۔ تماشائیوں کیواسطے چبوترے بنے ہوئے تھے ہزاروں آدمی گاڑیوں اور
گھوڑوں پر سوار تھے اور پیدلوں کا کچھ شمار نہیں۔ حضور وایسرائے اور ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ گیارہ بجے
اپنی نشستگاہ پر پہنچے جو جو رسالے پاس سے گذرتے تھے انکا سلام لیتے جاتے تھے شاہی رسالے شان و شوکت کی
وردیاں پہنے ہوئے تھے اور بھوپال بیکانیر گوالیار جیند نابھہ پٹیالہ و سرمور کی فوجیں اپنے اپنے رئیسوں یا
ریاست کے دیگر عزیزوں کی ماتحتی میں سلام کے مقام سے گذرتی جاتی تھیں۔

۹ جنوری ۱۹۰۳ء جمعہ کے روز ہتھیاروں کے کرتب اور انڈین آرمی پولو کے کھیل ہوئے اور فوجی باجے بجائے
اسوقت دہلی میں کوئی دو ہزار تھے ان سب نے ملکر ساتھ باجا بجایا جو قابل دید تھا۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء ہفتہ کے روز حضور وایسرائے اور ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ اسی اعزاز کے ساتھ
جسطرح تشریف لائے تھے رخصت ہوئے۔ اور پندرہ روز میں سلسلہ رسوم کا جو ہندوستان میں انگریزی سلطنت
میں اس سے پہلے نہیں ہوا اسطرح خاتمہ ہوا۔ ہمنے دربار کے واقعات زیادہ مفصل لکھکر ناظرین کی سمع خراشی کرنی مناسب نہیں
سمجھی صرف وہ ہی واقعات بیان کردے جس سے ہر ایک شخص کو دلچسپی ہو غرض یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار ہوا اور جو کچھ
اسکی یادگار ہماری کتاب میں باقی رہ جائیگی جو آئندہ کیواسطے بصارت ہوگی۔ احقر سید محمد ولی اللہ عفی عنہ

ختم شد

[illegible]

[illegible] شاہی علم [illegible]

اور کیسی کیسی [illegible] دیکھا ہیں جسکو یہ معلوم کرنا [illegible] حضور [illegible] جہاں [illegible] شہنشاہ ہ ملکہ معظم شہنشاہ

[illegible] قیصرۂ ہند [illegible] تمام ملک [illegible] تاجپوشی کس [illegible] ہوا اوس مین کیا کیا تیاریاں کی گئی تھی اُنہین

کس قدر [illegible] فراہم ہوئی تھی اوس مین کس قدر والیانِ ملک مہاراجہ - مہاراجہ - امیر کبیر - رئیس -

تشریف لائے تھے - جشن کے موقع پر جو نمائش مرتب کی گئی تھی اوس میں لعل و یاقوت [illegible]

الماس و زمرد و گوہر و مرجان کی کس قدر گنج [illegible] عجائبات ہندوستان اور تحائف یورپ کے

کس قدر وغیرہ فراہم کیے گئے تھے وہ مولوی سید احمد صاحب کی یہ کتاب [illegible] کر [illegible]

[illegible] ایک ایسے ذی علم اور لائق خاندان سے منسوب ہیں جس مین صدہا سال سے تصنیف [illegible]

کا سلسلہ چلا آتا ہے شعر گوہر [illegible] [illegible] مشتی ہست ❊ دست [illegible] باحسن خداداد

مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ مولانا مولوی شاہ عبد العزیز صاحبؒ مولانا مولوی شاہ عبد القادر

صاحبؒ مولوی شاہ رفیع الدین صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے کون واقف نہین ہے

جس طرح ستارون مین آفتاب اور پھولون مین گلاب [illegible] ہے اس سے زیادہ انکے خاندان کی

شہرت ہے آپ مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے نواسہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے [illegible] ہیں

[illegible] علم و نسب شاہ صاحب کے خاندان میں آپ ہی باقی ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمیشہ باقی رہین -

آپ شاہ صاحب کے ایک لائق یادگار ہیں آپ نے شاہ صاحب کا نام روشن کر دیا - شاہ ولی اللہ

صاحب شاہ اہل اللہ صاحب - شاہ عبد القادر صاحب - شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات

کی مصنفہ ان کتابوں کو جنکا ہم لوگ نام سنا کرتے تھے چھاپ کر آپ نے ہندوستان سے ایران اور عرب و مصر تک

تک پھیلا دیا گویا کہ [illegible] بتلا دیا چونکہ [illegible] مین [illegible] ہون [illegible] مین اپنے اس

ریویو کو ختم کرتا ہون اور اون حضرات [illegible] جو [illegible] دلی [illegible] کے مشتاق ہر گز [illegible]

رہتے ہین سفارش کرتا ہون کہ وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماوین [illegible] کتاب سے زیادہ [illegible]

اور [illegible] دلی کا [illegible] کوئی [illegible] [illegible] مشتاق ہونگے

[illegible] شاہ [illegible] چہرہ [illegible] تمام [illegible] کتاب

[illegible] مین [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

Ahmad ~~sayyad~~
Saiyyid